﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾﴾ [التوبة]

ملفوظات مع مختصر سوانح

تصحیح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

مرتب

محمد جابر بن عمر پالن پوری غفرلہٗ

خادم تدریس
جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ، تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات

ملفوظات مختصر سوانح
تصحیح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن
محمد جابر بن عمر پالن پوری غفرلہٗ

حضرتؒ کے حجرے کا بیرونی منظر
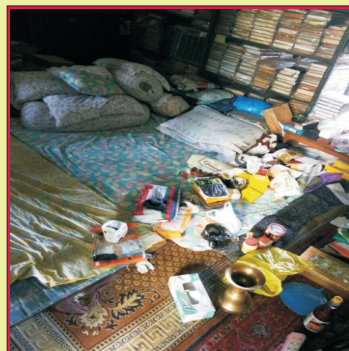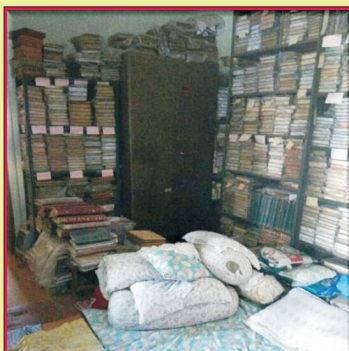
حضرتؒ کے حجرے کا اندرونی منظر

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ
وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبة:١١٩)

ملفوظات مع مختصر سوانح

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

مرتب
محمد جابر بن عمر پالن پوری غفرلہٗ
استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ، ضلع بھروچ، گجرات

تفصیلات

نام کتاب : مختصر سوانح وملفوظات شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

مرتب : مفتی محمد جابر بن عمر پالن پوری (استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

تصحیح وتنقیح : قاری ناظر حسین صاحب ہتھوڑوی فلاحی مدظلہ
استاذِ حدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر، گجرات

کمپیوٹر کتابت : رشید احمد آچھودی (فون:09428689113)

طبع دوم : ۱۴۳۹ھ مطابق: ۲۰۱۸ء

تعدادِ صفحات : ۲۴۰

کتاب مندرجۂ ذیل پتہ پر دستیاب ہے۔

(۱) مفتی محمد جابر بن عمر بادر پوری (9979107088)
جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ، تحصیل انکلیشور، ضلع بھروچ، گجرات
Pin no. 394115

(۲) مکتبۂ حکیم الامت، سہارن پور، Mob.09759870037

فہرست

عناوین **صفحہ**

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الأنبیاء و المرسلین، أما بعد......

سیدی ومولائی امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس شیخ محمد یونس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت عالیہ میں پہلی مرتبہ حضرت اقدس مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب پالن پوریؒ کی معیت میں رمضان کے آخری دو عشرے گزارنے کے لیے۱۴۲۴ھ مطابق: ۲۰۰۳ء میں حاضری ہوئی، یہ میری سب سے پہلی زیارت وملاقات تھی، اس کے بعد کئی بار بحمد اللہ حضرت اقدسؒ کی خدمت عالیہ میں حاضری ہوتی رہی۔

پھر ۱۴۲۶ھ اور ۱۴۲۷ھ دو سال مظاہر علوم میں درجۂ مشکوٰۃ و دورۂ حدیث پڑھنے کا موقع ملا، ان دو سالہ مدتِ تعلیم میں حضرت اقدسؒ کی مجلس میں جانے کا معمول رہا، جو نمازِ عصر کے بعد ہوا کرتی تھی، گرچہ حضرت اقدسؒ مجلس میں بیٹھے تسبیحات کا وِرد فرماتے رہتے؛ مگر گاہے گاہے نصیحت بھی فرماتے، تو راقم السطور ان نصائح قیمہ کو حضرتؒ کے الفاظ میں ہو بہ ہو نقل کرنے کی کوشش کرتا، اسی طرح درسِ بخاری و مسلم میں حضرت اقدسؒ کی درسی تقریر کو تحریر کرنے کے ساتھ دورانِ درس جو نصیحت فرماتے اس کو بھی قلمبند کرتا۔

حضرتؒ کے یہ ملفوظات جہاں ایک طرف سالکین اور مدارسِ اسلامیہ کے علماء و طلبہ کے لیے مشعلِ راہ ہیں وہیں عوام الناس کے لیے راہِ حیات میں روشن چراغ ہیں، البتہ چوں کہ حضرتؒ کی زندگی کا اکثر حصہ علماء وطلبہ کے درمیان گزرا اور عموماً یہی طبقہ حضرتؒ کا مخاطب رہا ہے؛ اس لیے حضرتؒ کے ان ملفوظات میں خصوصاً طالبانِ علم نبوّت کے لیے زرّیں اصول و ہدایات اور گراں قدر رہنمائیاں ہیں، جا بجا بزرگوں کے اور خود حضرتؒ کے

سبق آموز واقعات بھی ہیں۔

الغرض اس مجموعۂ ملفوظات میں وہ اخلاقی، روحانی، علمی، عملی اور تربیتی غذا ہے جو علماء وطلبہ کی علمی وعملی زندگی کے لیے بہترین توشہ ہے۔

احقر نے ملفوظات کی کاپی رمضان المبارک ۱۴۳۲ھ مطابق: ۲۰۱۱ء میں حضرتؒ کی خدمت میں پیش کی تو اس پر حضرتؒ نے فرمایا: ''ارے بچے! ملفوظات تو بس حضرت اقدس تھانویؒ کے ہیں۔'' اس کے بعد ۲۲/ رمضان المبارک/ ۱۴۳۸ھ مطابق: ۲۰۱۷ء (یعنی جس رمضان کے بعد حضرتؒ کی وفات ہوگئی) کو دوسری مرتبہ حضرتؒ کے سامنے ملفوظات کا ذکر کرتے ہوئے عرض کیا کہ ''حضرت! میں جب ان ملفوظات کو پڑھتا ہوں تو آپ کی بہت یاد آتی ہے،'' تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تجھے خوش رکھے۔''

حضرتؒ کے انتقال کے بعد راقم السطور نے حضرتؒ کے ملفوظات اپنے رفیق مکرّم مفتی زبیر احمد صاحب (استاذِ حدیث وفقہ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کو بغرضِ مطالعہ پیش کیے، آں جناب نے پڑھنے کے بعد کئی مرتبہ مشورہ دیا کہ ان ملفوظات کو کتابی شکل میں منظر عام پر لانا چاہیے، چنانچہ احقر نے بنام ایزدی طباعت کا بیڑہ اٹھالیا، تا کہ حضرتؒ کے بیش قیمت ارشادات سے اہل علم حضرات، طلبہ، مریدین اور عوام الناس تک سبھی فیض یاب ہوسکیں اور اپنی علمی وعملی زندگی سنوار سکیں۔

اس بات میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح اہل اللہ کا کلام حین حیات ''از دل خیزد بر دِل ریزد'' کا مصداق ہوتا ہے، ان کی محفلیں دلوں کی دنیا بدل دیتی ہیں اور محض ان کی زیارت ہی سے سینکڑوں گم شدۂ راہ راہیاب ہو جاتے ہیں، اسی طرح اولیاء اللہ کی وفات کے بعد ان کی تالیفات وتصنیفات سے ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوتے ہیں اور ان کے ملفوظات لوگوں کے دلوں میں ایمانی روح پھونکتے رہتے ہیں، بالخصوص اس شخص کے لیے بڑی تسکین کا باعث بن جاتے ہیں جو ان کی خدمت کا شرف حاصل کر چکا ہو، اپنے شیخ

کے لیل و نہار اس کے سامنے ہوں، اپنے شیخ کے ملفوظات پڑھتے وقت اس کے سامنے ایک خاص کیفیت بندھ جاتی ہے جسے اَلفاظ میں ڈھالنا مشکل ہے۔

الغرض ان ہی فوائد کے پیش نظر قرونِ اولیٰ سے ہی صالحین و اولیاء اللہ کے اِرشادات و ملفوظات، پند و نصائح اور واقعات کو جمع کیا جاتا ہے، پیش خدمت ان ملفوظات میں حضرت مفتی اِدریس صاحب و مفتی زبیر احمد صاحب (اساتذۂ حدیث و فقہ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کے جمع کردہ ملفوظات بھی شامل کیے گئے ہیں، جو اِن دونوں حضرات نے اپنے اپنے زمانۂ طالب علمی میں قلمبند کیے تھے۔

بندہ بے حد ممنون ہے اُستاذِ محترم حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری مدظلہ العالی، مخدومِ مکرم حضرت مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی اور حضرت مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی دامت برکاتہم کا، جنہوں نے اپنے گوناگوں مشاغل کے باوجود ازراہِ عنایت اپنے قیمتی کلمات تحریر فرما کر کتاب کی توثیق میں اِضافہ فرمایا۔

اسی طرح بندہ شکر گذار ہے حضرت مولانا ایوب صاحب پانولی دامت برکاتہم (ناظم تعلیمات جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کا، جو وقتاً فوقتاً اس کام کے متعلق دریافت فرماتے رہے اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے، نیز بندہ تہہِ دل سے ممنون ہے حضرت مولانا قاری ناظر حسین صاحب ہتھوڑوی دامت برکاتہم (استاذِ حدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر) کا، جنہوں نے اپنی درسی مشغولیات کے باوجود مسوّدہ کی تصحیح کا محنت طلب کام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ بہت جلد انجام دیا۔ نیز مفتی عمران صاحب کوسمڑی (اُستاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کا، بھی اسی طرح مولانا رشید احمد صاحب آچھودی (استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کا بھی احسان مند ہے جنہوں نے بڑی خوش دلی سے کتاب کی کمپوزنگ کا کام اپنے ذمہ لے لیا، نیز عزیزانم مولوی علقمہ مہاراشٹری، مولوی ابرار احمد کوساڑی اور مولوی محمد بن جابر بمبئی سلمہم اللہ تعالیٰ (طلبۂ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کا بھی، جنہوں نے مختلف نوعیّتوں سے اس

کام میں بندہ کا ہاتھ بٹایا۔

بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر میں اپنے رفیق محترم حضرت مولانا ارشد صاحب پالن پوری (استاذِ حدیث جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ) کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی مخلصانہ سعی اور مفید ترین مشورے سے جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ کے ایک مخلص فاضل نے اپنے مصارف سے اپنی سعادت سمجھتے ہوئے اس کتاب کو طباعت کے مرحلہ سے گزارا۔ فجزاهم الله تعالىٰ أحسن الجزاء.

نیز بندہ ان تمام حضرات کا بھی تہہِ دل سے شکر ادا کرتا ہے جنہوں نے ملفوظات کے اس مجموعہ کی طباعت واشاعت میں کسی بھی طرح تعاون کیا ہے۔

نوٹ: قارئین کرام اس کتاب میں کچھ ملفوظات مکرر پائیں گے، یہ تکرار دو وجہ سے باقی رکھی گئی ہے:

(۱) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دل ودماغ پر کیا فکر سوار تھی اور حضرتؒ اپنے متعلقین سے کس بات کی توقع رکھتے تھے یہ بات قارئین کے سامنے آسکے، اس کا مشاہدہ وہ حضرات بخوبی کر سکتے ہیں جنہوں نے حضرتؒ کی مجلسوں سے استفادہ کیا ہے۔

(۲) کئی مواقع ایسے ہیں جہاں ایک ملفوظ دوسرے ملفوظ کی وضاحت کرتا ہے، اس لیے بھی بعض ایسے ملفوظات باقی رکھے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان قیمتی ملفوظات سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

محتاجِ دعا

محمد جابر بن عمر بادرپوری

استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ

۱۲/صفر المظفر/ ۱۴۳۹ھ

مطابق: ۲/نومبر/ ۲۰۱۷ء

تقریظ

از: حضرت اقدس مولانا محمد سلمان صاحب مظاہری مدظلہ العالی

(ناظم: مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علی رسولہ الکریم......أما بعد

عزیزم مولوی محمد جابر سلّمہٗ گجرات کے ایک صالح نوجوان، مظاہر علوم کے فضلاء فارغین میں سے ہیں اور گجرات کے ایک بافیض دینی اِدارے میں خدماتِ دین انجام دے رہے ہیں، انہوں نے اپنی تعلیمی زندگی میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ ایک معتد بہ وقت اپنے اور ہمارے اُستاذ، شیخ و مربی، اُستاذ الاساتذہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں گزارا اور تعلیم کے ساتھ تربیت کے اسباق بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ سے پڑھے۔

اس دوران انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ اہم کام انجام دیا کہ اپنے شیخ کے اِفادات، اِرشادات و ملفوظات کو قلم بند کرلیا، جو آنے والوں کے لیے ایک بڑا قیمتی علمی و اِصلاحی سرمایہ ہے۔

مجھے یہ معلوم ہوا تو مسرّت ہوئی کہ انہوں نے اس کو شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے، مشائخ کے ملفوظات وارشادات کو جمع کرنے اور شائع کرنے کا معمول قدیم زمانے سے ہے اور وہ فیض رَسانی اور استفادہ کے اعتبار سے خود صاحبِ ارشاد شیخ کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اِس مبارک خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قارئین کو خوب استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط

محمد سلمان

(ناظم: مدرسہ مظاہر علوم، سہارن پور)

مؤرخہ: ۱۷/صفر المظفر/ ۱۴۳۹ھ

تقریظ

از: شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی دامت برکاتہم

(خلیفۂ اجل شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نوّر اللہ مرقدہٗ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی، وَ سَلاَمٌ عَلیٰ عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی، أما بعد……

عزیزم مفتی جابر سلّمہٗ (استاذ جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ، ضلع بھروچ) ہمارے حضرت شیخ مربی و مرشدیؒ کے شاگرد اور خادمِ خاص رہے ہیں، رمضان المبارک کا بہت سا وقت حضرتؒ کے پاس گزارا ہے، حضرتؒ کے پاس جب بھی ان کی حاضری ہوتی تھی تو حضرتؒ کے درد بھرے الفاظ جو آپؒ محبت اور پیار بھرے طریقے سے اِرشاد فرماتے تھے ان کو جمع کرتے رہتے تھے، تا کہ اپنی ذات، امت اور خصوصاً مجھ جیسے ناکارہ کی اصلاح کے کام آسکے، ان ملفوظات کی طباعت سے قبل مفتی جابر صاحب نے مجھ سے کہا کہ کچھ لکھ دیں، بڑوں پر کچھ نہیں لکھا جاتا، وہ خود ایک آئینہ ہوتے ہیں جو اپنے قلب نورانی کے ذریعہ لوگوں کو راستہ بتاتے ہیں، وہ خود ایک عطر ہوتے ہیں جو مہکتا رہتا ہے اور لوگوں کو معطر کرتا رہتا ہے، خصوصاً ہمارے حضرت والاؒ اُسوۂ نبی ﷺ میں مکمل طور پر ڈھلے ہوئے تھے، آپؒ کی زاہدانہ زندگی ایک نمونہ تھی، آپؒ اصحابِ صفہ کے نمونہ تھے، جن کے بارے میں کہا گیا: ”أَعۡمَقُھُمۡ عِلۡمًا وَ أَقَلُّھُمۡ تَکَلُّفًا وَ أَبَرُّھُمۡ قُلُوۡبًا“ ہمارے حضرتؒ بھی اس کے مصداق تھے، آپؒ کی ہر ادا میں اتباعِ سنت نمایاں تھی، آپؒ خود بھی سنت پر عمل پیرا تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت فرماتے تھے۔

حضرتؒ سے متعلق لکھنا میری ہمت سے باہر ہے، لیکن بار بار کے اِصرار پر چند جملے لکھے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرتؒ کے ملفوظاتِ عالیہ سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرتؒ کو اعلیٰ علیین میں عالی مرتبہ نصیب فرمائے، آمین۔

محمد حنیف لوہاروی
جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ
۱۲/صفر المظفر/۱۴۳۹ھ
مطابق: ۲/نومبر/۲۰۱۷ء

تقریظ

از: شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب ٹنکاروی دامت برکاتہم

(خلیفۂ اجل شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوری نوّر اللہ مرقدہٗ)

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علی رسوله الکریم، أما بعد......

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿یٰٓأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾

بقول حضرت الاستاذ مولانا سید ابرار احمد صاحب دھولیویؒ ''جہاں اہل سیاست و لیڈران کی آمد ہوتی ہے وہاں راستے بدل جاتے ہیں اور جہاں اہل اللہ واہل دِل کی آمد ہوتی ہے وہاں راستہ چلنے والے بدل جاتے ہیں۔''

واقعی اللہ تعالیٰ نے ان کی صحبتِ کیمیا اثر اوران کی لسانِ فیض ترجمان میں وہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کی مجلس میں بیٹھنے والا اوران کی باتیں سننے والا اپنی زندگی میں عجیب انقلاب محسوس کرتا ہے، اس کے دل کی دُنیا آباد ہوجاتی ہے اورعلم وعمل کے برگ وبار کی آمد شروع ہو جاتی ہے۔

سچ کہا ہے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء — بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریاء

چنانچہ کیسے بگڑے لوگ ان کی صحبت میں سنور گئے اور ہادی ورہبر بن گئے، دلوں کی سرد پڑی اَنگیٹھیاں ان کے اَنفاسِ قدسیہ کی برکت سے نورِ معرفت اورعشق الٰہی سے گرما گئیں۔

پھر ان صحبت یافتہ لوگوں نے ان حضرات سے جہاں خود استفادہ کیا وہیں آئندہ نسلوں کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے ان حضرات کے سینوں سے برآمد ہونے والے دُررِ بے بہا و گنجہائے گراں مایہ کو سفینوں میں منتقل کرنے کی کوشش بھی کی۔

اس سلسلۃ الذہب کی پہلی کڑی حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس جماعت ہے، جس نے اپنے نبی ﷺ سے وہ دلچسپی لی جس کی نظیر انبیاءِ سابقین کی امتوں میں نایاب ہے، ان حضرات نے نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور احوال حتیٰ کہ تقریرات تک کو محفوظ کرلیا اور احادیث مبارکہ کا زبردست ذخیرہ امت کے حوالہ فرمادیا۔

ان حضرات نے حضور ﷺ کے سراپائے مقدس کو بیان فرمایا تو اس انداز سے کہ شیریں و فرہاد اور لیلیٰ و مجنوں کے عشق و محبت کی داستانیں اس کے سامنے پھیکی معلوم ہوتی ہیں، جس کی تفصیل کا نہ موقع ہے نہ ضرورت، شمائل کی کتابیں اس کی شاہد عدل ہیں۔

یہ سلسلہ چلتا رہا، پھر صحابۂ کرامؓ سے تابعین و اتباعِ تابعین اور ان کے تلامذہ نے ان کے اقوال و افعال کو جمع فرمایا، جو کتاب وسنت کی شرح بنتے چلے گئے اور کتاب وسنت کی سب سے بہتر و مستند شرح قرار پائے، یہ طریقہ الیٰ یومنا ہٰذا جاری وساری ہے، چنانچہ ماضی قریب میں ہمارے اسلافِ کرام علماءِ سہارن پور و دیو بند ادام اللہ فیوضہم علینا کے دروس و مواعظ، مکاتیب و ملفوظات جو کتاب وسنت کے صحیح ترجمان ہوا کرتے تھے ان کے باتوفیق شاگردوں نے جمع کیے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بہترین زادِ راہ فراہم فرمایا۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی پیش نظر مجموعۂ ملفوظات ہے، جو دراصل شیخنا و سندنا امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ کی لسانِ فیض ترجمان سے صادر ہونے والے کلماتِ طیبات ہیں، جو آپؒ نے مختلف مجالس و مواقع میں امت کی اصلاح و تربیت کی خاطر ارشاد فرمائے ہیں، جن کو حضرت والاؒ

کے محبّ صادق، تلمیذ رشید اور مرید باصفا جناب مفتی محمد جابر صاحب پالن پوری زید مجدہٗ نے جمع فرمایا ہے، حضرت والاؒ کی حین حیات ہی میں انہوں نے یہ مجموعہ حضرتؒ کی خدمت میں نشر واشاعت کی اِجازت طلب کرنے کی غرض سے پیش کیا تھا؛ مگر حضرت والاؒ پر چوں کہ عامۃً عاجزی، انکساری اور کسر نفسی کا غلبہ رہتا تھا، لہٰذا اس وقت یہ فرما کر حضرتؒ نے ان کو روک دیا کہ ''بھائی! میرے کیا ملفوظات؟ ملفوظات تو حضرت تھانویؒ کے ہیں۔'' چنانچہ ''نبراس الساری شرحِ بخاری'' کی اس قدر تاخیر کی بھی یہی وجہ رہی، پھر جب ارادہ بھی کیا اور شروع فرمایا تو بار بار یہی فرماتے کہ ''بھائی! نیت یہی ہے کہ کسی طالب علم کو اس سے کچھ فائدہ ہو جائے۔'' کبھی فرماتے: ''اللہ پاک قبول فرمالیں تب ہے، ورنہ کیا ہے؟'' اور یہ کہتے ہوئے آپؒ پر گریہ طاری ہو جاتا۔

اب جب کہ حضرت والاؒ دنیا سے رُخصت ہو گئے تو حضرتؒ کے متعلقین نے جہاں حضرت والاؒ کے باقی ماندہ علمی سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کیا وہیں آپؒ کے جمع کردہ ان ملفوظات کی نشر واشاعت کا بھی ارادہ کیا، کہ آئندہ آنے والے اصلاح وتربیت کے شائقین کو اس سے نفع ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ، نیز یہ مجموعہ حضرت والاؒ کے اندازِ اصلاح و تربیت اور فکر ونظر کا آئینہ دار ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جناب مفتی جابر صاحب زید مجدہٗ کی طرح دیگر حضرات نے بھی اس طرح کے کچھ مجموعے محفوظ کیے ہیں، ان سبھی حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے طور پر ان کی نشر و اشاعت کی کوشش کریں۔

جناب مفتی جابر صاحب زید مجدہٗ خصوصاً حضرت والاؒ کے جمیع متعلقین کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے بڑی جانفشانی وعرق ریزی سے اس ذخیرہ کو محفوظ کیا، محفوظ رکھا اور نشر واشاعت کی منزل تک پہنچایا، اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی کو قبول فرمائے، اس

کوقبولیت عند اللہ ومقبولیت عند الناس حاصل ہو، اور صرف حضرت والاؒ کے متعلقین ہی نہیں؛ بلکہ پوری امت کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے، اور حضرت والاؒ کے جو منصوبے ناقص رہ گئے ہیں خاصۃً ''نبراس الساری شرحِ بخاری'' کی تکمیل کے فیصلے فرمائے، جو لوگ اس خدمت ومحنت میں لگے ہوئے ہیں ان کی بھرپور نصرت فرمائے اور حضرت والاؒ کو جمیع متعلقین وامت کی طرف سے جزاءِ خیر عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آمین۔

و صلّی اللّٰہ علی سیدنا و مولانا محمد و علی آله و أصحابه و أتباعه و ذرياته و أهل بيته و علماء أمته و محبيه أجمعين، و بارك و سلّم تسليما كثيرا.

فقط

یکے از تلامذۂ شیخ الحدیثؒ

محمد یوسف ٹنکاروی

۱۳/صفر/۱۴۳۹ھ

مطابق: ۳۰/نومبر/۲۰۱۷ء

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر سوانح

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

حضرتؒ کا خاندان:

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحبؒ کی ولادت ''چوکیہ'' نامی گاؤں میں ہوئی، جو ضلع جون پور میں ہے، چار پشتوں سے آپؒ کا خاندان یہاں آباد ہے، آپؒ کے جدامجد ''گھاموں شیخ'' سلطان پور سے یہاں آئے تھے، (سلطان پور چوکیہ سے تقریباً سو کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے) ان کے ایک بیٹے تھے، جن کا نام ''حُبّہ'' تھا، ان کے پانچ بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑے جہاں گیر شیخ تھے، دوسرے حیدر علی، تیسرے امیر علی، (جو ''امیرن'' سے مشہور تھے) چوتھے شیر علی اور پانچوے چراغ علی تھے، ان میں چوتھے نمبر کے شیر علی حضرتؒ کے دادا تھے، جنہوں نے دو شادیاں کی تھیں، پہلی عورت جن سے شادی ہوئی تھی ان کا نام ''امۃ النساء'' تھا، ان کی وفات کے بعد ''ثمینۃ النساء'' سے شادی کی، ثمینۃ النساء سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، جو حضرتؒ کی پھوپھی ہوتی ہیں، ان کا نام ''مفید النساء'' تھا، امۃ النساء سے محمد شبیر پیدا ہوئے، یہ حضرتؒ کے والد تھے، انہوں نے ''عمدۃ النساء'' نامی

عورت سے شادی کی تھی، عمدۃ النساء جناب شعیب علی صاحبؒ کی بیٹی تھیں، جو بارا کلاں گاؤں کے رہنے والے تھے، بارا کلاں کھیتا سرائے کے قریب چوکیہ سے سات یا آٹھ کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، حضرتؒ کی نانی جو''ملاحت'' کے نام سے مشہور تھیں، دُبایا گاؤں کی تھیں، دُبایا چوکیہ سے پچیس کیلو میٹر کے فاصلہ پر ہے، انہوں نے پہلی شادی حضرتؒ کے حقیقی نانا جناب شعیب علیؒ سے کی تھی، جن کی وفات حضرتؒ کی والدہ کی ولادت سے پہلے ہوگئی تھی، ان کی وفات کے بعد حضرتؒ کی نانی نے جناب امیر علیؒ سے شادی کی، جو حضرتؒ کے حقیقی نانا نہیں تھے؛ بلکہ حضرتؒ کے دادا کے بھائی تھے، حضرتؒ ان کو ساری عمر حقیقی نانا کا مرتبہ واحترام دیتے رہے، اور وہ بھی حضرتؒ کے ساتھ حقیقی نانا جیسا ہی سلوک فرماتے تھے۔

حضرتؒ کے والد ماجدؒ:

آپؒ کے والد صاحبؒ کا اسم گرامی محمد شبیر تھا، جو انگریزی تعلیم یافتہ تھے، سنگاپور میں ایک جرمن کمپنی کے منیجر تھے، جب حضرتؒ کی والدہ کی وفات ہوگئی تو اپنے گاؤں آئے اور یہاں آکر وہ بیمار ہوگئے، دوبارہ سنگاپور نہیں جا سکے، پھر انہوں نے یہاں کھیتی کا کام شروع کر دیا، یہی ان کا کاروبار ہوگیا، جس سے بمشکل گذر بسر ہوتا تھا، حضرتؒ کے والدؒ گاؤں میں ایک دینی حمیت رکھنے والے اور بدعات ورسوم سے دور رہنے والے انسان تھے، ان کی وفات ۱۹۸۷ء میں ہوئی، ان کی دو ہی اولاد تھیں، وفات کے وقت حضرتؒ وہاں موجود تھے، وفات سے کچھ پہلے حضرتؒ نے اپنے چھوٹے بھائی ایوب سے فرمایا کہ''تم نے کچھ دیکھا؟'' انہوں نے کہا:''نہیں، حضرتؒ نے فرمایا:''ارے! تم نے نہیں دیکھا کہ ابھی ایک نور آیا اور چلا گیا۔'' اس کے بعد حضرتؒ کے والد صاحبؒ کی وفات ہوگئی، ان کی نمازِ جنازہ حضرت اقدس مرشد امت مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوریؒ نے پڑھائی۔

حضرتؒ کی والدہ ماجدہؒ:

آپؒ کی والدہ صاحبہؒ کا اسم گرامی عمدۃ النساء تھا، جو گاؤں میں ''دتّن'' کے نام سے مشہور تھیں، بہت ہی نیک خصلت اور صوم وصلوٰۃ کی پابند خاتون تھیں، بلکہ ابھی تک گاؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپؒ کی والدہ جیسی نیک طبیعت کوئی اور عورت گاؤں میں نہیں ہوئی، بہت ہی کم عمر پائی، تقریباً پچیس سال سے کچھ زائد عمر پا کر ٹی. بی. کے مرض میں وفات پائی، اس وقت حضرتؒ کی عمر پانچ سال اور دس ماہ تھی، اور حضرتؒ کے بھائی جن کا نام ایوب ہے، ان کی عمر ڈیڑھ سال تھی۔

حضرتؒ کا وطن:

حضرتؒ کا وطن مشرقی یو. پی. کے ایک معروف ومشہور ضلع جون پور کا ایک گاؤں ہے، جون پور کبھی ''شیرازِ ہند'' کہلاتا تھا، حضرتؒ کا گاؤں جون پور سے کھیتا سرائے وشاہ گنج کو جانے والی سڑک پر شہر سے چند کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے، جو''چوکیہ'' کے نام سے جانا جاتا ہے، اس کے قریب بلکہ متصل گورینی ہے، جہاں مشرقی یو. پی. کا ایک معروف وبافیض اِدارہ ضیاء العلوم ہے، جس کو حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ نے قائم فرمایا تھا، اب تو کافی کچھ ترقی ہو جانے کے سبب حضرتؒ کا گاؤں اور گورینی سب شاہراہ پر ہیں، گاؤں میں تقریباً دوسو گھر ہیں، ورنہ پہلے حضرتؒ کا گاؤں چھوٹا سا تھا، حضرتؒ نے خود فرمایا ہے کہ

> ''ہمارے مختصر سے گاؤں میں مسلمانوں کی آبادی زیادہ سے زیادہ چند مکانات پر مشتمل تھی، علاقہ میں عموماً جہالت تھی، لیکن لوگ صحیح العقیدہ تھے اور دینی رجحان رکھتے تھے، اس زمانے میں دین داری کے نام پر تعزیہ داری اور مولود خوانی عام تھی، نہ اس کو عیب سمجھا جاتا تھا اور نہ ہی بدعت، گاؤں سے یہ دونوں چیزیں بتدریج ختم ہوگئیں، اس طرح کہ ہمارے دادا کے بڑے بھائی (یعنی حضرتؒ کے نانا) جو امیر علی کے نام سے

مشہور تھے، بچپن ہی سے نمازی اور دین دار تھے، اکثر برما جایا کرتے تھے، وہاں ان کا ایک بزرگ سے اچھا تعلق تھا، جو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کے سلسلہ میں منسلک تھے، ہمارے گاؤں میں پہلے تعزیہ بنتا تھا، جس میں ہمارے خاندان کے لوگ بھی شریک ہوتے تھے، سنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے، مگر ایک مرتبہ نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ سامان توڑ دیا، اور اس بدعت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا، اور میلاد خوانی مرشد امت حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کی آمد و رفت سے ختم ہوئی۔''

حضرتؒ کی ولادت:

حضرتؒ کی ولادت ۲۵/ رجب المرجب/ ۱۳۵۶ھ مطابق: ۲/ اکتوبر/ ۱۹۳۷ء بروزِ شنبہ صبح سات بجے چوکیہ میں ہوئی، آپؒ کا نام محمد یونس رکھا گیا۔

حضرتؒ کا بچپن اور گاؤں کا حال:

اللہ تعالیٰ کے پیاروں اور لاڈلوں کے بچپن کی بھلی ادائیں اور حرکتیں جب سنتے اور پڑھتے ہیں تو دل میں ایک عجیب کیفیت و لذّت پیدا ہوتی ہے، یہاں حضرتؒ ہی کے تحریر کردہ حالات میں سے تین قصے اور دو شنیدہ قصے نقل کیے جا رہے ہیں، حضرتؒ فرماتے ہیں:

(۱) ''میں گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نو سال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب کلاس میں موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر بعد ہم نے دیکھا کہ ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا ہے، جسے دفن کیا جانے لگا، ہم نے سب بچوں سے کہا کہ ''ہم نے نمازِ جنازہ نہیں پڑھی ہے، جلدی سے سب وضو کرو،'' سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز پڑھائی، پھر معلوم نہیں کیا ہوا، دوبارہ پڑھائی، یا سہ بار پڑھائی، یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا، جو اس وقت گاؤں کے باہر ایک شخص کی عمارت میں تھا، جہاں اس کے بیل اور مزدور بھی رہتے تھے۔''

(۲) حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے: ''مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد ہے کہ جب میری عمر نو یا دس سال تھی، میں بچوں کے ساتھ مل کر مولود کی مجلس قائم کرتا تھا، ہماری بیل گاڑی پر ہم تین چار بچے جمع ہوتے، ان میں ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے، پڑھتے کیا؟ صرف کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھ لیتے، پھر گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ سب مل کر کھالیتے، اور اس طرح مجلس برخاست ہوجاتی!''

(۳) ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا، ہم سب سے پہلے غسل کر کے مسجد پہنچ جاتے اور خطیب صاحب کی نقل اُتارا کرتے، ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہیں تھے، گاؤں کے بڑے بوڑھے موجود تھے، ان میں میرے نانا بھی تھے، میری عمر اس وقت تقریباً نو یا دس سال کی ہوگی، موجود لوگوں میں کوئی زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا، صرف قرآن شریف پڑھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے، حضرت عمرو بن سلمہؓ کی طرح (جن کا بچپن میں امامت کا قصہ بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے) ہم بھی اس وقت ان میں سب سے بڑے پڑھے لکھے شمار ہوتے تھے، ایک صاحب نے حکم فرمایا کہ ''چل منبر پر اور خطبہ پڑھ'' ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا، ایک جگہ تھوڑی سی اٹک ہوئی، بقیہ الحمدللہ صاف ہی پڑھ لیا، نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی، ہماری نانی صاحبہؒ اور دیگر اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے، مگر مجھے خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا۔''

(۴) اسی طرح کئی بار حضرت سے یہ واقعہ سنا کہ ایک مرتبہ ہمارے گاؤں میں ایک بزرگ آئے، انہوں نے اپنے بیان میں بہترین طرز کے ساتھ "زمّلونی" والی حدیث پڑھی، میں اس وقت چھوٹا سا تھا، مسجد سے باہر نکلتے ہی میں نے "زمّلونی، زمّلونی" پڑھنا شروع کر دیا، لوگ تعجب کرتے تھے کہ چھوٹا سا لڑکا کیا پڑھ رہا ہے؟ بچو! اللہ تعالیٰ نے کرم فرما دیا کہ "زمّلونی" والی حدیث بار بار پڑھانے کی توفیق عطا فرمادی۔'' (یہ بخاری شریف کی پہلی حدیث ہے)۔

میری طلب بھی اُسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں، اُٹھائے جاتے ہیں

(۵) نیز حضرتؒ نے اپنے بچپن کا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ ''جب میں چھوٹا سا تھا تو گاؤں میں کوئی مرنے کے قریب ہوتا تو میں اس کو کلمہ کی تلقین کرتا، توبہ کراتا، بچو! مجھے بچپن میں سب کو جنتی بنانے کی فکر رہتی۔''

حضرتؒ کے بچپن کے ابتدائی دور میں گاؤں میں کسی طرح کا کوئی تعلیمی اِدارہ نہیں تھا، نہ مکتب تھا نہ اسکول، کسی کو پڑھنا ہوتا تو وہ علاقہ کے دیگر اسکولوں اور مکاتب کا رُخ کرتا، حضرتؒ کے مکتب جانے کا قصہ آپؒ ہی کی تحریر کے مطابق نقل کیا جا رہا ہے:

''ابتدا میں جب میری عمر چھ یا سات سال کے مابین ہوگی اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہو گیا تھا، اور میں نانی کے پاس رہتا تھا، وہ چھوٹے ماموں کو مکتب بھیجنے کے لیے مار رہی تھیں، میرے منہ سے نکل گیا کہ ''ہم بھی پڑھنے جائیں گے'' اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل کی دوری پر ایک مکتب تھا، جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیج دیے گئے، مگر راستہ میں تھک گئے، تو ماموں نے کندھے پر اُٹھا لیا، تھوڑی دیر بعد اُتار دیا، اسی طرح کبھی اُٹھا لیتے اور کبھی اُتار دیتے، اور راستہ قطع ہو گیا، مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا، صرف کھیل کود ہی کام تھا، پھر ایک اور مکتب میں داخل ہوا، وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا، پھر ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا بھی پڑھنا چھوٹ گیا، پھر کچھ دنوں بعد ہمارے گاؤں میں ایک پرائمری اسکول قائم ہو گیا، اس میں ہم بھی جانے لگے، درجۂ دوم تک وہاں پڑھا، پھر درجۂ سوم کے لیے مانی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا، درجۂ سوم کی تکمیل کے بعد والد صاحبؒ نے یہ کہہ کہ چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا۔

اسی درمیان ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ ''میں اپنے طور پر ہندی کی ایک کتاب پڑھ رہا تھا، اس میں لکھا ہوا تھا: ''طوطا رام رام کرتا ہے'' والد صاحبؒ نے مجھے یہ پڑھتے ہوئے سنا تو فرمایا: ''کتاب رکھ دو، بہت پڑھ لیا''، اس کے بعد دو سال تک تعلیم کی چھٹی رہی، بظاہر اسی درمیان یہ اتفاق ہوا کہ گاؤں کے ایک مولوی نور محمد صاحبؒ سے تعلیم الاسلام کا کچھ حصہ پڑھا، پھر وہ پاکستان چلے گئے تھے، یہ مولوی صاحبؒ حضرتؒ کے گاؤں کے اوّلین شخص تھے جنہوں نے مانی کلاں کے مدرسہ ضیاء العلوم میں تعلیم حاصل کی تھی۔

ابتدائی تعلیم:

حضرتؒ کی تحریر کے مطابق تیرہ سال کی عمر میں آپؒ ضیاء العلوم میں داخل ہوئے، اولاً ابتدائی فارسی سے سکندر نامہ تک تعلیم ہوئی، اس کے بعد ابتدائی عربی سے مختصر المعانی، مقامات، شرحِ وقایہ اور نور الانوار تک کی تعلیم وہیں حاصل کی، عربی کی اکثر کتابیں حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب فیض آبادیؒ سے پڑھیں، شرحِ جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحبؒ سے پڑھی، پھر اتفاق یہ ہوا کہ اگلے سال جماعت ٹوٹ گئی، تو جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ نے اگلے سال انہیں آخری کتابوں میں داخل کر دیا اور سب کتابیں خود پڑھائیں۔

ضیاء العلوم مانی کلاں میں حضرتؒ کی تعلیم کا سلسلہ ۱۳۷۷ھ تک چلا، آخری مرحلہ تک تعلیم میں تاخیر کچھ اس وجہ سے ہوئی کہ مدرسہ میں داخلہ کے لیے بہت تاخیر سے آئے، تقریباً تیرہ سال کی عمر میں داخلہ لیا، علاوہ ازیں چوں کہ صحت بھی کچھ ٹھیک نہیں تھی، اس لیے امراض کی کثرت کی وجہ سے بار بار وقفہ ہوتا رہا، ۱۳۷۷ھ کے شوال میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحبؒ نے اعلیٰ تعلیم کے لیے مظاہر علوم سہارن پور بھیج دیا، جب کہ حضرتؒ کی عمر بائیس سال ہو چکی تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرتؒ نے مانی کلاں میں دس سال (یعنی

۱۳سال کی عمر سے ۲۲ سال کی عمر تک) پڑھا، واضح رہے کہ حضرتؒ کا سن ولادت ۱۳۵۵ھ ہے، اس حساب سے ۱۳۷۷ھ تک یہ عمر ہوتی ہے۔

مانی کلاں میں تعلیمی سلسلہ ابتداءً روزانہ گھر سے آتے جاتے ہوئے رہا، جو چوکیہ سے تین میل کی دوری پر واقع ہے، حضرتؒ سے گھر کا کام بھی لیا جاتا، اور گھر کا ماحول ومزاج زیادہ پڑھنے کا نہیں تھا، مگر حضرتؒ کا ذوق تو پوری طرح پڑھنے ہی کا تھا، حضرتؒ نے خود فرمایا کہ ''والد صاحبؒ وغیرہ کچھ اور چاہتے تھے اور میں کچھ اور۔'' بہرحال مانی کلاں تک روزانہ چل کر آنے جانے میں اور گھریلو کام کی وجہ سے مدرسہ پہنچنے میں مسلسل تاخیر ہوتی رہتی تھی، مدرسہ دیر سے پہنچتے تو اساتذہ ناراض ہوتے، مدرسہ سے گھر کو دیر سے چلتے تو راستہ میں پریشانی ہوتی، دیہات کا راستہ تھا، جس میں بڑی بڑی گھاس ہوتی، اور حشرات الارض کا بھی خطرہ رہتا، حالانکہ آنا جانا دیگر رُفقاء کے ساتھ تھا، مگر جب حضرتؒ واپسی میں تنہا ہوتے تو بہت پریشان ہوتے۔

بے کوشش و بے جُہد ثمر کس کو ملا ہے؟
بے غوطہ زنی گنجِ گہر کس کو ملا ہے؟

مدرسہ جانے والے رُفقاء میں ایک صاحب ''رفیق'' نامی تھے، جو سب میں بڑے تھے، حضرتؒ کی کم عمری اور کمزوری کی وجہ سے وہ حضرت کا بہت خیال رکھتے تھے، راستہ میں کچھ دیر دوڑاتے، پھر ایک دوسرے ساتھی کے ساتھ مل کر دونوں طرف سے حضرتؒ کے ہاتھ کو پکڑ کر اُٹھا کے چلتے، پھر کچھ دیر بعد چھوڑتے اور کہتے کہ دوڑو۔

ایک مرتبہ حضرتؒ کو مدرسہ میں شدید بخار آ گیا، تو رفیق صاحب حضرتؒ کو لاد کر گھر تک لائے اور حضرتؒ کو پورے راستہ میں پتہ نہیں چلا، بارش کے زمانے میں مدرسہ سے واپسی ہوتی تو رفیق صاحب آگے آگے چلتے، ''قل ہو اللہ'' پڑھتے اور کہتے کہ ''پیچھے پیچھے

چلے آؤ، اللہ میاں ہمرے ساتھ ہے۔'' (پوربی زبان میں ہے، جو حضرتؒ کے علاقہ میں بولی جاتی ہے۔ازمرتب)

روزانہ آمدورفت کی پریشانی اور اس کی وجہ سے تعلیمی نقصان کے پیش نظر ایک دن حضرتؒ نے اپنے ذوق ومزاج کے مطابق گھر کے مزاج کے خلاف ایک بڑا فیصلہ کرلیا، وہ یہ کہ پڑھنا ہے تو مدرسہ میں رہ کر پڑھنا ہے، چنانچہ ایک دِن شام کو اسی ارادے سے مدرسہ پہنچے اور حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے پاس جا کر عرض کیا کہ ''حضرت! اب میں یہیں آ گیا ہوں، مولاناؒ نے ایک برآمدہ میں لیٹنے کو فرمایا، موسم سردی کا تھا اور حضرتؒ کے پاس بس ایک ہلکی سی چادر تھی، اسی میں کام چلا لیا، دو تین دن اسی حال میں گزر گئے، تو والد محترم نے حضرتؒ کے بھائی صاحب سے فرمایا کہ ''جاؤ! اس کو لحاف دے آؤ، اب وہ نہیں آئے گا۔'' اس طرح آپؒ کی تعلیم میں اب دل جمعی اور مزید باقاعدگی آ گئی، اگرچہ بیماریوں کی وجہ سے ناغہ ہوتا رہا۔

مانی کلاں کے زمانہ میں ایک خاص بات یہ ہوئی کہ حضرتؒ کو حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب فیض آبادیؒ کی صورت میں ایک ایسا بافیض اُستاذ اور مردم شناس ومردم ساز مربی ملا کہ جس نے روزِ اوّل سے اس جوہر کو پہچانا، پھر اپنے زیر سایہ رکھ کر بتدریج تراش خراش کا کام کر کے حضرتؒ کی صلاحیتوں کو نکھار کر اس بلند وبالا مقام تک پہنچایا کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ؎

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے پھول اکبر پتوں میں نہاں ہو کر؟

حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ حضرت کے ہر حال، ذوق ومزاج اور ضعف وصحت سے خوب واقف تھے، اور سب چیزوں کی خوب رعایت بھی کرتے، شروع سے

حضرتؒ کو اپنی خصوصی عنایتوں اور شفقتوں کے سایہ میں رکھا، ہر قدم اور ہر مرحلہ میں حضرتؒ کی ہمت افزائی کرتے رہے، جس سے حضرتؒ کے علمی ذوق کو مزید جلا ملی۔

حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ مدرسہ کے ذمہ دارِ اعلیٰ تھے، حضرتؒ پر ان کی بھی بہت شفقتیں تھیں، مگر ان کے دیگر مشاغل بھی تھے، اور مولانا ضیاء الحق صاحبؒ جو حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحبؒ کے ماموں زاد بھائی ہوتے تھے وہ مدرسہ اور تعلیم و تربیت کے لیے یکسو تھے، اس لیے ان کی توجہ خاص کی بنا پر حضرتؒ کا سابقہ ان سے زیادہ رہا، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ حضرتؒ اس دور کے اپنے حالات میں بکثرت مولاناؒ کا ذکر کبھی صرف لفظ ''مولانا'' سے اور کبھی ''مولانا ضیاء صاحب'' سے فرماتے، گھر کے ماحول اور اپنے مزاج کی کش مکش کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ حضرتؒ نے فرمایا کہ ''آخر مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کا سایہ مل گیا، نہ جانے کیسے انھوں نے سمجھا کہ یہ چل جائے گا، آپؒ میری بہت ہمت افزائی فرماتے۔'' نیز حضرتؒ اکثر فرماتے کہ ''مولانا ضیاء الحق صاحبؒ جس بچے کے بارے میں فرماتے کہ یہ پڑھ لے گا، تو وہ پڑھ لیتا، اور جس طالب علم کے بارے میں فرماتے کہ یہ نہیں پڑھے گا، تو وہ نہ پڑھ پاتا۔'' الغرض حضرتؒ کو مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کی شفقتوں و عنایتوں کا پوری زندگی خیال رہا۔

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں، کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
تیرا ہاتھ ہاتھ میں آ گیا، تو چراغ راہ کے جل گئے

مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ:

مانی کلاں کے مدرسہ سے تعلیم پوری ہونے کے بعد مرشد الامت حضرت اقدس مولانا عبدالحلیم صاحب جون پوریؒ اور دیگر اساتذہ کی رائے مظاہر علوم میں داخلہ لے کر تعلیم مکمل کرنے کی ہوئی، چنانچہ حضرتؒ شوال المکرّم/ ۱۳۷۷ھ مطابق: مئی/ ۱۹۵۸ء میں چند

طلبہ کے ساتھ مظاہر علوم سہارن پور آئے، پہلے سال جلالین شریف، ہدایہ اوّلین اور میبذی پڑھیں، سال دوم میں بیضاوی شریف، مشکوٰۃ المصابیح، ہدایہ ثالث اور سلم العلوم وغیرہ مکمل کیں، تیسرے سال یعنی شوال المکرّم/ ۱۳۷۹ھ سے شعبان المعظم/ ۱۳۸۰ھ مطابق: اپریل/ ۱۹۶۰ء سے فروری ۱۹۶۱ء تک دورۂ حدیث شریف کیا۔

حضرتؒ نے بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے، ابوداؤد شریف حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم اعلیٰؒ سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خانؒ سے اور ترمذی ونسائی حضرت مولانا امیر حسن صاحبؒ سے پڑھ کر دورۂ حدیث شریف مکمل فرمایا۔

جس سال حضرتؒ فارغ التحصیل ہوئے اس سال اکیاون (۵۱) طلبہ نے مظاہر علوم سے سند فراغت حاصل کی، آپؒ نے اوّل نمبر سے کامیابی حاصل کی۔

2

طلبِ علم میں یکسوئی:

جب حضرتؒ ۱۳۷۷ھ میں مظاہر علوم تکمیل تعلیم کے لیے آئے تو اس وقت سے بارہ سال تک اپنے وطن تشریف نہیں لے گئے، نہ رمضان کی چھٹی میں گئے، نہ عید کی، بلکہ یکسوئی کے ساتھ حصولِ علم میں منہمک رہے، آپؒ پوری طرح علم ہی کے ہو کر رہ گئے، آپؒ کو حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ حصولِ علم کے سلسلہ میں تشبیہ دینے میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ گویا آپؒ بھی بالواسطہ آستانۂ رسول ﷺ پر پڑے رہتے تھے، حالانکہ آپؒ زمانۂ طالب علمی میں سخت ترین حالات سے بھی دوچار ہوئے، لیکن کبھی اپنے گھر کا رُخ نہیں کیا۔

ایک عمر گزاری ہے سیرِ مقتل
ہم کونسے لمحے سرِ دار نہیں تھے؟

اس کا ایک واقعہ شاہد ہے، جسے حضرتؒ ہی کے الفاظ میں نقل کیا جا رہا ہے:

’’میں مسلسل بیمار رہتا تھا، مظاہر علوم آنے کے چند دِن بعد نزلہ اور بخار ہو گیا، پھر منہ سے خون آ گیا، حضرت اقدس ناظم (مولانا اسعد اللہ) صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ کا مشورہ تھا کہ میں گھر واپس ہو جاؤں، لیکن میں نے انکار کر دیا، حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ نے بلا کر ارشاد فرمایا کہ ’’جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے، تو گھر چلا جا‘‘ میں نے عرض کیا، جواب تک مجھے یاد ہے کہ ’’حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مر جاؤں گا‘‘ حضرتؒ نے فرمایا کہ ’’بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟‘‘ میں نے عرض کیا کہ ’’حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اُتر ہی جائے گا‘‘ اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ’’پھر پڑا رہ۔‘‘

پھر حضرتؒ وہیں مدرسہ میں رہ گئے اور اسی حالت میں اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا، اس درمیان اِخراجات کبھی والد صاحب اور کبھی چھوٹے بھائی ایوب تین چار مہینے میں بیس روپئے بھیج دیتے تھے، نیز مولانا ضیاء الحق صاحبؒ بھی ارسال فرمایا کرتے تھے، آپؒ کی زیادہ تر کفالت مظاہر علوم میں مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے فرمائی۔

غمِ فرقت و کرمِ الٰہی:

مدارس میں رسمی فراغت ایک ایسا موڑ ہے جہاں آ کر طالبِ علم کی ایک نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، اس لیے فراغت کے بعد ہر طالبِ علم کی دلی خواہش رہتی ہے کہ وہ کسی شعبہ میں خدمت کرے؛ لیکن جو جس لائق ہوتا ہے مسبب الاسباب اس کو وہیں پہنچاتا ہے، کچھ اسی طرح حضرتؒ کے ساتھ بھی پیش آیا، اس کو خود حضرتؒ کی زبانی سنتے ہیں، فرمایا:

> ’’جب فراغت ہوئی تو ہمارے سب ساتھی ایسے تھے کہ ان کی پہلے سے جگہیں متعین تھیں، ہم ہی ایک بے کس و بے بس تھے جسے کوئی پوچھنے والا نہیں تھا، ہم ایسے ہی بے بسی کے عالم میں تھے، ایک دن سوچ رہے تھے کہ کل ہم گھر چلے جائیں گے، عشاء کی

نماز حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ پڑھی (حضرتؒ اس جملہ پر آب دیدہ ہوگئے) حضرتؒ اٹھ کر نفل پڑھنے لگے، میں خوب رویا کہ اب یہ حضرات دیکھنے کو نہیں ملیں گے، میرے پاس اتنی کہاں گنجائش تھی؟ جی بھر کر رولیا، اس کے بعد سنت اور وتر پڑھ کر اپنی جگہ آ گیا، پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ ہی کی زبانی یہ خوش خبری سنائی کہ ہم تمھیں یہاں رکھ لیتے ہیں، شاید میں نے (روانگی کی تیاری کے لیے) اپنی جیب میں صابون بھی رکھ لیا تھا، کہ کل کپڑے دھو کے یہاں سے چلنا ہے۔ بچو! جو کچھ ہوا اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہوا، ورنہ ناچیز عیوب کا مجموعہ اس قابل بھی نہیں تھا کہ پڑھتا اور پڑھاتا، اس کا سب کرم ہی کرم ہے۔“

کیا ہوئے وہ بادِ بیاباں کے پکارے ہوئے لوگ
چاک در چاک گریباں کو سنوارے ہوئے لوگ

مظاہر علوم میں مسندِ تدریس پر:

شوال المکرّم/۱۳۸۱ھ میں حضرتؒ کا معین المدرّس کی حیثیت سے تقرر ہوا، وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرحِ وقایہ اور قطبی زیر تدریس تھیں، اگلے سال بھی یہی کتابیں رہیں، وظیفہ ماہانہ دس روپے ہو گیا، تیسرے سال تیس روپے خشک (بلا طعام) پر تقرر ہوا، اور مقامات و قطبی سپرد ہوئیں، چوتھے سال شوال المکرّم/۱۳۸۴ھ میں ہدایہ اوّلین، قطبی اور اصول الشاشی پڑھانے کی خدمت سپرد ہوئی۔

شیخ الحدیث کے منصب پر:

چوتھے سال ۱۳۸۴ھ ذی الحجہ میں مظاہر علوم کے صدر مدرّس اور حضرتؒ کے محبوب استاذ حضرت مولانا امیر احمد صاحب کاندھلوی نوّر اللہ مرقدہٗ کی وفات کی وجہ سے ترمذی شریف کا سبق جو صدر المدرّسین کی ذمہ داری ہوتا ہے حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ کے

یہاں منتقل ہوا، اور حضرت مفتی صاحبؒ جو مشکوٰۃ المصابیح پڑھا رہے تھے وہ حضرتؒ کے پاس منتقل ہوئی، جسے حضرتؒ نے بہت ہی محنت و تحقیق کے ساتھ پڑھایا، پانچویں سال بھی مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ کتب زیر درس رہیں، چھٹے سال ابوداؤد شریف آپ سے متعلق رہی، جب حضرتؒ نے ان تمام کتابوں کو پوری عرق ریزی اور تحقیق کے ساتھ پڑھانے میں کامیابی حاصل کی تو اس وقت اکابر کے مشورہ سے حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے بخاری شریف ۱۳۸۸ھ میں آپؒ کے سپرد فرمادی، تب سے ۱۴۳۸ھ تک (۵۰ سال) حضرتؒ نے بخاری شریف کا درس دیا۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء.

مؤرخ یوں جگہ دیتا نہیں تاریخ عالم میں
بڑی قربانیوں کے بعد پیدا نام ہوتا ہے

درسِ حدیث کے لئے اہتمام:

حضرتؒ کا درسِ حدیث کے لیے جانے کا انداز بھی نرالا ہوتا تھا، اپنے حجرہ سے نہایت وقار کے ساتھ نکلتے، اکثر لنگی میں رہتے؛ لیکن جب درس میں جاتے تو پائجامہ پہنتے، عَبا اوڑھتے، ہاتھ میں عصا لیتے اور عطر لگا کر کمرہ سے تشریف لے جاتے، پھر یہ دعا کرتے: ”اے اللہ! شرحِ صدر فرما، اے اللہ! ایسی بات کہنے کی توفیق عطا فرما جو طلبہ کے لیے مفید ہو۔“

درس کی بے مثال پابندی:

حضرتؒ اوقات کی خوب قدر کرتے، اوقات کو خوب تول تول کر گزارتے، ایک ایک لمحہ ضائع ہونے سے بچاتے اور اس بات کی کوشش کرتے کہ سبق ناغہ نہ ہونے پائے، اس کی تائید حسبِ ذیل واقعات سے ہوتی ہے:

ایک مرتبہ حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے جنازہ سے فارغ ہو کر دن کے بارہ بجے

تشریف لائے، چونکہ ساری رات بیداری میں کٹی تھی اس لیے طلبہ کی اکثریت یہ گمان کر کے کہ حضرت تشریف نہیں لائیں گے درسگاہ میں حاضر نہیں ہوئی، مگر حضرتؒ تشریف لے آئے، جب حضرت سبق میں آئے تو دیکھا کہ تقریباً ۳۰ طلبہ تھے، فرمایا: ''بھائی! ہمارا کام تو سبق پڑھانا ہے، دس طلبہ ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی طرح حضرتؒ اکثر بیمار رہتے تھے: پھر بھی درس میں آنے کی کوشش فرماتے، ایک مرتبہ جمعہ کی رات (مغرب کے وقت) پیٹ میں سخت درد ہوا، مغرب کی نماز کے بعد مصلّٰی ہی پر سو گئے، شدتِ درد سے جب کچھ اِفاقہ ہوا تو فرمایا: ''ارے بھائی! میں مصلّٰی پر سو گیا ہوں، اسے ہٹاؤ! مصلّٰی پر نہیں سویا جاتا۔'' حضرتؒ ہر قابلِ تعظیم شئے کی تعظیم اور اَدب کرتے تھے، اسی لیے بانصیب بن گئے تھے۔

أَدِّبُوا النَّفْسَ أَيُّهَا الْأَصْحَابُ!
طُرُقُ الْعِشْقِ كُلُّهَا آدَابُ

سبق میں تشریف لانے سے قبل فرمایا کہ ''سبق میں جانا ہے، جابر کو بلاؤ!'' راقم الحروف اس وقت وہاں موجود نہ تھا؛ بلکہ دار الحدیث پہنچ چکا تھا؛ چنانچہ مجھے بلایا گیا، پھر حضرتؒ نے پوچھا کہ ''درس میں آؤں؟'' تو جواباً بندہ نے کہا: ''حضرت! آپ کی جیسی طبیعت ہو'' پھر حضرتؒ نے یہی سوال مولانا طاہر صاحب رائے پوری دامت برکاتہم سے فرمایا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا، پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''میں تو سبق میں جاؤں گا، بچے میرے لیے دعا کریں گے۔'' شیخِ کامل کا اپنے شاگردوں سے پوچھنا یا تو اس مربی و مشفق کی تواضع سمجھئے یا طلبہ کی دل جوئی، اس کے بعد حضرتؒ درس کے لیے تشریف لے گئے، درس باقاعدہ شروع ہوا؛ لیکن آپؒ کی تکلیف میں اضافہ ہوگیا، آپؒ مسند ہی پر لیٹ گئے اور طلبہ سے کہا کہ ''میرے لیے دعا کرو''، لیکن اس متوکل علی اللہ نے سبق نہیں چھوڑا، طلبہ نے نماز ادا کی، پھر دعا کی، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا: ''آؤ! تھوڑا پڑھ لیتے ہیں۔'' کہاں سے

لائیں ایسی مثالیں جنھوں نے اسباق کی پابندی کو ہر حال میں لازم پکڑا۔

جو تھے نوری وہ گئے اَفلاک پر
رہ گئے ہم مثل تلچھٹ خاک پر

کیفیتِ مطالعہ اور کتابوں سے شغف:

حضرتؒ کا مطالعہ کئی کئی گھنٹوں پر مشتمل ہوا کرتا تھا، اس کے بیچ کبھی کسی طرف التفات نہ فرماتے، بس اس میں اس طرح کھو جاتے تھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر معلوم ہوتے، اسی وجہ سے راقم الحروف کو اگر کوئی کام حضرتؒ کے حجرہ سے متعلق ہوتا تو اس کو حضرتؒ کے مطالعہ کے وقت ''مغرب کے بعد'' پورا کر لیتا تھا۔

اور حضرتؒ کے مطالعہ کی کیفیت بھی قابلِ دید ہوتی تھی، جھک کر بیٹھتے، ٹیک نہ لگاتے، کوئی چیز کتاب پر نہ رکھتے، ایک مرتبہ قلم رکھا تو فرمایا: ''میں کتاب پر تو کوئی چیز نہیں رکھنا چاہتا، یہ قلم اس لیے رکھ دیتا ہوں کہ اگر دوسری جگہ رکھ دوں تو مجھے اٹھاتے ہوئے تعب محسوس ہوتا ہے، میرا بدن بار بار اٹھنے کا تحمل نہیں کر پاتا۔'' حضرتؒ ہمیشہ کتابوں میں مشغول رہتے، ہر طرف کتابوں کا ڈھیر لگا ہوا ہوتا تھا، ان ہی کے درمیان اٹھتے بیٹھتے، کتابیں ہی آپ کی دوست تھیں، تنہائی کی مونس اور شب گزاری کا سامان تھیں، گویا کتابیں ہی سب کچھ تھیں، جہاں جاتے ان ہی کو تلاش کرتے۔

سرورِ علم ہے کیف شراب سے بہتر
کوئی رفیق نہیں کتاب سے بہتر

آپؒ درسِ حدیث شریف اور حرمین شریف کے علاوہ سفر نہ فرماتے تھے، حرمین شریفین کے سفر کے وقت جہاں تک آپؒ چلنے پر قادر تھے کتب خانوں میں اپنے ان ہی

ساتھیوں کو تلاش کرتے ، کہ شاید کوئی مونس مل جائے ، جب سکت باقی نہ رہی تو پھر جانا تو موقوف کردیا؛ البتہ کسی اور کے واسطہ سے نئی کتب کے متلاشی رہتے تھے،اسی وجہ سے انگلینڈ میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم سے فرمایا تھا کہ ’’میں نے حدیث شریف کی کوئی چھوٹی بڑی کتاب نہیں چھوڑی جو نہ پڑھی ہو۔‘‘

تین پیشین گوئیاں جو پوری ہوئیں:

(۱) حضرتؒ کے والد صاحبؒ جب سنگاپور سے چوکیہ اپنے گاؤں آئے اس وقت ان پر کسی نے جادو کردیا تھا، جس کی وجہ سے وہ سات سال بستر پر رہے،ان کے مرض کی اطلاع حضرتؒ کی نانی کے چچازاد بھائی شاہ محمد صاحبؒ کو ہوئی، یہ ایک درویش صفت انسان تھے،اکثر حالت جذب میں رہا کرتے تھے،وہ بغرضِ علاج تشریف لائے،اس وقت حضرتؒ کی عمر تقریباً بارہ یا تیرہ سال رہی ہوگی،اس وقت اس درویش صفت بزرگ نے حضرتؒ کے والدؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’تمہارا بیٹا یونس اپنے وقت کا بہت بڑا عالم ہوگا،اس وقت اس جیسا بڑا عالم نہ ہوگا۔‘‘ اور حضرتؒ کے چھوٹے بھائی ایوب کے بارے میں فرمایا کہ ’’یہ کھیتی وغیرہ کا کام کرے گا۔‘‘

(۲) حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے حضرتؒ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ’’ایک وقت آئے گا کہ تمہارا کلام حجت ہوگا۔‘‘

(۳) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے آپؒ کے نام ایک رُقعہ لکھا تھا، جو حسب ذیل ہے:

ابھی کم سن ہیں وہ کیا عشق کی بات جانیں
عرضِ حالِ دلِ بے تاب کو شکوہ سمجھے

ابھی تدریسِ دورہ کا پہلا سال ہے، اوراس سیاہ کار کو تدریسِ دورہ کا اکتالیسواں سال ہے، اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تا دیر رکھے، جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہو گے۔

فقط

زکریا

۲۴/ رجب/ ۱۳۸۷ھ

اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں، چالیس سال بعد پڑھیں۔''

یومیہ معمولات:

نمازِ فجر کے بعد حضرتؒ کے یہاں ذکر کی مجلس لگتی، ذاکرین حضرات (جو عموماً علماء، طلبہ اور کچھ مہمان ہوتے) حجرہ میں جمع ہو کر ذکر میں مشغول ہو جاتے، اور حضرتؒ بھی ہاتھ میں تسبیح لے کر ذکر جہری فرماتے، یہ سلسلہ اِشراق تک رہتا، بوقت اشراق آپؒ چار رکعات ادا فرماتے، اِشراق کی نماز کے بعد کبھی کبھی آپؒ ذاکرین کو نصیحت بھی فرماتے۔

پھر حضرتؒ ناشتہ تناول فرماتے، ناشتہ کیا ہوتا؟ بس ''خمیرۂ گاؤزباں'' (ایک قسم کی دوائی) سے ایک چھوٹا سا چمچ لیتے، اس کے ساتھ ایک فنجان نیم گرم دودھ نوش فرماتے، نیز رات کی بھگوئی ہوئی تین بادام پیس کر ایک چمچ سے کم گھی اور تین چار چمچ دودھ میں ملا کر پکا لیا جاتا، وہ حضرت نوش فرمایا کرتے تھے، یہ معمول سالہا سال رہا، اس سلسلے میں حضرتؒ فرماتے بھی تھے کہ ''ذاکرین اور علماءِ کرام کو اگر اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو قوتِ دماغ کے لیے کچھ نہ کچھ کھانا چاہیے۔''

اگر زیادہ دماغی ہو تیرا کام
تو کھا شہد کے ہمراہ بادام

سردی کے موسم میں اُبالا ہوا ایک دیسی انڈا حضرتؒ کو دیا جاتا، جو کبھی آدھا تناول فرما کر احقر کو دے دیتے، نیز رات سے تقریباً ۲۰ عدد کشمش پانی میں ڈال دی جاتی، وہی پانی حضرتؒ بطورِ نبیذ صبح کو نوش فرماتے، کبھی تقاضہ فرماتے تو ایک فنجان چائے بنائی جاتی، وہ نوش فرمالیتے، یہ حضرتؒ کا عموماً ناشتہ ہوتا، کبھی کبھی کہیں سے ناشتہ تیار ہو کر آٹھ بجے آجاتا، جس میں عام طور پر کھچڑی ہوتی، حضرتؒ چند لقمے تناول فرما کر اگر کوئی مہمان ہوتے تو ان کو دینے کا حکم فرماتے۔

نوٹ: حضرتؒ اپنے خادم کے کھانے پینے کا بھی خوب خیال فرماتے تھے۔

حضرتؒ کا خادم مدرسہ کا طالب علم ہی ہوتا، جو مہمانوں کے لیے چائے بناتا، چائے کے ساتھ مہمانوں کو بسکٹ دیے جاتے، کبھی کبھی بریڈ اور اَنڈا بھی دیا جاتا۔

ان سب چیزوں سے فارغ ہو کر آپؒ مطالعہ میں مشغول ہو جاتے، اخیری عمر میں بینائی کی کمزوری کی وجہ سے آپؒ کو بخاری شریف کا حاشیہ دیکھنے میں دِقت ہوتی، تو آپؒ خوردبین کے ذریعہ مطالعہ فرماتے، مطالعہ کے دوران آپؒ کتاب یا کاغذ پر لکھا کرتے تھے۔

صبح اخیری گھنٹی میں دورۂ حدیث کے طلبہ حضرتؒ کو سبق کے لیے لینے آتے، اور حضرتؒ کو ویل چیر پر اُٹھا کر سبق میں لے جاتے۔

ویل چیر پر جانا ۲۰۰۵ء سے شروع ہوا، جو اخیری عمر تک رہا، ویل چیر کو اُٹھانے کی صورت یہ تھی کہ ویل چیر کے دونوں جانب لوہے کے پائپ باندھ دیے گئے تھے، چاروں طرف سے طلبہ اُٹھاتے اور سبق میں لے جاتے تھے، چوں کہ حضرتؒ کا کمرہ پہلے منزلہ پر تھا، اس لیے سیڑھی سے اُتارتے تھے۔ ایک مرتبہ مظاہر علوم کے ایک بڑے اُستاذ نے حضرتؒ سے درخواست کی کہ ''حضرت! لفٹ لگا دی جائے، اس طرح ویل چیر اُٹھا کر جانے میں خطرہ ہے کہ کبھی کسی طالب علم کا پاؤں زینہ سے پھسل جائے اور سب گر جائیں،'' اس پر حضرتؒ نے

فرمایا کہ ''کیا تم نے حدیث شریف میں نہیں پڑھا کہ طلبہ کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں، پھر پاؤں کیسے پھسل سکتا ہے؟''

سبق سے فراغت کے بعد آپؒ کے لیے کھانا پکایا جاتا، کھانا پکانے پر مامور طالب علم دورۂ حدیث کا ہوتا، ویسے دونوں وقت کا کھانا حضرت اقدس مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے یہاں سے پابندی سے آیا کرتا تھا، اس کے باوجود حضرتؒ اپنے یہاں بنواتے تھے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپؒ مدرسہ کی دال منگواتے اور اسی کو کچھ پی کر تھوڑی دیر قیلولہ فرماتے۔

ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپؒ نصف پارہ قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے، تلاوت بآوازِ بلند ہوتی، اگر مہمان ہوتے تو انہیں بھی حضرتؒ تلاوت کی تلقین فرماتے کہ ''جاؤ، قرآن پڑھو'' تلاوتِ کلامِ پاک کے بعد آپؒ کچھ دیر مطالعہ فرماتے، اور دوپہر کی اخیری گھنٹی میں سبق پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے، سبق پڑھا کر جب آپؒ تشریف لاتے تو مہمانوں اور بیسیوں طلبہ کا ہجوم آپؒ کے ساتھ ہولیتا، اور نمازِ عصر آپؒ کی معیت میں ادا کرتا، نماز کے بعد مجلس لگتی، جسمیں طلبہ، اطراف واکناف سے آئے ہوئے زائرین، شہر کے لوگ اور قرب وجوار میں واقع مدارس کے مدرّسین حضرات ہوتے، مجلس کی کیفیت یہ ہوتی کہ حجرہ مکمل بھر جاتا اور کئی لوگ باہر بیٹھ جاتے، اکثر اوقات کچھ دیر فضائل اعمال کی تعلیم ہوتی، کبھی حضرت قاری صدیق احمد صاحبؒ کی کتاب ''آداب المتعلمین'' بھی پڑھی جاتی تھی۔ حضرتؒ ہاتھ میں تسبیح لے کر پڑھتے رہتے، اور کبھی کچھ مختصر نصیحت فرما دیا کرتے، جسے ہر ایک بغور سنتا، اکثر وبیشتر حضرتؒ درود شریف کے وِرد کی تاکید فرماتے۔

یہ سلسلہ نمازِ مغرب سے قبل بیس منٹ تک رہتا، پھر حضرتؒ فرماتے کہ ''جاؤ بھائی! دعا میں لگ جاؤ۔'' حضرتؒ خود بھی دعا میں لگ جاتے اور ادعیۂ ماثورہ کا وِرد فرماتے رہتے۔

مغرب کی نماز کے بعد آپؒ اوّابین میں مشغول ہو جاتے، اس کے بعد اگر کوئی بیعت ہونا چاہتا تو اُسے بیعت فرماتے، پھر آپؒ مطالعہ فرماتے رہتے، قبل العشاء کھانا تناول فرماتے، اگر مہمان ہوتے تو ان کو کھانا کھلانے کا حکم فرماتے۔

عشاء کی نماز ادا فرمانے کے بعد اخیری عمر میں (جس زمانہ میں احقر وہاں تھا) آپؒ اسی وقت تہجد ادا فرما لیتے، البتہ اگر آخر شب میں طبیعت میں کچھ نشاط محسوس ہوتا تو پھر تہجد میں مشغول ہو جاتے۔

سونے سے قبل آپؒ سرمہ لگاتے، پھر اورادِ مسنونہ پڑھ کے اپنے بدن پر ہاتھ پھیرتے، ایک پتلے سے بستر پر آپؒ آرام فرماتے تھے، حضرتؒ کے کمرے میں چاروں طرف کتابیں ہوتیں، اس لیے سوتے وقت کتابوں کی طرف پاؤں ہونا لابدّی تھا، مگر آپؒ کی شخصیت اس بے احتیاطی کو کیسے گوارہ کر لیتی! اس لیے ایک چٹائی درمیان میں حائل کر دی جاتی، پھر بعد میں مستقلاً پردے کا نظم کر دیا گیا، آپؒ دائیں کروٹ پر آرام فرماتے، مگر جب زیادہ تعب محسوس ہوتا تو کروٹ بدل لیتے، دو ڈھائی گھنٹے بھی نہ گزرتے کہ آپؒ بیدار ہو جاتے، پھر گاؤ تکیہ لگا کر ہاتھ میں تسبیح لیے بیٹھ جاتے، اکثر آپؒ پر گریہ طاری رہتا، اور کئی بار آپؒ کی زبان سے احقر نے یہ کلمات سنے: ''اے اللہ! معاف کر دے، اے اللہ! گناہوں کی نفرت ڈال دے۔''

اگر رات میں استنجاء کا تقاضہ ہوتا تو خادم کو بیدار فرماتے، کئی بار خادم کو بیدار کرتے ہوئے آپؒ پر گریہ طاری ہو جاتا اور آپؒ خادم سے بھی معافی مانگتے، اسے دعاؤں سے نوازتے، بڑی عاجزی سے فرماتے کہ ''بیٹا! میں مجبور ہوں، اس لیے تمہیں جگا تا ہوں۔''

آپؒ سونے کے لیے نرم بستر کو پسند نہ فرماتے تھے، ایک مرتبہ مفتی شبیر صاحب (انگلینڈ والے) نے اسپرنگ والا آرام دہ بستر بھیجا، جو کمر کے لیے بہت مفید تھا، مگر حضرتؒ

نے تین چار روز اسے استعمال فرمانے کے بعد یہ کہتے ہوئے ہٹا دیا کہ ’’لوگ کیا کہیں گے؟ کیسے کیسے بستر پر سوتے ہیں!‘‘

حضرتؒ صرف گرمی کے موسم میں باہر چارپائی پر آرام فرماتے، ورنہ آپؒ کا عام معمول کمرہ میں فرش پر سونے کا تھا۔

نوٹ: مذکورہ معمولاتِ یومیہ جو قلمبند کیے گئے ہیں اس وقت کے ہیں جب احقر (۱۴۲۶ھ سے ۱۴۲۷ھ تک) حضرتؒ کے یہاں رہتا تھا۔

معمولاتِ رمضان:

پچھلے کئی سالوں سے حضرتؒ کا یہ معمول رہا کہ ۲ یا ۳/ رمضان المبارک کو عمرہ سے فارغ ہوکر سہارن پور تشریف لاتے، تاکہ ایک دو روز مکہ مکرمہ میں رمضان ادا کرنے کی سعادت حاصل ہو جائے، نیز رمضان میں عمرہ کی فضیلت بھی حاصل ہو جائے، رمضان المبارک میں حضرتؒ کے معمولات کچھ یوں تھے کہ صبح صادق سے تقریباً آدھ پون گھنٹہ پہلے سحری تناول فرماتے، دونوں وقت کا کھانا روزانہ حضرت اقدس مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم کے یہاں سے آتا، نیز حضرتؒ کے یہاں مہمانوں کے لیے سحری کا جو کھانا پکتا اس میں سے بھی آپؒ تناول فرماتے، اس کے بعد فجر کی نماز تک یا تو حضرتؒ تلاوت فرماتے یا ذکر و دعا میں مشغول رہتے، اکثر مراقب رہا کرتے تھے، فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ نو بجے تک آرام فرماتے، پھر بیدار ہوکر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے، لیکن اخیری سال (۱۴۳۸ھ) میں ظہر تک صرف تلاوت ہی میں مصروف رہتے تھے، نیز اس سال پورے رمضان میں دیگر سالوں کے مقابلہ میں حضرتؒ اکثر خاموش ہی رہا کرتے تھے، اگر کوئی ملاقات کے لیے آتا تو اس سے مل لیتے، ظہر کا وقت ہونے پر اگر استنجاء کی حاجت ہوتی تو پوری فرما کر آپؒ وضو فرماتے اور ظہر کی نماز ادا کرتے، پھر ذکر کی مجلس لگتی، جس میں خود

حضرتؒ ہاتھ میں تسبیح لے کر ذکر جہری فرماتے۔

نوٹ: حضرتؒ کے یہاں آنے والے مہمانوں کی تعداد شروع عشرہ میں پچاس ساٹھ افراد کے قریب ہوتی، درمیانی عشرہ میں اس تعداد میں اِضافہ ہوجاتا، اوراخیری عشرہ میں یہ تعداد ڈیڑھ سواَفراد تک پہنچ جاتی، آنے والے مہمانوں میں اکثر علماءِ کرام ہوتے تھے۔

ذکر کی مجلس کے بعد حضرتؒ آرام فرماتے، کبھی عصر سے ایک آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہوجاتے اور تلاوت میں مشغول ہوجاتے، عصر کا وقت ہونے پر نماز ادا کی جاتی، عصر کے بعد مجلس لگتی، جس میں فضائل اعمال کی تعلیم ہوتی اور فضائل رمضان والا حصہ پڑھا جاتا، تعلیم ۱۵/ ۱۶ رمضان تک حضرت مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی دامت برکاتہم فرماتے، ان کے بعد حضرت مولانا حنیف صاحب پالن پوری درمیانی عشرہ میں تعلیم کرتے، اوراخیری عشرہ میں تعلیم کی ذمہ داری حضرت اقدس مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کے صاحب زادے حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی ہوتی، تعلیم کے دوران کبھی حضرتؒ کچھ نصیحت بھی فرماتے، اور دورانِ تعلیم بعض مرتبہ حضرتؒ پر گریہ طاری ہوجاتا، تعلیم ختم ہونے کے بعد مجلس برخاست ہوتی، کبھی کبھی حضرتؒ مجلس برخاست ہونے پر فرماتے: ''جاؤ بچو! تلاوت کرو، وقت ضائع نہ کرو''۔

نہ کر عمر کی ایک بھی ضائع گھڑی — کہ ٹوٹی لڑی جب کہ چھوٹی کڑی
گنوائے گا عاقل نہ بیکار دِن — کہ انساں کی ہے زندگی چار دِن

اس کے بعد حضرتؒ تلاوت فرماتے اور مہمان حضرات بھی اپنے اپنے کمروں میں آکر تلاوتِ قرآن میں مشغول ہوجاتے، وہاں مہمانوں میں یہ ماحول دیکھا گیا کہ ہر آدمی کام میں لگا رہتا، مغرب سے کچھ دیر پہلے حضرتؒ دعا میں مشغول ہوجاتے، مہمان حضرات بھی دعا میں مشغول ہوجاتے، افطار کے بعد مغرب کی نماز ادا فرماتے، پھر اوّابین ادا فرمانے

کے بعد کھانا تناول فرماتے، اس کے بعد پون گھنٹہ آرام فرماتے، پھر عشا کی نماز ادا کرتے، اس کے بعد تین پاروں کی تراویح کا معمول تھا، تراویح کے اِمام کو زیادہ تیز پڑھنے کی اِجازت نہیں تھی، تراویح کے بعد چہل درود پڑھا جاتا، پھر حضرتؒ مریدین کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے کہ ''بھائی! وقت ضائع نہ کرو، اگر نیند آتی ہو تو سو جاؤ، لیکن رات کے آخری حصہ میں اُٹھ کر کچھ نوافل پڑھ لیا کرو۔''

اس موقع پر حضرتؒ کے قرآنِ پاک سے لگاؤ کا ایک واقعہ نقل کرنا مناسب ہوگا، استاذِ مظاہر علوم قاری صلاح الدین صاحب فرماتے ہیں کہ میرے بھائی حضرتؒ کے یہاں خادم تھے، اس وقت میں مشکوٰۃ کا طالب علم تھا، وہ مجھے حضرتؒ کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ ''یہ قرآن اچھا پڑھتا ہے، اسے تراویح کے لیے رکھ لیجیے،'' حضرتؒ نے میرا قرآن سنا اور فرمایا کہ ''تم یہاں تراویح پڑھاؤ'' جب میں تراویح پڑھانے گیا تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ''ایک دِن میں پانچ پارے پڑھ لیا کرو،'' میں نے حکم کے مطابق چھ دِن میں قرآن مکمل کر لیا، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ ''اب تین دِن میں مکمل کرلو،'' تو میں نے تین دِن میں قرآن پاک مکمل کرلیا، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ ''اب دو دِن میں مکمل پڑھنا ہے،'' میں نے عرض کیا: ''ایک ہی دن میں مکمل کر لیتا ہوں،'' حضرتؒ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے،'' میں نے آٹھ رکعات میں سولہ پارے تلاوت کیے، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ ''جاؤ! اب تم ذرا ٹہل لو،'' جب میں واپس آیا تو حضرتؒ نے فرمایا: ''اب میں تھک گیا ہوں، لہٰذا بارہ رکعات میں ایک پارہ پڑھ لو،'' میں نے ایسا ہی کیا۔ یاد رہے کہ یہ قصہ ۱۹۹۵ء کا ہے، جب حضرتؒ کھڑے ہو کر تراویح پڑھا کرتے تھے۔

نوٹ: عید کے دِن بعد نمازِ فجر مسلسلاتِ عید پڑھی جاتی۔

☆......☆......☆

حرمین شریفین کا سفر:

حضرتؒ کو جب پہلی بار حج کی سعادت حاصل ہوئی تو اس کا واقعہ کچھ اس طرح پیش آیا جسے حضرتؒ ہی کے الفاظ میں نقل کیا جا رہا ہے کہ ''ایک مرتبہ میرے حج کی بات چلی، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ بھی چاہتے تھے کہ میں حج میں جاؤں، لیکن مجھے اپنے حالات کی وجہ سے پریشانی لاحق تھی، میں حضرت اقدسؒ کے پاس مشورہ کے لیے گیا، حضرتؒ نے دعا کی اور فرمایا کہ ''تم ہوائی جہاز سے چلے جاؤ'' میرے دِل میں خیال تھا کہ میں لمبے قیام کے لیے جاؤں گا، میں نے حضرتؒ سے کچھ نہیں کہا، پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''لمبے قیام کے لیے پھر کبھی چلے جانا'' مجھے یقین ہوگیا کہ کم سے کم دو مرتبہ ضرور حاضر ہوں گا، اللہ تعالیٰ نے کئی مرتبہ حاضری نصیب فرمادی۔''

حضرتؒ نے اپنا پہلا حج ۱۳۹۹ھ میں ادا فرمایا، اس کے بعد ہر سال حج میں تشریف لے جاتے رہے، بجز ۱۹۹۷ء کے، جس سال منیٰ میں ہندوستانی خیموں میں آگ لگی تھی، اس حادثہ میں تقریباً ۵۰۰۰ افراد شہید ہوئے تھے۔

حضرتؒ کا آخری حج ۱۴۳۷ھ میں ہوا، اس حساب سے آپؒ نے کل سینتیس (۳۷) حج ادا فرمائے، علاوہ ازیں عمرے تو بے حساب فرمائے۔

فکر آخرت:

حضرتؒ بارہ سال بعد جب اپنے وطن گئے تو یاد آیا کہ بچپن کے زمانے میں ایک شخص کے یہاں سے گنا توڑا تھا، تو حضرتؒ اس کے گھر گنے کا عوض ادا کرنے کے لیے گئے، جا کر کہا کہ بچپن میں میں نے آپ کے یہاں سے کھانے کے لیے گنا توڑا تھا، کھایا نہیں تھا، اس لیے کہ جب میں نے اس کو منہ میں ڈالا تو عجیب سا لگا تھا، پھر وہ گنا میں نے دوسرے

ساتھی کو دے دیا، آپ اس کی قیمت لے لیجیے، ان صاحب نے کہا کہ جیسے تم فلاں کے بیٹے ہو ویسے ہی میرے بھی بیٹے ہو۔ (یہ تھا حضرتؒ کا بچپن اور یہ تھی فکرِ آخرت)۔

نوٹ: اس وقت حضرتؒ صرف بیس یا پچیس دِن ہی اپنے گاؤں میں رہے تھے، پھر جب دوسری مرتبہ حضرتؒ سہارن پور سے تین سال بعد گھر آئے تو آپؒ کے والد صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک جگہ شادی ہے، وہاں آپ کو کھانے پر مدعو کیا گیا ہے، تو حضرتؒ وہاں پہنچے، ابھی کھانا شروع ہی کیا تھا کہ کسی نے ریڈیو بجایا، تو حضرتؒ فوراً اُسی حالت میں وہاں سے خفا ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور مدرسہ ضیاء العلوم چلے گئے، کچھ لوگوں نے اور آپؒ کے والد صاحبؒ نے دوبارہ اصرار کیا تو حضرتؒ نے جو جملہ اِرشاد فرمایا وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ کے یہاں لکھ دیا جائے گا کہ یونس تو کھا رہا تھا اور ریڈیو بج رہا تھا، تو کیا جواب دوں گا؟'' (یہ تھا حضرتؒ کا تقویٰ)۔

نوٹ: اس وقت حضرتؒ نے صرف دو دن وطن میں قیام فرمایا تھا، پھر مدرسہ ضیاء العلوم سے سیدھے ہی سہارن پور تشریف لے آئے، یہ دونوں واقعات حضرتؒ کے بھتیجے جناب خالد بھائی نے بیان کیے ہیں۔

حضرتؒ صحیح معنیٰ میں نبیٔ پاک ﷺ کے وارث کہے جانے کے قابل ولائق تھے، جس طرح ہمارے نبی ﷺ میں خوف وخشیت، ورع وتقوی، زہد وقناعت اکمل طور پر پایا جاتا تھا اسی طرح اس وارثِ نبی میں بھی یہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے تھے، فکر آخرت کا تو یہ حال تھا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے: ''میری تو کوئی اولاد نہیں جو مجھے کچھ پڑھ کر بخشے یا میرے لیے صدقہ کرے، تم ہی میرے بچے ہو، تم مجھے پڑھ کر بخشنا اور میرے لیے صدقہ کرنا۔'' اگر کسی کو کچھ کہہ بھی دیتے تو بعد میں معافی مانگ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے: ''اگر کسی کو میری برائی کرتے دیکھو تو میری طرف سے اس سے معافی مانگ لینا کہ یونس تم

سے معافی مانگتا ہے۔'' اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا: ''میرا ارادہ ہے کہ بنگال، بہار اور گجرات وغیرہ کے اخبار میں یہ بات لکھوا دوں کہ ''اگر میں نے کسی سے کچھ کہا ہو تو وہ مجھے معاف کردے'' اور اخباروں میں یہ اعلان دے بھی دیا تھا۔ ایسی صفات تقویٰ، فکرِ آخرت اور تواضع وانکساری کے بغیر ناممکن ہیں۔

حضرتؒ کسی کو کوئی بات کہہ دیتے، ڈانٹتے یا تنبیہ فرماتے تو اس بات کا خوب خیال فرماتے کہ کہیں حد تجاوزی تو نہیں ہوئی؟ حالانکہ آپؒ کا ٹوکنا اور تنبیہ کرنا اپنے مریدوں خادموں اور شاگردوں کی اصلاح کے پیش نظر ہوا کرتا تھا؛ لیکن فکرِ آخرت کا یہ عالم تھا کہ خود کو محتاج سمجھ کر سب سے معافی مانگتے کہ میں نے کس کس کو ڈانٹا؟ اگر مجلس میں وہ شخص موجود ہوتا تو اس سے فوراً معافی مانگ لیتے؛ ورنہ اہل مجلس سے کہتے کہ ''بھائی! میری طرف سے ان سے معافی مانگ لینا''۔

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ

رفقاء، خدام اور طلبہ کی دل جوئی:

حضرتؒ اپنے رُفقاء، طلبہ اور خدام کے ساتھ دل جوئی کی خاطر خوش طبعی ومزاح بھی فرمایا کرتے تھے، اس سلسلہ میں دو چشم دید واقعات تحریر کیے جا رہے ہیں:

حضرت اقدس مولانا کفایت اللہ صاحب پالن پوریؒ رمضان المبارک کا اکثر حصہ سہارن پور میں گزارتے تھے، ۲۰۰۳ء کے رمضان کا واقعہ ہے (یہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا آخری رمضان تھا، پھر آپؒ انتقال فرماگئے) کہ حضرتؒ کے یہاں تراویح کے بعد مجلس لگتی، اس مجلس میں حضرت مولاناؒ ہوتے، حضرت مولاناؒ اور حضرتؒ دونوں ہی ایک بستر پر آمنے سامنے بیٹھتے، وہ منظر قابل دید ہوا کرتا تھا، اور چوں کہ وہ زمانہ سردی کا تھا، اس لیے دونوں حضرات کے پاؤں پر ایک ہی کمبل ڈال دیا جاتا۔

حضرتؒ کے یہاں شہر سے کھانا آیا کرتا تھا، جس میں کھانے کی مختلف اشیاء ہوا کرتی تھیں، بسا اوقات پھلوں کا چاٹ مصالحہ بھی آتا تھا، تو اس کو حضرتؒ خود چمچ سے لے کر مولاناؒ کے منہ کے پاس لے جاتے، پھر فرماتے کہ ''کھانا ہے؟'' تو حضرت مولاناؒ فرماتے کہ ''ہاں، کھانا ہے،'' تو حضرت شیخ فرماتے کہ جاؤ! تمہیں کھانسی آتی ہے، نہیں دوں گا!'' تو حضرت مولاناؒ جواباً ارشاد فرماتے کہ ''جاؤ! مجھے بھی نہیں کھانا ہے!''

بعض مرتبہ حضرتؒ کچھ کھا رہے ہوتے تو حضرت مولاناؒ آپؒ کے ہاتھ سے چھین کر کھا لیتے تھے۔

حضرت اقدس مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم جمعہ ادا کرنے کے لیے مدرسہ دارِ جدید ہی کی مسجد میں تشریف لاتے، بعد جمعہ حضرت شیخ رحمہ اللہ ان کے ساتھ کچھ دیر گفتگو فرماتے، ۲۰۰۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا طلحہ صاحب نے حضرتؒ کو عطر لگانے کے لیے پیش کیا، تو حضرتؒ نے مزاحاً فرمایا کہ ''آپ کا عطر تو رڈی ہے!'' پھر آپؒ نے عطر لگایا اور اپنے اورادِ مسنونہ میں مشغول ہو گئے، اسی درمیان حضرت مولانا طلحہ صاحب نے جانے کا ارادہ فرمایا، جاتے جاتے اپنی عطر کی بوتل کھول کر اسے حضرتؒ کے سر پر انڈیل دی! لیکن حضرتؒ کو اس کا احساس تک نہیں ہوا۔ (بندہ اس وقت حاضر تھا اور اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا، دیگر حضرات نے بھی یہ دیکھا)۔

پھر جب حضرتؒ نے عصر سے پہلے اپنے سر سے رومال ہٹایا تو معلوم ہوا کہ رومال پر دَھبّہ لگا ہوا ہے، حضرتؒ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ خادم نے کہا کہ حضرت اقدس مولانا طلحہ صاحب نے عطر کی بوتل انڈیل دی، تو حضرتؒ نے مزاحاً فرمایا کہ ''وہ عطر رڈی تھا، اس لیے انہوں نے انڈیل دیا!''

☆......☆......☆

اتباعِ رسول ﷺ و عشقِ رسول ﷺ:

اللہ رب العزت کا قرب اور اس کی محبت عشقِ رسول ﷺ اور اتباعِ رسول ﷺ کے بغیر ناممکن ہے، یہی تو عشقِ الٰہی کی کسوٹی ہے، جو عاشق اپنے معشوق کی باتوں کو پوری زندگی پڑھتا پڑھاتا رہا، سمجھتا سمجھاتا رہا، جس نے اپنی زندگی کے تمام قیمتی لمحات محبوبِ رب العالمین ﷺ کے پاک کلام کی تحقیق و جستجو میں کھپا دیے، اس کے عشقِ رسول ﷺ کا کیا عالم ہوگا، جن آنکھوں نے دیکھا ہے وہی سمجھ سکتے ہیں اور محسوس کر سکتے ہیں، تحریر کے تنگ دامن میں یہ سب باتیں کہاں سما سکتی ہیں؟......ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لیے

حضرتؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''اُن سے تعلق پیدا کرو! اُن سے محبت کرو!'' فرماتے: ''بھئی! درود شریف خوب پڑھو! درود شریف خوب پڑھو! ان کا حق ہے۔'' خلافِ سنت کام کو آپؒ کی طبیعت برداشت ہی نہیں کرتی تھی، فوراً آپؒ اس پر تنبیہ فرماتے، اسی کو تو شانِ صحابیت کہتے ہیں، جو درسِ حدیث کا اصل مقصود ہے۔ (ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء)

ایک مرتبہ ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہے، تو فرمایا: بھائی! اپنا پائجامہ ذرا اونچا کرلو،'' وہیں موجود کسی عالم نے کہا کہ ''ان کو تو ڈانٹنے کی عادت ہے،'' حضرتؒ نے یہ جملہ سن لیا، بس کیا تھا، چہرہ کا رنگ بدل گیا، حساس طبیعت پر اتنا اثر پڑا کہ ساری رات کروٹیں بدلتے رہے، اس فکر میں کہ میں نے تو انہیں سنت پر متنبہ کیا، اور یہ کہتے ہیں کہ ان کو ڈانٹنے کی عادت ہے، اسی بے چینی کے عالم میں آپ پر غنودگی طاری ہوگئی اور آنکھ لگ گئی، تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نہایت ہی حسین و جمیل چہرے والا شخص کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ ''تم نے ٹھیک کہا۔'' وہ کون تھا؟ وہی غریبوں کا مولیٰ، یتیموں کا والی، غمگینوں کا غمگسار جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو

سارا غم اور پریشانی کافور ہو چکی تھی۔

گلہ نہیں جو گریزاں ہیں چند پیمانے
نگاہِ یار سلامت ہزار میخانے

ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ گجرات تشریف لائے ہوئے تھے، آپ کا قیام حضرت شیخ محمد حنیف صاحب لوہاروی دامت برکاتہم کے مکان پر تھا، شیخ محمد حنیف صاحب نے اپنے بھائی کو حضرتؒ کی خدمت میں حاضر کر کے عرض کیا کہ ''انہوں نے آپ کے کہنے پر ڈاڑھی رکھ لی ہے،'' بس یہ سن کر حضرت رو پڑے اور فرمایا: ''میں کیا ہوں کہ میرے حکم سے انہوں نے ڈاڑھی رکھی؟'' پھر فرمایا: ''ڈاڑھی اس لیے رکھو کہ آپ ﷺ نے اس کا حکم دیا ہے، یہ تو ان کی سنت ہے۔''

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ حضرتؒ ایک مرتبہ کھروڈ تشریف لائے ہوئے تھے، اس موقع پر فرمایا: ''میں سرکہ سنت کی نیت سے سال میں دو تین مرتبہ کھا لیتا ہوں، جب کہ سرکہ سے مجھے نزلہ ہو جاتا ہے، پھر ایک تاریخی جملہ فرمایا کہ ''خواہ میری جان نکل جائے، سنت نہیں چھوڑوں گا۔''

مر کے بھی دِکھا دیں گے تیرے چاہنے والے
مرنا کوئی جینے سے بڑا کام نہیں ہے

ایک اور واقعہ اتباعِ سنت کے سلسلہ کا یہ ہے کہ ذی الحجہ کا مبارک مہینہ شروع ہو چکا تھا اور حضرتؒ کا سفرِ حج یقینی نہیں تھا، اسی دوران حضرتؒ کی مونچھیں کچھ بڑھ گئی تھیں، فرمایا: ''اگر حج کے سفر میں چلا گیا تو ایامِ حج کے بعد، ورنہ قربانی کے بعد اپنی مونچھیں تراش لوں گا؛ لیکن سنت کے خلاف نہیں کروں گا، خواہ چہرہ کتنا ہی بدصورت معلوم کیوں نہ ہو۔''

آلِ رسول ﷺ سے غیر معمولی محبت:

حضرتؒ سادات سے خوب محبت فرماتے اوران کا غایت درجہ اکرام فرماتے تھے، ایک مرتبہ بندہ سے فرمایا کہ ’’جابر! یہ پیسے لو اور کسی غریب طالب علم کے حوالہ کردو؛ لیکن یاد رکھو کہ یہ صدقات کے پیسے ہیں، کسی سید کو نہ دینا، اس لیے کہ وہ میرے نبی کی اولاد میں سے ہے، ہاں! اگر کوئی سید ہو تو مجھے بتلانا، میں ان کو للہ رقم دوں گا۔‘‘

اسی طرح حضرتؒ سادات کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دیتے تھے، اس بات کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ مولانا سید مرغوب صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم حضرتؒ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور مجلس میں پیچھے بیٹھ جایا کرتے تھے؛ لیکن جب حضرتؒ کی نظر ان پر پڑتی تو حضرتؒ ان کو آگے بلا لیتے، ایک مرتبہ معمول کے مطابق وہ آئے تو حضرتؒ نے ان کو آگے بلالیا، تو فوراً بندہ کے دل میں یہ خیال آیا کہ ان کو کیوں آگے بلاتے ہیں؟ حضرتؒ کو کشف ہوگیا اور فرمایا کہ ’’میں انہیں آگے اس لیے بٹھاتا ہوں کہ وہ سید ہیں۔‘‘

کارِ پاکاں از قیاسِ خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتہ شیر و شِیر

نماز کا اشتغال اور کیفیت:

تقریباً ۲۰۰۵ء کا واقعہ ہے کہ ان دنوں حضرتؒ کے قدموں پر بہت ورم رہا کرتا تھا، جہاں تک ہوسکتا تھا حضرتؒ کھڑے ہوکر ہی نماز پڑھتے تھے، اور اس وقت حضرتؒ سہارے سے چلا کرتے تھے۔

ایک دن طلبہ کے سہارے سے نماز کے لیے کھڑے ہو رہے تھے، قدم پر بہت زیادہ ورم تھا، جس کی وجہ سے قدم ٹھیک سے زمین پر ٹکتے بھی نہ تھے، یہ منظر دیکھ کر حضرت پیر

طلحہ صاحب دامت برکاتہم بڑے دردمندانہ لہجہ میں بول پڑے: ''حضرت! اس عمر میں بھی اگر معذوری نہ مانی جائے گی تو کس عمر میں مانی جائے گی؟'' حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''مولانا! جب تک گاڑی چلتی ہے چلنے دو۔''

ایک مرتبہ حضرتؒ کو دل کا دورہ پڑا، دہلی کے کسی طبیب سے رجوع کیا تو طبیب نے حضرتؒ کو زمین پر سجدہ کرنے سے منع کر دیا اور اشارہ سے سجدہ کرنے کو کہا، اس کے بعد تو حضرتؒ کی کیفیت ہی بدل گئی، بڑے بے چین و بے قرار رہنے لگے۔

ایک مرتبہ اسی بے چینی کے عالم میں یک لخت سجدہ میں گر پڑے اور زار وقطار رونے لگے، زبان پر یہ کلمات جاری تھے: ''اے اللہ! میرا ایسا کونسا گناہ ہے جس کی وجہ سے مجھے سجدہ سے محروم کر دیا گیا؟'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہوا کہ حضرتؒ زمین ہی پر سجدہ کرنے لگے۔

تحمل:

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کئی اوصاف وکمالات کی جامع تھی، اور چونکہ یہ مقولہ مشہور ہے کہ ''نعمت والا محسود ہوا کرتا ہے'' لیکن ہمارے حضرتؒ صرف محسود ہی نہیں؛ بلکہ مسحور بھی تھے، قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ آپؒ نے سحر کی تکلیف کے باوجود ساحر کے خلاف کبھی بد دعا نہیں فرمائی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا برہان الدین صاحب سنبھلی دامت برکاتہم حضرتؒ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے، انہوں نے حضرتؒ سے فرمایا: ''کون کم بخت ہوگا جس نے آپ پر سحر کر دیا؟'' حضرتؒ نے جواب دیا: ''مولانا! اس کو کچھ نہ کہئے! میں نے آج تک اس کو کچھ بھی نہیں کہا۔''

اگر حضرتؒ اس کے خلاف بد دعا فرمانا چاہتے تو آپؒ کو کون روکنے والا تھا؟ لیکن اس راضی بالقضاء نے کبھی اس کے خلاف نہ کچھ کہا اور نہ کچھ کیا، بسا اوقات سحر کا اثر اس قدر نا قابلِ برداشت ہوتا کہ کئی راتیں یوں ہی بیداری میں گزر جاتیں، مگر پھر بھی زبان سے حرفِ شکایت نہ نکلتا۔

تالاب تو ہو جاتے ہیں بارِش میں کم ظرف
باہر کبھی آپے سے سمندر نہیں ہوتا

مدرسہ کے مال میں احتیاط:

حضرتؒ مدرسہ کے مال میں خوب احتیاط فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''بھئی! مدرسہ کے مال میں احتیاط کیا کرو، جو شخص مدرسہ کے مال میں احتیاط نہیں کرتا وہ بعد میں معاشی پریشانیوں کا شکار ہوتا ہے۔''

ایک مرتبہ کسی مدرسہ کے بڑے مدرّس حضرت قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے تشریف لائے، تو حضرتؒ نے خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا: ''بھائی! کونسی سواری سے آئے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''مدرسہ کی گاڑی سے،'' تو حضرتؒ نے فرمایا: ''بھائی! مدرسہ کے مال میں احتیاط کرنا چاہیئے،'' تو انہوں نے کہا کہ ''حضرت! تیل اپنے پیسوں کا ڈلوایا ہے،'' تو حضرتؒ نے فرمایا: ''انجن جو استعمال ہوا ہے اس کا کیا؟'' حضرتؒ کی یہ بات ان کے دل میں گھر کر گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد وہ صاحب کبھی مدرسہ کی گاڑی سے نہیں آئے، بلکہ کرائے کی گاڑی سے آیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا محمد سلمان صاحب، حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہم وغیرہ اراکینِ شوریٰ بعد نمازِ عصر حضرتؒ کے حجرے میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ ''حضرت! کثرتِ ضیوف کے باعث حجرہ تنگ محسوس ہوتا ہے، اور دوسری بات کہ

آپ کو نقاہت و مرض کی وجہ سے استنجا خانہ میں اٹھنے بیٹھنے میں بھی تکلیف ہوتی ہے، اس لیے ہماری رائے ہے کہ استنجا خانہ میں ایسی چیز لگا دی جائے جس سے اٹھنے بیٹھنے میں راحت و آسانی ہو اور اس حجرے کو پیچھے کی جانب سے کشادہ کر دیا جائے، تا کہ مہمانوں کو تکلیف نہ ہو،'' حضرتؒ نے فرمایا: ''مجھے اپنی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، ابھی جلدی مت کرنا،'' انہوں نے اصرار کیا تو حضرتؒ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، جو مناسب سمجھو'' پھر ان حضرات کے چلے جانے کے بعد فرمایا: ''بھئی! میں مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرتا ہوں، میں نے مدرسہ کی دیوار میں کبھی کیل بھی نہیں گاڑی۔''

مشتبہ چیزوں سے احتیاط:

غالباً ۲۰۰۶ء کا واقعہ ہے کہ ''پارلے'' کمپنی کی چیزوں کو مشکوک قرار دیا گیا، ان ہی دنوں میں ایک روز حضرت کو بعد نمازِ عصر بڑی شدت سے بھوک لگی، فرمایا: ''کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ بھائی!'' خادم پارلے کمپنی کا بسکٹ لے آیا، حضرتؒ نے فرمایا: ''کونسی کمپنی کا ہے؟'' جواب دیا: ''پارلے کمپنی کا،'' فرمایا: ''میں پارلے کمپنی کا نہیں کھاتا ہوں۔''

آپؒ کا جذبۂ احسان شناسی:

حضرتؒ کی زندگی کے جہاں بہت سے تابناک و روشن پہلو ہیں وہیں آپؒ کی زندگی کا ایک خاص پہلو ''احسان کرنا'' بھی ہے، چنانچہ آپؒ اپنے ماتحتوں کو بھی اس کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''بچو! احسان کرو، یاد رکھے جاؤ گے۔''

احسان کی ترغیب دیتے ہوئے بارہا آپؒ کی زبان سے یہ واقعہ سنا گیا کہ ''ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اور اس کا چہرہ سیاہ پڑ گیا، جب اس کے انتقال کی اطلاع اس کے کسی محسن الیہ کو ملی تو وہ آیا، اور دیکھا کہ اس کے محسن کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ہے، تو اس نے وہیں اپنے

محسن کے لیے استغفار شروع کردیا، اور باری تعالیٰ کے سامنے آہ وزاری کی، چنانچہ ابھی اس کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ اس مردہ کا چہرہ اچانک سفید ہوگیا۔''

جہاں آپؒ اپنے ماتحتوں کو اس کی ترغیب دیتے تھے وہیں آپؒ خود بھی اس کا بڑا اہتمام فرماتے تھے، اگر آپؒ پر کسی نے احسان کیا ہو تو اس کو کبھی فراموش نہیں کرتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ فرمایا: ''میرے محسن حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب ماہی والے، مجھے ان کی بہت یاد آتی ہے۔'' اسی طرح آپؒ کی احسان مندی واحسان شناسی کا پہلو اس سے بھی اجاگر ہوتا ہے کہ آپؒ ہر رمضان المبارک میں محسنِ اعظم ﷺ کے لیے ایک مکمل قرآن تلاوت فرما کر ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے، نیز آپؒ ان محسنین کو بھی فراموش نہیں کرتے تھے جن کی کتابوں سے آپؒ نے استفادہ کیا؛ چنانچہ امام بخاریؒ وغیرہ محدثین پر بھی آپؒ سال میں ایک مکمل قرآنِ مجید تلاوت کرکے ایصالِ ثواب فرماتے تھے۔

مگر جب آپؒ کی عمر ڈھل گئی، جوانی کی وہ ہمت وقوت باقی نہ رہی، صحت نے ساتھ چھوڑ دیا، بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ دیا، اعضا جواب دینے لگے، اور بالکل لاغر وناتواں ہوگئے تو آپؒ نے ایک مرتبہ فرمایا (یہ تقریباً ۲۰۰۸ کا زمانہ تھا) کہ ''اب میں کمزور ہوگیا ہوں، مجھ سے زیادہ پڑھا نہیں جاتا، اسی لیے اب میں اپنے محسنین کے نام صدقہ کردیا کرتا ہوں۔'' چنانچہ آپؒ کا یہ معمول رہا کہ آپؒ رمضان میں محسنِ اعظم ﷺ کے نام کم از کم پانچ ہزار روپے صدقہ کیا کرتے تھے، اسی طرح محدثین کے نام خیرات نکالا کرتے تھے۔ الغرض آپؒ اپنے محسنین کو بڑے اہتمام سے یاد کیا کرتے تھے اور انہیں ایصالِ ثواب کیا کرتے تھے۔ خود احقر کا چشم دید واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپؒ جمعہ کے روز پیسے گن رہے تھے، تقریباً نو یا ساڑھے نو بجے ہوں گے، تو میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت کو اس وقت پیسے گننے کی کیا ضرورت ہوگی؟ ابھی خیال گزر رہی تھا کہ حضرتؒ نے فوراً خادم سے فرمایا: ''لو یہ پیسے، اور میرے والدین کے نام پر اتنے صدقہ کردو، اور اتنے پیسے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے

نام‘‘اس طرح کچھ نام گنوا کر صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

حضرتؒ کی کرامت کے دو واقعات:

ایک مرتبہ سفرِ حج کے دوران ہوائی اڈّے پر سامان کی چیکنگ ہو رہی تھی، اور حضرتؒ کے پاس ایک دستی بیگ تھا، جس میں ایک قینچی بھی تھی، جب تلاشی کے وقت مشین پر سے سامان کے گزرنے میں دشواری پیش آئی تو حضرتؒ فوراً اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگی، اِدھر جب بیگ کھولا گیا تو اس میں بجائے قینچی کے چمچ نکل آیا، جب حضرتؒ مکہ مکرمہ اپنے کمرہ میں پہنچے اور وہاں آپؒ کو قینچی کی ضرورت پڑی تو فرمایا کہ ’’بھئی! میں نے دستی بیگ میں قینچی رکھی تھی، وہ کہاں ہے؟‘‘ جب بیگ کھولا گیا تو اس میں قینچی نکلی اور چمچ کا کہیں پتہ نہ تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت مولانا ایوب صاحب پانولی دامت برکاتہم بیان فرماتے ہیں کہ ’’ایک مرتبہ میں سہارنپور میں تھا کہ اچانک ایک ایسا زبردست زلزلہ آیا کہ جس سے پوری عمارت ہلنے لگی، میں جلدی سے حضرتؒ کے پاس آیا تو دیکھا کہ حضرتؒ قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں، پھر میں حضرتؒ کو برآمدہ میں لایا اور وہاں رکھی ہوئی کرسی پر حضرتؒ کو بٹھایا، پھر حضرتؒ نے کچھ پڑھا اور زور سے زمین پر ایک پاؤں مارا تو مارتے ہی زلزلہ آن کی آن میں ختم ہوگیا۔‘‘

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، اِرادت ہو تو دیکھ اُن کو
ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینو ں میں

مرض:

حدیث پاک سے یہ بات ثابت ہے کہ مؤمن بندہ کو جو کوئی بھی تکلیف یا بیماری وغیرہ لاحق ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی خطاؤں کو اس طرح معاف فرما دیتے ہیں

جس طرح درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔(مشکوٰۃ شریف)۔

چوں کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ بھی متعدد اَمراض اور تکالیف سے دوچار رہتے تھے، اس لیے یہ کہنا بالکل بے جانہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتؒ کو ان متعدد اَمراض سے گزارا، تا کہ آپؒ کی روح کو مقدس فرما کر اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔

سحر اور دِل کا دورہ:

حضرتؒ کو جو اَمراض وعوارض لاحق تھے ان میں ایک سحر بھی تھا، چوں کہ حضرتؒ کی زندگی کا ایک طویل عرصہ اسی (سحر زدگی کی) حالت میں گزرا ہے، اس لیے آپؒ پر اکثر تکلیف کا اثر رہا کرتا تھا، بسا اوقات اس تکلیف میں بے حد اِضافہ ہو جاتا تھا، جو آپؒ کے لیے نا قابل برداشت ہوا کرتا، لیکن کبھی بھی آپؒ نے اس پر زبانِ مبارک سے شکوہ نہیں کیا، اس تکلیف کی وجہ سے کئی کئی راتیں بیداری کی حالت میں گزارنی پڑتیں، پھر بھی آپؒ نے حتی الامکان سبق ناغہ نہیں ہونے دیا۔

۱۴۲۶ھ کی بات ہے کہ حضرتؒ کو دل کا دورہ پڑا، اس وقت آپؒ دہلی میں زیر علاج تھے، مگر آپؒ اس بیماری کو تسلیم ہی نہیں کرتے تھے، بلکہ اگر کوئی کہتا بھی سخت ناراضگی کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ ’’جو آدمی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو اس کا دِل خراب ہو سکتا ہے؟‘‘ حالانکہ اس وقت ڈاکٹروں نے حضرتؒ کے متعلق یہ کہہ دیا تھا کہ آپؒ کا دل صرف بیس یا پچیس فی صد کام کر رہا ہے، جو عموماً انسان کے قریب الموت ہونے کی علامت ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ کہ اس حالت میں بھی آپؒ کئی سال تک نہ صرف حیات رہے؛ بلکہ اہتمام اور مواظبت کے ساتھ تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رکھے رہے۔

اُلٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگانِ عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

5

گردوں میں انفیکشن:

علاوہ ازیں وفات سے دوسال قبل حضرتؒ گردوں میں خرابی کے سبب مدینہ منوّرہ میں زیر علاج رہے، چوں کہ گردوں میں انفیکشن (خرابی) تھی اس لیے آپؒ کو ڈایالیسیس کروانا پڑتا تھا، آپؒ ہسپتال ہی میں بار بار فرماتے تھے کہ ''مجھے سہارن پور لے چلو'' لیکن وہاں حضرتؒ کے پاس موجود مولانا یونس صاحب رندیرا اور دیگر خدام آپؒ کو لے جانے کی ہمت بھی نہیں کر سکتے تھے، اس لیے کہ حضرتؒ کی حالت اس قابل ہی نہیں تھی کہ سفر کرایا جا سکے، بلکہ خدام کا یہ خیال تھا کہ یہ شاید حضرتؒ کی آخری حالت ہو، اس وقت حضرتؒ نے خدام سے جو جملہ اِرشاد فرمایا وہ آپؒ کے تعلق مع اللہ اور عنداللہ مرتبہ کی طرف مشیر ہے، فرمایا: ''میں ابھی نہیں مروں گا، دوسال اللہ تعالیٰ سے مانگ لیے ہیں۔'' (اس کے بعد حضرتؒ نے دو حج کیے، پھر آپؒ کا انتقال ہوا)۔

اس کے بعد آپؒ کو مدینہ منوّرہ سے بمبئی ملت ہسپتال لایا گیا، یہاں آپؒ کچھ دِن زیر علاج رہے، یہاں بھی ڈاکٹروں نے گردوں کی جانچ کے بعد کہا کہ گردے بالکل معطل ہو چکے ہیں، جس کی وجہ سے کئی بار ڈایالسیس کروانا پڑا، اس دوران بھی حضرتؒ کی زبان پر ایک ہی بات تھی کہ ''مجھے سہارن پور لے چلو'' کئی لوگوں نے حضرتؒ سے کہا بھی کہ علاج مکمل کروا کے جائیں گے، کیوں کہ سہارن پور میں ڈایالسیس کے لیے انتظام نہیں ہے، اس لیے میرٹھ جانا پڑے گا، اور وہاں کے راستے بہت خراب ہیں، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ''میں مشین خرید لوں گا، مجھے سہارن پور لے چلو'' حتیٰ کہ حضرت اقدس مولانا سلمان صاحب نے بھی یہی کہا، مگر حضرتؒ سہارن پور جانے پر مصر رہے۔

بالآخر آپؒ کو سہارن پور لایا گیا، آپؒ کے سہارن پور تشریف لانے کے بعد بتدریج طبیعت میں بھی اِفاقہ ہوتا رہا، یہاں تک کہ آپؒ دوبارہ تدریس میں مشغول ہو گئے،

شروع میں کچھ دِن تک تو حضرتؒ کمرہ کے باہر برآمدہ میں تشریف لاتے اور وہیں مسند پر بیٹھ کر سبق پڑھاتے، اور طلبہ میں سے کچھ حضرتؒ کے کمرہ کے برآمدہ میں، بعض مہمان خانہ کے سامنے اور کچھ طلبہ کمرہ کے سامنے بیٹھ کر سبق پڑھتے، یہ سلسلہ چند دنوں تک رہا، پھر حضرتؒ دارالحدیث تشریف لے جانے لگے۔

نوٹ: یاد رہے کہ ہسپتال سے سہارن پور واپس آنے کے بعد ایک بار بھی حضرتؒ کو ڈایالسیس کی ضرورت نہیں پڑی، درس کا سلسلہ جاری رہا، اور آپؒ کی طبیعت مرورِ ایام کے ساتھ نرم گرم چلتی رہی۔

پھر جب وہ رمضان آیا جس کے بعد حضرتؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا، اس رمضان میں بھی آپؒ کی صحت کافی اچھی تھی، رمضان کے بعد بھی مدرسہ کھلنے تک طبیعت میں نشاط تھا۔

6

مرض الوفات:

ماہِ شوال المکرّم میں اہل مدرسہ، حضرت اقدس مولانا سلمان صاحب اور دیگر اساتذہ ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، اس وقت مولانا نے حضرتؒ سے سالِ نو کے لیے دعا کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ ''میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، پتہ نہیں، میں پڑھا سکوں گا یا نہیں،'' ناظم صاحب نے کہا کہ ''حضرت! آپ تو ہر سال یہی فرماتے ہیں، ان شاء اللہ آپ دس سال اور پڑھاتے رہیں گے،'' حضرتؒ مسکرائے اور فرمایا کہ ''میں دس سال زندہ رہ کر کیا کروں گا؟'' پھر آپؒ نے مختصر نصیحت فرمائی، جس میں یہ آیت کریمہ: ''الفِتنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتلِ'' پڑھی، پھر فرمایا کہ ''فتنوں سے خود کو بچاؤ،'' نیز فرمایا کہ ''فتنوں کو دبانے کی صورت یہ ہے کہ اپنے کام میں لگے رہو، پھر آپؒ نے ایک منٹ دعا فرمائی، اس میں بطورِ خاص یہ دعا فرمائی کہ ''یا اللہ! فتنوں سے ہماری حفاظت فرما۔'' (قاری

انیس صاحب صاحب کا بیان ہے کہ اسی دِن سے حضرتؒ کی طبیعت میں تغیر شروع ہو گیا)

اس کے بعد کبھی آپؒ پر غنودگی طاری ہوتی اور کبھی اِفاقہ ہوتا، عجیب بات یہ تھی کہ مطالعہ کے دوران آپؒ سے غنودگی ختم ہو جاتی تھی، پورے استحضار کے ساتھ کتاب دیکھتے تھے، پھر کتاب رکھتے ہی غنودگی شروع ہو جاتی۔

۱۱/شوال المکرّم کو حضرت مسجد میں جمعہ ادا کرنے کے لیے تشریف بھی لے گئے، لیکن غنودگی کا اثر بالکل زائل نہیں ہو پا رہا تھا، اس لیے خدام نے مناسب سمجھا کہ ڈاکٹر کو بلایا جائے، ۱۳/شوال المکرّم بروز سنیچر قاری ایوب صاحب کے بلانے پر ڈاکٹر رضوان صاحب آئے، بلڈ پریشر کی جانچ کی، جو بالکل نارمل تھا، پھر انہوں نے حضرتؒ سے خون اور پیشاب کی جانچ کے لیے اِجازت مانگی، چنانچہ جانچ ہوئی اور ۱۴/شوال بروز اتوار تشخیص ہوئی کہ گردوں میں اِنفیکشن ہے۔

قاری ایوب صاحب فرماتے ہیں کہ میں ۱۵/شوال بروز پیر ڈاکٹر رضوان صاحب کے پاس حاضر ہوا تو ڈاکٹر صاحب نے دوائی دی، پونے بارہ بجے دوائی لے کر میں حضرتؒ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''حضرت! ڈاکٹر کے پاس سے دوائی لایا ہوں،'' حضرتؒ نے فرمایا کہ ''کیا ہوا؟'' میں نے کہا: ''حضرت! گردوں میں انفیکشن بہت ہے،'' حضرتؒ نے فرمایا: ''دوائی ہاشم کو دے دو،'' اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ''حضرت! اتوار کی شب میں طبیعت کیسی رہی؟'' حضرتؒ نے فرمایا کہ ''ایوب! سنو، میں یہاں بیٹھا تھا، میں نے خود سنا، مجھ سے یہ کہا گیا کہ اب کچھ نہیں ہوگا، اب میری طرف سے کچھ کرنے کی اِجازت نہیں۔'' حضرتؒ نے تین مرتبہ یہ فرمایا: ''ایوب! سمجھ گئے؟ میں نے بار بار کہا۔'' اس کے بعد میں باہر نکل آیا۔

نیز ۱۵/شوال پیر کے دن صبح کا حال بیان کرتے ہوئے قاری انیس صاحب

فرماتے ہیں کہ ''میں پیر کی صبح ذکر کی مجلس میں کچھ حضرات کو لے کر حاضر ہوا تو حضرتؒ کی حالت دیکھ کر فکر مند ہوا، میری آرزو تھی کہ حضرتؒ گفتگو فرمائیں، چنانچہ آپؒ نے دو خاص ملفوظ ارشاد فرمائے: ''استاذ کے لیے طالب علم کی زیادہ پٹائی کرنا حرام ہے۔'' پھر ضمناً ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک طالب علم کی اُستاذ نے اتنی پٹائی کی کہ پاؤں کالا ہو گیا اور رگیں سڑ گئیں، اگر شرعی قضا کا نظام ہوتا تو قصاص لیا جاتا۔'' پھر فرمایا کہ مریدوں کا بھی حق ہے، شاگردوں کا بھی حق ہے، ماتحتوں کا بھی حق ہے، بڑے لوگ اپنے حقوق سوچتے رہتے ہیں، چھوٹوں کے نہیں سوچتے۔

دوسرا ملفوظ یہ ارشاد فرمایا کہ ''برادری، علاقہ اور خاندان کوئی چیز نہیں، پھر آیت کریمہ: ''وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا'' پڑھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ یہ سب صرف پہچان کے لیے ہے، جیسے کوئی شخص پتہ معلوم کرنے آیا، اس کو پتہ نہیں چل رہا ہے، تو بتاؤ کہ فلاں علاقہ کا ہے، یہ مقصد ہے آیت کا، فخر اور تکبر مقصود نہیں۔'' پھر حضرتؒ نے ایک وجد والی کیفیت کے ساتھ فرمایا: ''آگے دیکھو، کیا فرماتے ہیں: ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ'' اس کے بعد فرمایا کہ ''ہاں، صحابۂ کرامؓ کی اولاد اگر توجہ کرتی ہے تو خوب ترقی کرتی ہے، کیوں کہ ان کے آباؤ اجداد نے جو مجاہدے کیے اس نسبت سے یہ ترقی کر جاتے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہمت اور توجہ کریں۔''

اب ١٦/ شوال کی رات تھی، حضرتؒ کی طبیعت میں انتہائی درجہ اضمحلال تھا، اس رات حضرتؒ نے خلافِ معمول تقریباً نو بجے تھوڑا سا کھانا تناول فرمایا، پھر تقریباً دس بجے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، نماز کے بعد حضرتؒ ایک ڈیڑھ گھنٹے تک بیٹھے رہے، پھر کئی مرتبہ اصرار کے بعد آپؒ لیٹ گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد اُٹھ کر بیٹھ گئے، آدھی رات کے بعد حضرتؒ دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئے تھے، لیکن سیدھے بیٹھ نہیں پائے، کئی مرتبہ پانی طلب فرما کر نوش فرمایا، لیکن غنودگی کے ساتھ بے چینی میں اِضافہ ہو رہا تھا۔

۱۶/شوال کی فجر کے وقت غشی اس قدر شدید تھی کہ آپؒ فجر ادا نہیں فرما سکے، قاری ایوب صاحب کا بیان ہے کہ ''میں صبح ساڑھے پانچ بجے پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرتؒ پر غشی طاری ہے، زبان سے ''اللہ، اللہ'' کی آواز آرہی ہے، پھر کچھ دیر بعد حضرتؒ نے پانی طلب فرمایا، تو میں نے اور ہاشم نے پانی پلایا، اس کے بعد حضرتؒ کو لٹا دیا گیا، پھر میں چلا گیا۔''

اس کے بعد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے قاری انیس صاحب فرماتے ہیں کہ میں فجر کی نماز سے فارغ ہو کر یہاں ذکر کے لیے حاضر ہوا تو کواڑ بند تھے، حجرہ میں حضرتؒ اور ہاشم تھے، حجرہ کے برآمدہ میں ۲۰، ۲۵ منٹ ذکر کر کے اندر داخل ہوا، تو حضرتؒ کی یہ کیفیت دیکھی کہ ایک پاؤں پیچھے کی طرف پھیلا ہوا اور دوسرا مڑا ہوا ہے، حضرتؒ کا پیٹ اور سینہ زمین سے لگا ہوا تھا، حضرتؒ کچھ فرما رہے تھے، مگر سمجھ میں نہیں آرہا تھا، شاید اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری فرما رہے تھے، بندہ نے ہاشم سے کہا کہ حالت بہت نازک معلوم ہو رہی ہے، حضرتؒ کو لٹا دیتے ہیں، ہمت کر کے آپؒ کو لٹا دیا، ہوش نہیں تھا، لٹانے پر آپؒ سو گئے، ہاشم کا بیان ہے کہ حضرتؒ گہری نیند میں چلے گئے، آٹھ بجے کے قریب حضرتؒ کے خراٹے سے ہم مطمئن ہو گئے کہ اب حضرتؒ کو آرام مل گیا، جب خراٹے بند ہو گئے تو گھبرا کر مفتی صالح وغیرہ نے مدرسہ کے ڈاکٹر کو بلایا، انہوں نے جانچ کر کہا کہ سانس اور نبض دونوں جاری ہیں، بلڈ پریشر بھی ٹھیک ہے، مگر بے ہوشی اور حالت کی نزاکت کو دیکھ کر ڈاکٹر نے کہا کہ حضرتؒ کو فوراً آئی سی. یو. میں لے جاؤ، ہسپتال پہنچتے ہی وہاں کے ڈاکٹروں نے ساری مشینیں لگائیں اور جانچ کرنے کے بعد کہا کہ حضرتؒ وفات پا چکے ہیں۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون.

حکم آیا خموشی کا تو بس حشر تلک چپ
ہیبت تیرے پیغام کی ظاہر ہے اَجل سے

سانحۂ ارتحال:

طویل علالت کے بعد ۱۶ شوال المکرّم ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱/ جولائی ۲۰۱۷ء بروز منگل تقریباً صبح ساڑھے نو بجے حضرتؒ عمر عزیز کی ۸۳ بہاریں گزار کر اس دارِ فانی سے دارِ بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔(إنّا للّٰہ و إنّا إلیه راجعون)

لائی حیات آئے، قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے

حضرتؒ کی وفات کیا تھی...... علمی دنیا میں زلزلہ......عوامی حلقوں میں بھونچال...... اور ایسا صاعقہ تھا کہ جس سے علم و فضل کی محفل اجڑ گئی، اصلاح و تربیت کی مسند ویران ہوگئی، آسمانِ علمِ حدیث کا تاباں و درخشاں آفتاب روپوش ہوگیا، تحقیقات کا رواں دواں چشمہ تھم گیا، ہزاروں تشنگانِ علم کا ابر کرم اچانک چھٹ گیا، سینکڑوں متوسلین کا سہارا اٹھ گیا،....اور بس......

ڈھونڈ و گے ہمیں ملکوں ملکوں، ملنے کے نہیں، نایاب ہیں ہم
تعبیر ہو جس کی حسرت و غم، اے ہم نفسو! وہ خواب ہیں ہم

جنازہ ہسپتال سے مظاہر علوم:

حضرتؒ کا جنازہ دہلی روڈ پر واقع میڈی گرام ہسپتال سے بذریعۂ ایمبولنس مدرسہ مظاہر علوم لایا گیا، جہاں مدتوں آپؒ نے حدیث شریف کا درس دیا تھا، جنازہ اسی دار الحدیث کے سامنے رکھا گیا، آخری دیدار و زیارت کے لیے اطراف و جوانب سے علماءِ کرام، متوسلین، متعلقین اور عوام و خواص کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اُمڈ پڑا تھا، کچھ ہی دیر میں مدرسہ کی وسیع و عریض عمارت تنگ دامنی کی شکایت کرنے لگی، اس لیے کہ انسانوں کا یہ سیلاب بڑھتا ہی

جار ہا تھا، ہر ایک آتا اور اپنے محبوب شیخ کی آخری زیارت کرتا تو بلا اختیار آنکھیں آب دیدہ ہو جاتیں۔

غسل وکفن:

دارالحدیث کی جنوبی سمت والے کمرہ میں حضرتؒ کو ظہر بعد غسل دینا شروع کیا گیا، ایک ڈیڑھ گھنٹے میں غسل سے فارغ ہوئے، جس میں حضرت مفتی مقصود صاحب، مفتی شعیب صاحب، مفتی صالح صاحب، قاری انیس صاحب، مفتی بشیر صاحب، مفتی آصف صاحب، مفتی اسرار صاحب اور حضرتؒ کے خادمِ خاص مفتی ہاشم صاحب وغیرہ نے حصہ لیا، حضرتؒ کی وصیت کے مطابق آپؒ کے کفن میں سینہ پر غلافِ کعبہ کا ٹکڑا اور روضۂ اقدس کی مٹی رکھی گئی، غسل وکفن کے بعد دوبارہ زیارت کے لیے جنازہ دارالحدیث کے سامنے رکھا گیا۔

میرا نشیمن نہیں درگہِ میر و وزیر
میرا نشیمن بھی تو، خاکِ نشیمن بھی تو

نمازِ جنازہ:

نمازِ جنازہ کے لیے وقت بعد عصر کا متعین ہوا تھا، اور اس کی ادائیگی کے لیے حاجی شاہ کمال قبرستان جانا تھا۔

نوٹ: نمازِ جنازہ کی ادائیگی اوّلاً احاطۂ مدرسہ ہی میں طے ہوئی تھی، لیکن مجمع حد تصوّر سے کافی بڑھ گیا تھا، مشاہدین کا کہنا ہے کہ تقریباً تین لاکھ افراد سے زائد مجمع تھا، بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنی زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا مجمع دیکھا، اسی لیے غیر مسلموں پر بھی اس کا اتنا اثر تھا کہ انہوں نے اپنی دکانیں بند کرلیں اور جنازہ میں شرکت کرنے والوں کے لیے وضو اور پینے کے لیے پانی فراہم کیا، نیز پولیس نے بھی بہترین حفاظتی نظم وضبط فراہم

کیا، فوج بھی انتظام میں حاضر تھی۔

حضرتؒ کا جنازہ مدرسہ سے ساڑھے پانچ بجے دارالحدیث کے اس حصہ سے باہر لایا گیا جہاں سے آپؒ کی ہمیشہ سبق کے لیے آمد ہوا کرتی تھی، مدرسہ کے باہر ہجوم اتنا تھا کہ قابو کرنا بڑا دشوار ہو رہا تھا، ایک عجیب ماحول نظر آ رہا تھا، تا حدنظر صرف انسان ہی انسان دِکھائی دے رہے تھے، جنازہ ساڑھے چھ بجے بمشکل حاجی شاہ کمال قبرستان پہنچا، جیسے ہی جنازہ قبرستان پہنچا تو جس شخص کے ہاتھ میں مائک تھا اس کی زبان سے غیر اختیاری طور پر زور سے کلمۂ طیبہ کا وِرد جاری ہوا، اسے سن کر مجمع کی زبان سے بھی کلمۂ طیبہ کا وِرد جاری ہو گیا، گویا اگر اس پورے مجمع نے ایک بار بھی وِرد کیا ہو تو تین لاکھ سے زائد بار ایک ہی آن میں کلمۂ طیبہ پڑھا گیا، ویسے تو مجمع کئی گھنٹوں پہلے قبرستان پہنچ کر ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گیا تھا، پھر حضرتؒ کی نمازِ جنازہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید حضرت اقدس مولانا طلحہ صاحب مدظلہٗ نے پڑھائی۔

9

تدفین:

حضرتؒ کی وصیت تھی کہ اگر میری موت سہارن پور میں آئے تو مجھے حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ (ناظم مدرسہ مظاہر علوم) کی قبر کے پاس دفن کرنا۔

یہاں ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے، غالباً ۲۰۱۲ء کا رمضان ہوگا، ۲۷/ رمضان کو راقم الحروف (محمد جابر) حضرتؒ کے پاس نو بجے کے قریب حاضر ہوا، اس وقت حجرہ میں حضرتؒ، بندہ اور مولانا عابد صاحب بیر بھومی تھے، کچھ دیر بعد حضرتؒ نے ایک جذب کی کیفیت میں فرمایا کہ ''میں سہارن پور میں ہوں یا مدینہ میں'' دو بار اسی طرح فرمایا، پھر احقر نے عرض کیا کہ ''حضرت! دعا فرما دیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مدینہ منوّرہ کی موت نصیب فرمائے،'' اس بات سے حضرتؒ پر عجیب کیفیت طاری ہو گئی، اور فرمایا: ''ارے! یہ

نعمت سب کوتھوڑی نصیب ہوتی ہے۔“

حضرتؒ کی وصیت کے مطابق حضرت ناظم صاحبؒ کی قبر کے پاس قبر کھودی گئی، سورج غروب ہونے کا وقت ہی تھا کہ اس آفتابِ علومِ نبوّت کو سپردِ خاک کردیا گیا۔ ؎

دفن تجھ میں کوئی فخر روزگار ایسا بھی ہے؟
تجھ میں پنہاں کوئی موتیٔ آب دار ایسا بھی ہے؟

اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر کو تاحد نظر کشادہ فرمائے، جنت کے باغات میں سے ایک بہترین باغ بنائے، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، آپؒ کی تمام خدماتِ عظیمہ کو قبول فرمائے اور انہیں حضرتؒ کے لیے نجات اور رفع درجات کا ذریعہ بنائے، آمین۔

حضرتؒ کے باقیاتِ صالحات:

باقیاتِ صالحات میں حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ نے ہزاروں کی تعداد میں تلامذہ چھوڑے ہیں، جو آپؒ کی روحانی اولاد ہیں، جن میں بہت سے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، نیز آپؒ نے کتب حدیث کا بڑا نایاب ذخیرہ اور مختلف علوم وفنون کی بہت ہی قیمتی کتابیں چھوڑیں، جو ممتاز ذاتی کتب خانوں میں جگہ پانے کے قابل ہیں، ان کتابوں کو حضرتؒ نے کیسے جمع کیا؟ اس کے متعلق خود راقم السطور نے حضرتؒ کو کئی بار یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ”پہلے میں کتابوں کے لیے پیسے جمع کرتا تھا، کسی کو نہیں دیتا تھا، اب جو پیسے آتے ہیں انہیں تقسیم کردیتا ہوں۔“ اسی طرح یہ بات بھی حضرتؒ سے سنی ہے کہ ”حرمین شریفین کے قیام کے دوران کبھی بھوک لگتی اور کھانے کی غرض سے باہر آتا تو خیال آتا کہ اگر کھاؤں گا تو اتنے پیسوں کی کتابیں خریدنے سے رہ جائیں گی، بالآخر میں کتب خانہ جا کر کتاب خرید لیتا۔“

حضرتؒ نے ان کتابوں کو اپنی وراثت میں چھوڑا، جو حضرتؒ کے بھتیجوں کے ترکہ

میں گئیں، (حضرتؒ کے آٹھ بھتیجے اور تین بھتیجیاں ہیں) ان نیک صفت وارثین نے اپنے عم بزرگوار حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کی تمنا پوری کرتے ہوئے کتابیں مدرسہ مظاہر علوم ہی میں رہنے دیں، اب مدرسہ مظاہر علوم کے اراکین شوریٰ اور حضرت اقدس مولانا سلمان صاحب دامت برکاتہم نے حضرتؒ کے حجرہ کی توسیع کرا کے ''مکتبۃ الشیخ محمد یونس'' کے نام سے ان کتابوں کو اس میں محفوظ رکھا ہے، اور ان کتابوں سے علماءِ کرام کو استفادہ کی اِجازت دی ہے، یہ مکتبہ حضرتؒ کے لیے تا قیامت صدقۂ جاریہ بنا رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آتی ہی رہے گی تیرے اَنفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیعت کے کلمات

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ

”نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا، اور سیدنا محمد ﷺ اس کے سچے رسول ہیں۔“

ایمان لایا میں اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں اور آخرت کے دِن پر، اور تقدیر پر بھلی ہو یا بری، سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، توبہ کی میں نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، غیبت سے، جھوٹ سے، پرایا مال ناحق کھانے سے اور ہر گناہ سے، اور عہد کیا میں نے کہ کوئی گناہ نہیں کروں گا، یا اللہ! میری توبہ قبول فرما، مجھے اپنے سچے بندوں میں شامل فرما، اپنی رضامندی کی، اپنے پاک رسول ﷺ کی تابعداری کی بیعت کی میں نے یونس کے ہاتھ پر اس کے مشائخ سے۔

دعا: یا اللہ! میری توبہ قبول فرما، مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما، مجھے توفیق عطا فرما اپنی اِطاعت دائمہ کی اور گناہوں سے بچنے کی۔

نصیحت: بیعت کام کے لیے ہوتی ہے، نام کے لیے نہیں، جو عہد کیا ہے اسے پورا کرو اور اس کے ساتھ تین عمل شروع کردو: ایک پارہ روزانہ حافظ ہو تو نفل میں، اور غیر حافظ ہو تو قرآن شریف یاد کرو۔ دوسری چیز: چار نفلیں: تہجد، اِشراق، چاشت اور اوّابین، سبھی پڑھنی چاہیے، عادت ایک ایک کی ڈالیں۔ اور تیسری چیز: چار تسبیحات۔

پہلا کلمہ : ”لآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ“ سو بار، **بیچ بیچ میں پورا کلمہ پڑھیں**: ”لآ إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ“

تیسرا کلمہ: ”سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ“ سو بار۔

سو بار درود شریف، کوئی سا ہو، سو بار استغفار، کوئی سا ہو، سو بار صبح کو پڑھنا ہے یا شام کو، اگر پڑھنے پڑھانے میں مشغولی کی وجہ سے وقت نہ ملے تو ایک وقت ضرور پڑھیں، اور بیٹھ کر پڑھیں، گھوم کر نہ پڑھے، توجہ کے ساتھ پڑھیں، بیچ میں بے ضرورت بات نہ کریں، چلتے پھرتے درود شریف، استغفار یا جس چیز میں دل لگے وہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کلمۂ طیبہ ہے، اس کو پڑھتے رہیں۔

یہ دنیا فانی ہے، جو کچھ شئی اس میں ہے آنی جانی ہے، اس کے بعد ختم ہو جائے گی، حساب کتاب کا سلسلہ شروع ہوگا، جس کے بعد بندے کو معذرت کا موقع نہیں ملے گا، اس لیے دنیا ہی میں اپنے گناہوں سے توبہ کرنی ہے۔

☆......☆......☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ملفوظات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

فرمایا: ’’یکسوئی میں زندگی گزارنا اور لوگ نہ جانیں یہ بہتر ہے اس سے کہ لوگ جانیں اور اللہ تعالیٰ ناخوش ہو۔‘‘

فرمایا: ’’لوگو! نماز کی پابندی کرو، پانچوں وقت کی نماز مسجد میں پڑھنے کی کوشش کرو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کا حق باقی ہو تو دے دو۔ اور اگر ادا نہ کر سکو تو اس سے معافی مانگ لو۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے آپ کو کمال والا سمجھنا تکبر ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! موت سر پر کھڑی ہے، جدھر رُخ کرو گے فوراً پکڑ لے گی، اس لیے بچو! اپنی جوانی کی قدر کرو اور نماز جماعت کے ساتھ پڑھو، میرا حال نہ دیکھو، نہ معلوم میں نے کونسا گناہ کیا ہے جس کی وجہ سے نماز کمرہ میں پڑھنی پڑتی ہے، بچو! میرا حال دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! ہم نے اپنی جوانی لغویات اور بکواس میں گزاری، اب غم وافسوس کے سوا کیا فائدہ؟ اللہ سے توبہ کرتا ہوں، اب توبہ کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کو اس کی غلطی پر سب کے سامنے اس طرح ڈانٹنا جس سے اس کو شرم آئی ہو، معافی مانگ لینی چاہیے۔‘‘ پھر مجھ (محمد جابر) سے فرمایا کہ ’’میں نے تجھ کو بھی ڈانٹا ہے، معاف کر دینا اور میرے لیے اللہ کی رضا کی دعا کرنا، اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔‘‘

فرمایا: ’’رات کو سوتے وقت توبہ کر کے سوؤ۔‘‘

فرمایا: ’’اچھی صحبت اختیار کرو اور بڑوں کا اکرام کرو۔‘‘

فرمایا: ’’کسی کو غریب سمجھ کر اس پر ظلم نہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’میرے لیے مغفرت کی دعا کرو اور صحت کی بھی۔‘‘

’’بچو! بس میری تو نصیحت ہے کہ حرام پیسوں کے لیے اللہ کے کسی بھی بندے کو مت ستانا، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔‘‘

’’بچو! کسی کا دل نہ دُکھاؤ، بچو! اچھا سلوک کرو۔‘‘

فرمایا: ’’لوگ چند پیسوں کے لیے دنیا میں گڑبڑ کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’جس بتّی میں تار نہ ہو وہ بتّی نہیں جلتی، اسی طریقے سے دِل اللہ سے نہیں جُڑتا جب تک کہ اللہ والوں کی صحبت اختیار نہ کی جائے۔‘‘ نیز فرمایا: ’’تعلق اللہ سے نہیں جُڑتا جب تک کہ ’’اللہ، اللہ‘‘ نہ کیا جائے۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے محسن کو بدلہ دے دیا کرو۔ بچو! میں جس کے یہاں کھا لیتا ہوں اور جن کا مجھ پر احسان ہوتا ہے ان کے لیے میں کچھ نہ کچھ ایصالِ ثواب کر دیتا ہوں، بچو! تم بھی کیا کرو۔ بچو! اُس عالم میں سب منتظر ہوں گے، تم بھی منتظر ہو گے۔‘‘

فرمایا: ’’آپس کے اختلاف چھوڑو، یہ سب مدارس ایک ہیں، اللہ ایک ہے، اللہ کے نبی ایک ہیں، اللہ کا دین ایک ہے، اس لیے یہ سب مدارس ایک ہیں، ہم تو سب کو باعث خیر سمجھتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! مجھ کو اپنے گناہوں کی وجہ سے مرنے سے ڈر لگتا ہے۔‘‘ (اس بات پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں اشک بار ہو گئیں)۔از: مرتب محمد جابر عفی عنہ۔

فرمایا: ’’غریبوں اور تنگ دستوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، مر جاؤ گے تو یہ نجات کا ذریعہ بنے گا۔‘‘

فرمایا: ’’ہمیشہ اللہ پر بھروسہ کرو۔‘‘

ایک مرتبہ ایک صاحب سے فرمایا: ’’اچھا طریقہ اختیار کرو گے تو اچھے رہو گے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اپنے مقدر سے پڑھتے ہو، حسب استعداد بندہ ترقی کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’یہاں دُنیا میں جیسا غصہ چاہے نکالو، جب عدل کی کچہری قائم ہوگی اس وقت پتہ چلے گا۔‘‘

فرمایا: ’’جوانی کی قدر اس وقت ہوگی جب بڑھاپے کو پہنچ جاؤ گے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! جب اللہ تعالیٰ بچانے کا فیصلہ کرتے ہیں تو کوئی چیز نقصان نہیں کر سکتی۔‘‘

’’جب تک آدمی بول رہا ہے تب تک لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں، جب منہ بند ہو جاتا ہے تو لوگ اسے قبرستان میں پہنچا دیتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ایسا مذاق جس میں کوئی تہذیب اور تعلیم نہیں، بے فائدہ ہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا کہ ’’حضرت! مدرسہ بنانا ہے، اس کے لیے دعا فرمائیے‘‘ اس بات پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ اخلاص عطا فرمائے۔‘‘ پھر فرمایا کہ ’’آج مدارس کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ مکاتب کی ضرورت ہے، آج لوگوں نے مدارس کو تجارت اور آمدنی کا ذریعہ سمجھ رکھا ہے۔‘‘ پھر فرمایا: ’’میں کسی کے دل پر حملہ نہیں کرتا۔‘‘

فرمایا: ''ضابطہ سے کام نہیں ہوتا، بلکہ رابطہ سے ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''مرنے کے بعد میرا کوئی سہارا نہیں، سوائے اللہ کی رحمت کے۔''

فرمایا: ''اللہ سے بندگی کا جوڑ پیدا کرو اور اللہ کو راضی رکھو۔''

فرمایا: ''گجراتی، بنگالی اور بہاری کو جب کوئی اِجازت دیتا ہے تو وہ اپنی اجازت کو ظاہر کرتے ہیں، پہلے جب ہمارے اکابر کو اِجازت دی جاتی تو وہ اس کو چھپاتے تھے۔''

فرمایا: ''اچھے کپڑے پہنا کرو، میں یہ نہیں کہتا کہ اچھے کپڑے نہ پہنا کرو۔'' پھر فرمایا کہ ''ایک عرب نے مجھ سے کہا کہ آج کے جدید نوجوان کپڑوں میں مشابہت اختیار کر کے زنانہ پن اختیار کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! کسی کو حقیر نہ جانو، کیا معلوم؟ اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ کیا ہے؟''

ایک طالب سے پوچھا: ''آپ کہاں کے ہو؟'' طالب علم نے کہا: ''بہار کا'' فرمایا: ''میرے بارے میں جو شکایت کرے اس سے میری طرف سے معافی مانگ لینا۔'' (اللہ، اللہ، کیا تواضع ہے)۔ از مرتب محمد جابر عفی عنہٗ

ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا: ''تم میں کون کون حافظ ہے؟'' پھر فرمایا: ''بچو! نماز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرو، آدھا پارہ چھ رکعات میں بعد المغرب اور آدھا پارہ چھ رکعات میں بعد العشاء، بچو! شروع میں تعب محسوس ہوگا، جب عادت پڑ جائے گی تو آسانی ہوگی۔'' فرمایا: ''ہم تو حافظ نہیں ہیں، حسرت ہی حسرت رہ گئی۔''

ایک مرتبہ حفاظِ کرام کو خطاب کر کے فرمایا کہ ''قرآنِ کریم کثرت سے پڑھو، اِتنا پڑھو کہ ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ﴾ فرمانے والا تم سے راضی ہو جائے، اور جو لوگ حافظ نہیں ہیں وہ کثرت سے سورۂ یٰسین شریف پڑھیں۔''

فرمایا: ''ہر بات کو تول کر بولو۔''

فرمایا: ”بات کرنے سے پہلے دِل میں دو طرح کی آواز آتی ہے، ایک حق کی، دوسری باطل کی، حق کی جو آواز آتی ہے وہ دھیمی ہوتی ہے، اس لیے حق بات کو اختیار کرنا چاہیے۔“

فرمایا: ”مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے پاس دو لفافے تھے، یا دو برتن تھے، جن میں کچھ نہ کچھ پیسے ڈالا کرتے تھے، تاکہ کوئی غریب آئے تو اس کی مدد کریں۔“ پھر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”میں بھی کچھ نہ کچھ پیسے جمع کرتا ہوں، بچو! تم بھی جمع کرو اور غریبوں کی مدد کیا کرو۔“

فرمایا کہ ”ایک مرتبہ میں نے ایک شخص کا پائجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھا، تو میں نے اس سے کہا کہ ”اس کو اوپر کرلو“ تو ایک مولوی صاحب جو میرے پاس تھے انہوں نے تعریضاً کہا: ”آپ تو ہمیشہ لوگوں کو ٹوکتے رہتے ہیں“ حضرتؒ نے فرمایا: ”مجھے اس جملہ پر اِتنا افسوس ہوا کہ اس دِن نہ کھایا نہ پیا، غم میں رہا، پھر سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ یا نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”تم نے اس آدمی کو جو کہا وہ ٹھیک کہا۔“ حضرتؒ نے فرمایا: ”اس جملہ سے مجھے اطمینان وسکون ہو گیا۔“

فرمایا: ”بچو! مسلمانوں کو ان کے حقوق پہنچاؤ، کسی کی عیب چینی نہ کرو۔“

ایک صاحب نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی، تو حضرتؒ نے فرمایا: ”دعا سے میں کیسے انکار کرسکتا ہوں؟ میں بھی محتاج ہوں، آپ بھی محتاج ہیں اور ہم سب گنہگار ہیں۔“

فرمایا: ”کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور کسی کو تکلیف پہنچانے کا سبب بھی نہ بنو۔“

فرمایا: ”کسی کو کچھ کہنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔“

فرمایا: ”بچو! میں چھوٹا تھا، ایک استاذ نے مجھے بلایا اور ایک طالب علم کا نام پوچھا،

میں نے نام بتایا، پھر اس طالب علم کا دوسرے دِن اخراج کر دیا، پھر کسی اور ایک موقع پر اُن ہی استاذ نے مجھے بلایا، پھر کسی طالب کا نام پوچھا، (حضرتؒ نے فرمایا کہ) میں نے کہہ دیا کہ ’’میں کسی کا اِخراج کروانے نہیں آیا، میں تو پڑھنے آیا ہوں۔‘‘ اسی بات پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ’’بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ’’کسی بھی استاذ کے سامنے کسی طالب علم کی شکایت نہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ابھی سے تہجد کی عادت ڈالو اور ابھی نیک اعمال کی عادت ڈالو۔‘‘ فرمایا: ’’میں تو کچھ نہیں کرتا ہوں، اپنا برا حال کیا بیان کروں۔‘‘ (یہ بات کہہ کر حضرتؒ رونے لگے)۔ از مرتب: محمد جابر عفی عنہ۔

فرمایا: ’’بچو! اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! اللہ کا خوف پیدا کرو اور اپنے آپ کو شہوانیت سے بچاؤ، اللہ تعالیٰ اس عمل سے بہت ناراض اور ناخوش ہوتا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’شکل پرستی سے بچو، اس لیے کہ یہ نفسانیت اور شہوانیت سے ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا کہ ’’میں نے اپنی زندگی میں عشاء کے بعد کبھی کسی غیر درسی کتاب کا مطالعہ نہیں کیا، سوائے ایک دن کے، جس دن دارقطنی کی عبارت حل نہیں ہوئی تھی، اس وقت میں نے عشاء کے بعد مطالعہ کیا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! جماعت کی پابندی کرو۔‘‘

فرمایا: ’’ہم اپنے بزرگوں کو نہیں دیکھتے تھے کہ وہ اذان کے بعد مسجد میں نہ آتے ہوں، آج تو ہم دیکھتے ہیں کہ اذان کے بعد کھانا پکا رہے ہیں، کوئی سو رہا ہے، بچو! اور دنوں میں اذان سے پہلے نہ پہنچ سکو تو کم سے کم جمعہ کے دِن اذان سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرو، بلکہ ضرور پہنچو۔‘‘

فرمایا: ’’بغیر آداب کے کوئی چیز نہیں آتی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! جو کوئی میرے بارے میں شکایت کرے تو میری طرف سے اس سے معافی مانگ لینا، میں دِل سے معافی چاہتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کسی کو حقیر نہ جانو، پتہ نہیں کس کا انجام کیا ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کچھ نوافل، تلاوت اور نمازیں پڑھو۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن خود حساب لے گا، اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے، اس کے سامنے ایک ایک بات کھل کر سامنے آجائے گی۔‘‘

فرمایا: ’’بہار میں ۱۲۰ سال کی ایک عورت تھی، ان کے لڑکوں نے بتایا کہ وہ پوری زندگی اعمالِ صالحہ میں لگی رہی اور کبھی اس نے اپنی زندگی میں اِشراق نہیں چھوڑی، جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے پاؤں سے نور پھوٹا تھا، یہ بات لڑکوں نے مجھے بتائی تو میں نے ان لڑکوں سے کہا: ’’ارے بیوقوفو! میں جب بہار آیا تھا تو مجھے کہنا تھا کہ ایسی ایک عورت ہے، تاکہ میں اس سے اپنے لیے دعا کرواتا۔‘‘ پھر حضرتؒ نے فرمایا: ’’بچو! نیک لوگوں سے اپنے لیے دعا کرواؤ۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کسی پر ظلم مت کرو اور کسی کو مت ستاؤ، کسی کو حقیر نہ جانو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! نیک نیتی سے اعمال نیک ہوتے ہیں، اس لیے بچو! اپنی نیت کو سدھارو۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک اپنی اپنی نماز کو دیکھ لے کہ ہم کیسی نماز پڑھتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’استاذ کی مار سے فہم پیدا ہوتی ہے، استاذ بطورِ تنبیہ کے مارتا ہے، لیکن بعض اساتذہ مارتے ہی چلے جاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’والدین کی کوتاہی یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اَدب نہیں سکھاتے۔‘‘

3

فرمایا: ''اُردو سیکھو، عربی سیکھو اور خوب استعداد پیدا کرو۔''

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ بروزِ جمعہ بعد العصر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ''دل لگا کے درود شریف پڑھو۔''

فرمایا: ''کوئی چیز خریدنی ہے تو اپنے ہاتھ سے خریدو۔''

فرمایا: ''ایک مرتبہ ایک ڈاکو اپنے گناہوں سے رو رو کر توبہ کر رہا تھا، حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوریؒ اس ڈاکو کے پاس گئے اور اُس سے بہت زیادہ قریب ہوگئے کہ خدا کی رحمت اس پر برسے گی تو رحمت کا چھینٹا مجھ پر بھی پڑ آئے گا۔''

فرمایا: ''بچو! جو کچھ کرنا ہے اپنی اسی عمر میں کرلو، ورنہ میری عمر کے ہو جاؤ گے تو کچھ نہیں کرسکو گے، اس لیے اپنی اسی عمر میں کچھ نوافل پڑھ لو اور اپنے گناہوں سے توبہ کرلو۔''

فرمایا: ''کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔''

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے جو بھی دعا کی درخواست کرتا تو حضرتؒ فوراً فرماتے: ''اللہ فضل فرمائے۔''

فرمایا: ''جو بندہ غیر اللہ سے تعلق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے سے ناراض ہوتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! مال کی بلڈنگ تیار مت کراؤ، تعلیم کی عمارت تیار کراؤ۔'' فرمایا: ''بچو! اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرو۔''

''بچو! تم نے اگر خالی الذہن (یکسو) ہو کر تین مرتبہ ''اللہ، اللہ، اللہ'' کہا تو ایک نہ ایک دِن ضرور اثر ہوگا۔''

فرمایا: ''گناہ کرنا عیب کی بات نہیں، لیکن گناہ میں اس طرح پڑے رہنا کہ گناہ کے گناہ ہونے کا خیال بھی نہ ہو، یہ عیب کی بات ہے، بلکہ گناہ میں لگے رہنا یہ بہت مہلک ہے،

اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے، پھر وہ سیاہی روح میں پڑ جاتی ہے تو روح بھی سیاہ ہو جاتی ہے، اس کا بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ بہت ناخوش ہوتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! ایک مرتبہ میں کسی مسجد میں گیا، تو وہاں دیکھا کہ ایک پانی کے نل سے پانی ٹپک رہا تھا، جس کی وجہ سے اس زمین پر انگلی کے پورے کے بقدر سوراخ ہو گیا تھا، بس اسی طرح اچھائی اور برائی کا اثر دل پر ہو جاتا ہے۔''

فرمایا: ''بچو! میں پڑھنے کے زمانے میں بال نہیں رکھتا تھا۔''

ایک مرتبہ بعد العصر حضرت مولانا سلمان صاحب، حضرت مولانا عاقل صاحب دامت برکاتہم، حاجی عبد الخالق پالن پوریؒ اور شیخ محمود سورتیؒ حضرتؒ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا کہ ''حضرت! یہ کمرہ (جس میں حضرتؒ رہتے تھے) چھوٹا محسوس ہوتا ہے اور مہمانوں کو بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے، اس لیے پیچھے کی جانب کچھ بڑھا دیا جائے اور بیت الخلاء میں بھی کچھ کام کروا دیا جائے، جہاں آپ کو ضعف کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے، حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جلدی مت کرنا، ابھی مت بنانا، میری عمر کتنی ہے؟ پتہ نہیں۔'' پھر فرمایا: ''میں اپنی ذات کے لیے تغیر و تبدّل نہیں چاہتا، میں نے زمانۂ طالب علمی میں مدرسہ کی عمارت میں ایک کیل تک نہیں گاڑی، جو پرانی کیلیں تھیں اُن ہی کو استعمال کر لیا کرتا تھا۔'' (یہ قصہ ۱۴۲۶ھ کا ہے)۔ از راقم الحروف: محمد جابر عفی عنہٗ

فرمایا: ''بچو! میرے لیے دو رکعات صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا کرو، تم لوگوں کا مجھ پر احسان ہوگا۔''

فرمایا: ''اپنے لیے اچھے اچھے کھانے کی فکر مت کرو، غریب اور مسکینوں کی بھی کچھ نہ کچھ مدد ضرور کیا کرو۔''

فرمایا: ''بچو! ایک مرتبہ میرے ساتھ سہارن پور کے کسی لڑکے نے دہلی کا سفر کیا، وہ

بکواس اور غیبت کیا کرتا تھا، لیکن اس میں ایک خوبی تھی، وہ یہ کہ جب میں اس کی طرف دیکھتا تو اس کو قرآنِ کریم پڑھنے میں مشغول پاتا، یہ بات میں نے اس میں جاتے ہوئے اور آتے ہوئے بھی دیکھی۔''

فرمایا:''بچو! میں پہلے سورۂ یٰسین پڑھتا تھا، لیکن اب وہ نہیں پڑھی جاتی۔'' (حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ یہ بات کہہ کر رونے لگے، حضرتؒ کی آنکھیں اَشک بار ہوگئیں)۔ از راقم الحروف: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا:''بچو! غلو کسی بھی چیز میں مت کرو۔''

فرمایا:''ایک مرتبہ حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ کے یہاں مدرسین کو بلایا گیا، وہاں میں بھی تھا، وہاں حضرتؒ نے ایک ایک لڈّو سب کو دیا، جو پتہ نہیں کتنے دنوں سے رکھے ہوئے تھے، میں نے جب اسے دانت سے کاٹا تو اس میں سے بہت لمبا تار نکلا، حضرتؒ کا تو یہ کہنا تھا کہ ''کھانا ہے تو کھالو، ورنہ واپس دے دو۔'' لیکن حضرتؒ کے یہاں کس کی اِتنی ہمت تھی کہ واپس دے، سب نے سڑا ہوا لڈّو کھالیا۔''

فرمایا:''حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے یہاں قربانی کا سڑا ہوا گوشت کھلایا جاتا تھا، جب بہت سڑ جاتا تو اس کو آٹے میں ملا کر تیل میں اس کی روٹی تیار کی جاتی اور سب کو ایک ایک لقمہ دے دیا جاتا۔''

نوٹ: ان دونوں ملفوظ میں ''سڑا ہوا'' سے مراد یہ نہیں کہ اس میں تعفن ہوجاتا، بلکہ مراد یہ ہے کہ کچھ دنوں رکھنے کی وجہ سے وہ باسی ہوجاتا، جس کا مشاہدہ خود احقر نے مولائی و مرشدی حضرت شیخ محمد یونس صاحبؒ کے یہاں میٹھائی اور پھل وغیرہ میں کیا کہ میٹھائی باسی ہوجاتی تو اس میں تھوڑا گھی ڈال کر گرم کیا جاتا، پھر وہ مہمان وغیرہ کو کھلائی جاتی، اس سے ہمارے بزرگوں کے یہاں نعمت کی قدردانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ’’بچو! کسی کو برا بھلا ہرگز مت کہو، اور جس کو برا بھلا کہہ دیا ہو اس سے ضرور معاف کراؤ۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! ہر نماز کے بعد اللہ کی محبت اور اس کا خوف مانگو۔‘‘ "الإيمـــان بين الرجاء والخوف."

فرمایا: ’’بچو! کتّے، بلّی، نفسانی خواہش، دوستی اور ان کی محبت میں کچھ نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ظاہراً و باطناً سنت پر عمل کرو، حسن نیت میں برکت ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اخلاق سیکھو، اپنے کھانے پینے میں سے غریبوں کی مدد کرو۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ کی طرف سے مدد کا آنا اعمال سے نہیں، بلکہ نیت سے ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کوئی بدنگاہی میں مبتلا ہے اور کوئی بدکلامی میں، بدنگاہی عام ہوگئی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جو صورت بنانے کی فکر میں لگا رہتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! کسی کو حقیر نہ سمجھو۔‘‘ (حضرتؒ نے یہ جملہ مکرّر اور تاکیداً فرمایا کہ ’’کسی کو حقیر نہ سمجھو‘‘)۔ از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ۔

ایک صاحب نے سود کے متعلق پوچھا، فرمایا: ’’اس کا یہ فعل برا ہے، لیکن کسی کی تحقیر اس سے بھی زیادہ بری ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! صلوٰۃ التوبہ کا اہتمام کرو، پُرانے لوگ سوتے وقت توبہ کرتے اور کلمہ پڑھ کر سوتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک کو اپنا وقت پورا کرنا ہے اور سب کو وقت پورا کر کے جانا ہے، لیکن ’’جانے‘‘ کے لفظ سے دِل کانپتا ہے، گھبراتا ہے کہ حساب لیا جائے گا۔‘‘

فرمایا: ’’معصیت سے توبہ کرو۔‘‘

3

فرمایا: ''دوستی مت کرو، ہاں، اگر اتفاقاً ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، ایسی دوستی کرو جو تمہیں نیکی کی ترغیب دے، کہ تو نے نماز پڑھی، اِشراق پڑھی، تسبیح پڑھی۔''

فرمایا: ''تھوڑی دیر کی ایسی ذلت بہتر ہے جو اللہ کو راضی کرے۔''

فرمایا: ''بچو! نماز میں قرآن پڑھنے کی کوشش کرو، اور قرآن کو صحیح کرنے کی کوشش کرو۔''

فرمایا: ''شعبیؒ سے کسی نے پوچھا کہ ''نماز کے بعد سب سے اچھی چیز کیا ہے؟'' جواب دیا: ''تلاوتِ قرآن، اس کے علاوہ کوئی چیز اچھی نہیں، لیکن سنت ذکرواذکار۔''

فرمایا: ''نماز نیت سے فرض بنتی ہے، نیت سے واجب بنتی ہے، نیت سے نفل بنتی ہے اور نیت ہی سے نماز مؤاخذہ کا سبب بھی بنتی ہے، اس لیے کہ بندہ جب دوسرے کے لیے نماز پڑھے گا تو یہ نماز مؤاخذہ کا سبب بنے گی، اگر اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھی تو اللہ کے قرب کا سبب بنتی ہے، یعنی اجر کا سبب بنتی ہے۔''

فرمایا: ''اخلاص سے ہر چیز حاصل ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''بچو! صوفیہ نے لکھا ہے کہ ایک لمحہ بھی غفلت میں مت گزارو، اللہ کا ذکر کرتے رہو، اس سے زبان تر و تازہ رہتی ہے، اگر غفلت میں ایک لمحہ بھی گزار دیا تو بہت دور چلے جاؤ گے، ایک لمحہ کی غفلت بہت سالوں کی دوری پیدا کر دیتی ہے۔'' فرمایا: ''زیادہ بات مت کرو اور بلا ضرورت کسی سے ملنے جلنے مت جاؤ، اگر طبیعت کی تازگی کے لیے کبھی کبھار بات کر لو تو کوئی مضائقہ نہیں، مگر تھوڑی دیر۔''

فرمایا: ''بچو! ایک مرتبہ میں بیٹھا ہوا تھا، طبیعت میں بہت اُلجھن تھی، مولوی اطہر آئے اور انھوں نے ایسی بات کہہ دی کہ میں زور سے ہنسنے لگا، میری طبیعت بحال ہوگئی، پہلے میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ کوئی کام کروں، لیکن ان کے آنے کے بعد میری طبیعت اچھی ہوگئی،

پھر میں اپنے کام میں مشغول ہو گیا، مولوی اطہر میرے پاس اس سے پہلے کبھی نہیں آئے اور نہ اس کے بعد۔''

فرمایا: ''حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ ''اپنے آپ کو باندھ لو۔''

فرمایا: ''جب نیک کام کرنے کا داعیہ پیدا ہو تو اسے فوراً کر لیا جائے۔''

فرمایا: ''زبان کو ہر وقت ذکر میں مشغول رکھو۔''

فرمایا: ''جب گناہ ہو جائے تو فوراً اسی وقت توبہ کر لو، پھر کبھی ایسا نہ ہو کہ توبہ سے پہلے ہاتھ کاٹ دیے جائیں یا تم کو رَجم کر دیا جائے۔''

فرمایا: ''انسان کا کوئی لمحہ ذکر سے خالی نہیں ہے، جب سو کر اٹھو تو اٹھنے کی دعا پڑھو، پھر حمام میں جاؤ تو بسم اللہ پڑھو، استنجا کے لیے جاؤ تو اس کی دعا پڑھو، جب وضو کرو تو بسم اللہ پڑھو اور وضو کے درمیان ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ، وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ.'' پڑھو، پھر شہادتین پڑھو، پھر جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھو، اس کے بعد تلاوت اور ذکر کرو، اس کے بعد صلوٰۃ اشراق پڑھو، اور اگر متعلم ہے تو بسم اللہ کہہ کر درسگاہ جائے اور تکرار کرائے، اور جب پڑھائی ہو جائے تو الحمد للہ کہو کہ ایک کام پورا ہو گیا، اور اگر مدرّس ہے تو بسم اللہ کہہ کر جائے اور دعا کر کے جائے کہ اللہ تعالیٰ غلط بات کہنے سے بچائے، اور صاف بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور کھانا کھاؤ تو بسم اللہ کہہ کر کھاؤ، جب کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو دعا پڑھ لو۔ غرض کہ انسان کا کوئی لمحہ ذکر سے خالی نہیں ہونا چاہیے، اگر مہمان آجائے تو اس کی خوش طبعی کے لیے تھوڑی سی بات کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، یہ اتباع مسنون ہونے کی وجہ سے اَذکار میں داخل ہے، البتہ ہنسنے کا مشغلہ بنا لینا اچھا نہیں، طبیعت کے تقاضے پر کبھی کبھی ہنس دے تو کوئی مضائقہ نہیں۔''

فرمایا: ''بچو! موت سر پر کھڑی ہے، بچو! جوانی کو غنیمت جانو، اللہ کو جتنا ہو سکے

راضی کرلو، جب بڑھاپا پکڑ لیتا ہے تو کچھ نہیں ہوتا۔''

ایک صاحب کو فون پر فرمایا: ''اپنی زندگی سنت کے مطابق بناؤ۔''

فرمایا: ''بچو! نفلیں مت چھوڑو، سنت غیر مؤکدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مطالبہ اور مؤاخذہ نہیں ہوگا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں کوتاہی کرو، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک کپڑا دھویا ہوا ہے، اس کی اگر پریس کرلو تو وہ چمکتا ہے، اگر پریس نہ کرو تب بھی کپڑا صاف ہے، لیکن کون نہیں چاہتا کہ وہ پریس کر کے کپڑا پہنے؟ سنت مؤکدہ کو بھی مت چھوڑو، ہاں، اس سے بیماری کی حالت مستثنیٰ ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''اپنے قصور کی معافی کے لیے دو رکعات تو ایسی ہونی چاہیے جو سب سے مخفی ہو۔''

فرمایا: ''بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے استاذوں کے ساتھ بغض نہیں رکھنا چاہیے، اس بغض کی وجہ سے اللہ تعالیٰ متعلم کا راستہ ہی بدل دیتے ہیں اور وہ جوانی ہی میں تعلیم کو چھوڑ دیتا ہے۔''

فرمایا: ''اگر جنت کا کھانا مل جاتا تو کھا لیتا اور دُنیا کی روزی سے چھٹی کر لیتا، لیکن یہ ناممکن ہے۔ سمعانی میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عورت کا شوہر مر گیا، عورت نے خواب میں دیکھا کہ بہترین دسترخوان لگا ہوا ہے اور اس دسترخوان پر اس کا شوہر بھی ہے، سب جنّتی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، تو اس آدمی نے اپنی بیوی سے خواب میں ہی کہا کہ اس مسکینہ کو بھی دے دو، دو چار لقمے دے دیے گئے، اس کے بعد اس عورت نے پندرہ یا سولہ سال تک کھانا نہیں کھایا اور حال یہ تھا کہ چہرہ پر رونق ویسے ہی اتنے سال تک برقرار رہی۔''

فرمایا: ''میں ایک مرتبہ حج کے لیے جا رہا تھا، مجھے پتہ نہیں تھا کہ ہوائی جہاز میں قینچی وغیرہ لے جانے کی ممانعت ہے، تو قینچی لے گیا، وہاں ائیر پورٹ والوں نے دیکھا کہ سامان میں کچھ نظر آ رہا ہے، مجھ سے انہوں نے کہا: ''کیا لائے ہو؟'' میں نے صاف کہہ دیا کہ ''قینچی

ہے‘‘ لیکن انہوں نے بات نہیں مانی اور میرا پورا سامان تلاش کرنے لگے، تو سامان میں سوائے چمچ کے کچھ نہیں ملا، جب میں مکہ پہنچا تو حیران ہو گیا کہ یا اللہ! میں تو قینچی لایا تھا، کہاں گئی؟ پھر میں نے سامان تلاش کیا تو قینچی ہی نکلی اور چمچ نہیں تھا۔‘‘

فرمایا: ’’پہلے کسی بھی خانقاہ میں مرغ مسلّم نہیں ملتا تھا، یہ طریقہ حضرت مدنی اور حضرت شیخ (زکریا) رحمہما اللہ سے شروع ہوا ہے۔‘‘

ایک مرتبہ مفتی طاہر صاحب نے مشکوٰۃ کے درس میں فرمایا تھا کہ حضرت شیخ یونس صاحبؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ نماز پڑھ کر اپنے گھر کی طرف آ رہے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے گھر کے سامنے کوڑا پڑا ہوا تھا، اور اس میں تربوز کے چھلکے پڑے ہوئے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ’’اس کو دھو کر میرے پاس لاؤ،‘‘ کیوں کہ اس میں تھوڑا تھوڑا تربوز لگا ہوا تھا، اس کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پاس لایا گیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’میں اس کو کھاؤں گا، جس کا جی چاہے وہ بھی کھائے‘‘ سب نے کھا لیا، پھر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’اللہ کی نعمتوں کی قدر کرو۔‘‘

حضرتؒ نے ایک مرتبہ دورانِ درس فرمایا کہ ’’مجھ کو اللہ رب العزت کی زیارت ہوئی، اللہ پاک نے فرمایا کہ ’’میں تیری روح نکالنے والا ہوں، میں نے عرض کیا: ’’یا اللہ! دو رکعات پڑھنے کی اِجازت مرحمت فرمایئے، چنانچہ اِجازت دے دی گئی۔‘‘

فرمایا: ’’حافظ کون ہے؟ پھر حفاظ سے خطاب کر کے فرمایا کہ ’’اگر تم قرآن نہیں پڑھو گے تو کیا فائدہ؟ پھر تو میں اور تم قرآن نہ پڑھنے کے حساب سے برابر ہیں، ویسے تو تم اچھے لوگ ہو، کیوں کہ تمہارے سینے میں قرآن ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اللہ کے یہاں کالے گورے اور مشرق و مغرب کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا، وہاں تو دو ہی چیزوں کے بارے میں پوچھا جائے گا: ایمان اور عمل صالح، یہ نہیں

پوچھا جائے گا کہ ''تم ایم. پی. کے ہو یا یو. پی. کے ہو۔''

فرمایا: ''کسی بھی مسلمان کی تحقیر نہ کی جائے، یہ اللہ کو ناپسند ہے تو بندوں کو کیسے پسند آئے گی؟ کل قیامت کو راز کھلے گا کہ کون کیسا ہے؟''

''بچو! اچھا کام کرو، اچھا سلوک کرو، یہ جو بچے میرا کام کرتے ہیں سب باری باری سفرِ حج میں یاد آتے تھے، بھلا کوئی احسان کرے گا تو دوسرا یاد نہیں رکھے گا؟ بچو! تم بھی لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو، تاکہ وہ تمہیں یاد رکھیں، کسی سے لینے اور دینے کے لیے دوستی نہ کرو، وہ یاد نہیں آتے، بلکہ مخلصین یاد آتے ہیں، مخلص لوگ دعا میں یاد آتے ہیں۔''

فرمایا: ''آدمی بے ٹوک نہ بولے، اگر بولنا ہے تو ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے معقول بات کہے، اگر کسی کو کچھ کہنے سے ایذا ہوتی ہے اور وہ بات واجبات میں سے نہیں ہے، تو چپ رہے، کچھ نہ کہے۔''

مہاراشٹر کا ایک طالب علم دارالعلوم دیوبند سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے پاس آیا، اس نے کہا: ''حضرت! میرا نماز میں دِل نہیں لگتا اور خواہشات کا غلبہ بہت ہے، پڑھنے میں دل نہیں لگتا،'' حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ سب دوستی کی وجہ سے ہے، تعلق ختم کردو اور اپنے اندر خوف پیدا کرو، کیا نہیں دیکھتے کہ کسی ائیر پورٹ یا فیکٹری میں مرد و عورت سب مل کر کام کرتے ہیں، تو کیا وہ لوگ ہر وقت گناہ کرتے رہتے ہیں؟ نہیں، بلکہ کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کو اپنی ملازمت کا خوف ہے، تو ہمیں اللہ کا خوف کیوں نہ ہو؟ اس طالب علم نے عرض کیا: ''حضرت! استقامت کا طریقہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''آیاتِ عذاب و ذکرِ جہنم کو پڑھ کر بار بار تنہائی میں تدبّر کرو۔''

ایک صاحب نے پوچھا کہ ''حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اور مولانا محمد اللہ صاحبؒ کو ایصالِ ثواب کرنا ہے، تو پہلے کس کو کرے؟'' حضرتؒ نے فرمایا: ''اگر دونوں کو

الگ الگ کرنا ہے تو پہلے مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کو کرے، اس کے بعد دوسرے کو، اور اگر عام کرنا ہے تو سب کو ایک ساتھ کرے۔'' اس کے بعد اُن صاحب نے پوچھا: ''حضرت! آپ کی طبیعت کیسی ہے؟'' فرمایا: ''فضول باتیں نہ کرو۔''

علی گڑھ سے آئے ہوئے طلبہ سے فرمایا: ''بچو! تم میں کوئی ڈاکٹری کرتا ہے؟ جواب دیا: ''نہیں، حضرت! ہم انجینیر نگ کرتے ہیں،'' فرمایا: ''انجنیر نگ سے صرف آدمی کی اپنے پیٹ کی حفاظت ہوتی ہے، بچو! ڈاکٹری کرو، فرمایا: ''روٹی کما لینا کمال نہیں، کمال تو خدمت ہے،'' فرمایا: ''تم میں کوئی حافظ ہے؟'' جواب دیا: ''جی حضرت، ایک حافظ ہے،'' فرمایا: ''یہ ہے سعادت مندی،'' فرمایا: ''سادہ لباس پہنو، اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ تم طالب علم ہو، اچھا پہنو، لیکن سادہ پہنو۔''

''بچو! کتاب کا ادب کرو، جو کتاب کا ادب نہیں کرتا اس کو علم نہیں آتا، اس کی اولاد میں علم نہیں آتا، میں نے اپنے بزرگوں کو کتاب کا ادب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (حضرتؒ کے کمرے میں صحاحِ ستہّ رکھی ہوئی تھیں، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) بچو! یہاں صحاحِ ستہّ رکھی ہوئی ہیں، سب سے اوپر بخاری شریف، پھر مسلم شریف، پھر درجہ بہ درجہ رکھتا ہوں۔''

''بچو! جو حافظ ہے وہ اپنا معمول بنالے، روزانہ قرآن شریف پڑھے، چلتے پھرتے ہر وقت قرآن پاک پڑھے، اور جو حافظ نہیں ہے وہ کلمۂ طیبہ پڑھے، بیچ بیچ میں درود شریف پڑھے، درود شریف پڑھنے سے نبی پاک ﷺ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور خاتمہ بالخیر ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''اگلے جمعہ سے اس چادر کو ہٹا دینا، اس لیے کہ اس پر مجھے تصویر معلوم ہوتی ہے، وحشت سی معلوم ہوتی ہے، اس کو کہیں پھینک دینا۔'' (جس جگہ حضرت بیٹھے تھے وہاں

چادر بچھی ہوئی تھی)۔از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ

ایک صاحب نے آ کر کہا: ’’میرے لڑکے کا نکاح جمعہ کے دِن عصر کے بعد پڑھانا ہے،‘‘ فرمایا: ’’میں جمعہ کے دِن درود شریف پڑھتا ہوں، اس لیے تھوڑا وقت دوں گا، دس منٹ سے زائد نہیں۔‘‘ (نوٹ: جمعہ کے دن عصر کے بعد حضرتؒ درود شریف ہی کا وِرد فرماتے تھے، کسی سے بات نہیں کرتے تھے اور مجلس میں بھی بار بار فرماتے تھے کہ ’’درود پڑھو، دل لگا کر درود پڑھو۔‘‘ از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ’’آج کل حکومت کی سی. آئی. ڈی. بہت پھیلی ہوئی ہے، ہر جگہ ہے، آدمی احتیاط کرتا ہے کہ کہیں پکڑا نہ جائے، بولنے میں بھی احتیاط کرتا ہے کہ کہیں پکڑ میں نہ آئے، اگر یہی بات ہے تو اللہ کی حکومت کی بات یہ ہے کہ آدمی جو بات بولتا ہے نگران محافظ اس کو لکھ لیتے ہیں، اس لیے گناہ کی بات نہ بولی جائے، نافرمانی کی بات نہ بولی جائے، حکومت کی سی. آئی. ڈی. غلط صحیح بات پہنچائے گی، اللہ تعالیٰ کے نگران سچی سچی بات پہنچاتے ہیں، اس لیے اپنی زبان کی حفاظت کرو، ناجائز بات مت بولو، اپنے گناہوں سے توبہ کرو۔ آدمی دنیا میں سی. آئی. ڈی. بنتا ہے عزت کے لیے، مال کے لیے، عزت بزّت کچھ نہیں ملتی ہے۔‘‘

ایک مرتبہ حضرتؒ کے پاؤں میں وَرم بہت تھا، جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد دارالطلبہ تشریف لے گئے، حضرتؒ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہیں تھی، ضعف بھی تھا، اس حالت میں بھی حضرتؒ دو طالب علموں کے سہارے سے کھڑے ہونے جا رہے تھے، اس حالت میں دیکھ کر حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا: ’’حضرت! آپ کے لیے تو بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے،‘‘ اس پر حضرتؒ نے فرمایا: ’’مولانا! گاڑی جب تک چلتی ہے چلنے دو۔‘‘ (بالآخر حضرتؒ نے کھڑے ہو کر ہی نماز پڑھی۔ ۱۹/ جمادی الاولیٰ/ بروز جمعہ/ ۱۴۲۷ھ، از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ)۔

فرمایا: ”میلاد کو علی الاطلاق بدعت کہنا غلط ہے، ہاں جو فضول باتیں ہوتی ہیں وہ غلط ہیں۔“

فرمایا: ”مصلحت بہت بڑی چیز ہے۔“

حضرتؒ فرماتے تھے کہ میری تکلیف کے بارے میں مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا تھا کہ سحر ہے، مفتی صاحبؒ اس میں بہت ماہر تھے، کسی نے مفتی صاحبؒ سے کہا: ”حضرت! آپ ہی کچھ کر دیجیے،“ فرمایا: ”اگر میرے بس میں ہوتا تو کر دیتا۔“ اسی سحر کے بارے میں ایک شامی عامل آئے ہوئے تھے، انہوں نے کہا تھا کہ ”جو اس میں ہاتھ ڈالے گا وہ مر جائے گا یا بیمار ہوگا۔“ فرمایا: ”کیا ہیں یہ سب باتیں؟ جب تک جی رہے ہیں کر لیں جو کچھ کرنا ہے، ایک دِن مرنا ہے، آخر موت ہے۔“

ایک دِن ایک بڑے اِدارے کے ایک مؤقر عالم تشریف لائے تھے، انہوں نے حضرتؒ سے فرمایا: ”جس نے جادو کیا ہے اس بد بخت کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں کیا،“ حضرتؒ نے فرمایا: ”مولانا! اسے بد بخت نہ کہو، میں نے آج تک کسی کے لیے ثقیل الفاظ استعمال نہیں کیے، لیکن میں علمی بحث میں مناظرہ کرتا ہوں، اور جو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہوں میں اپنے بچوں کو کرتا ہوں، میں نے آج کل وہ بھی چھوڑ دیا ہے۔“ پھر حضرتؒ نے اُن سے فرمایا: ”مولانا! آخرت کی تیاری کرو۔“

فرمایا: ”بھئی! میں مہمانوں کو متوسط درجہ کا کھانا کھلانا چاہتا ہوں۔“

فرمایا: ”جو شخص کسب حلال کرتا ہے اور صدق کا کام کرتا ہے اسے شرحِ صدر نصیب ہوتا ہے، شرحِ صدر یہ ہے کہ آدمی کے دل میں سکون پیدا ہو جائے۔“

فرمایا: ”بچو! اتباعِ سنت کرو، جھوٹ نہ بولو، اِدھر کی بات اُدھر نہ کرو، ایک بات دوسری بات میں ملا کر بولنا جھوٹ ہے، جھوٹ بولنے والے پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے، لعنت کہتے ہیں ”إبعاد من الرحمة“ کو، اللہ کی رحمت سے دور ہو جانا، اس لیے جھوٹ سے پرہیز

کرو، جھوٹ بری بلا ہے، جس کو عادت لگ جاتی ہے وہ ہر جگہ رُسوا ہو جاتا ہے۔''

فرمایا:''اتباعِ رسول کی تقریر لمبی ہے، عقیدہ صحیح کرو، سچ بولو، عمل صحیح رکھو، گناہوں سے بچو، ان چند باتوں میں پوری بات آ گئی، عقیدہ کی صحت ''آمنت باللّٰہ و ملائکتہ''...الخ ہے۔''

فرمایا:''ہر چیز میں پاکی ہونی چاہیے، کھانا پاک ہو، روزی حلال ہو، پاک کمائی ہو، سود نہ ہو، ڈکیتی نہ ہو، کسی کا مال لے کر نہ کھائے، قرض لے کر کھا گیا، دیا نہیں، اِس وقت یہ بلا عام ہے، لوگ قرض لیتے ہیں، واپس نہیں دیتے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ آدمی کی آمدنی کم ہو اور کھانے پینے کا شوق ہو، ایسے لوگوں کی دعوت کا کھانا حرام ہے، میں جب طالب علم تھا نہ کسی کا کھانا کھاتا تھا نہ کسی کو کھلاتا تھا۔''

فرمایا:''بچو! حلال روزی کھاؤ، قرض مت لو، لوگ یہاں آکر شکایت کرتے ہیں کہ آپ کے یہاں فلاں صاحب آتے ہیں، لوگوں سے قرض لیتے ہیں اور دیتے نہیں ہیں۔''

فرمایا:''میرا بڑھاپا ہے، آخری وقت ہے، میں دوسروں کا پیسہ کھا کر کیا کروں؟ بقدرِ ضرورت اللہ تعالیٰ بھیج دیتے ہیں، بھئی! ہماری ضرورت تو پوری ہو جاتی ہے۔''

فرمایا:''بچو! میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ تم پڑھاؤ گے، اس وقت دعوت کھانے کا شوق مت رکھنا، ورنہ قرض لینے کی عادت پڑ جائے گی، جو ملے کھالو، سوکھی روٹی ملے تو کھالو۔''

فرمایا:''خاندان کا بڑا ہونا بڑی اونچی چیز ہے۔''

فرمایا:''حرام سے بچو! بعض لوگ یہاں آتے ہیں، مجھے نفرت ہوتی ہے، ان کی طرف دیکھنا گوارا نہیں کرتا، میرے دل سے لعنت نکلتی ہے، لیکن میں خود کو روک لیتا ہوں، میں اپنے بسم اللہ کہنے والے طلبہ کو پسند کرتا ہوں۔''

نوٹ: کچھ لوگ ناحق طور پر لوگوں کا مال ہڑپ کر لیتے ہیں، اس سلسلہ میں بہت سی شکایتیں آرہی تھیں، اس وقت کا یہ ملفوظ ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا:''آدمی دل سے مسلمان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں۔''

فرمایا: ”لوگ سمجھتے ہیں کہ میں دعوت کا شوقین ہوں، ایسی بات نہیں، اللہ مجھے کھلا دیتے ہیں۔“

”بچو! ابھی سے اتباعِ سنت کرو، عادت ڈالو گے تو ابھی سے عادت پڑ جائے گی۔“

”بچو! میں نماز تاخیر سے پڑھتا ہوں، بڑا رونا آتا ہے۔“

نوٹ: اس لیے کہ حضرتؒ کا معمول اوّل وقت ہی میں نماز پڑھنے کا تھا، لیکن معذوری کی وجہ سے کبھی تاخیر ہو جاتی، تو اس پر افسوس کے ساتھ یہ فرماتے۔ (از: محمد جابر)

فرمایا: ”وضو کرتا ہوں، وضو نہیں کیا جاتا، مجھ میں اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رہی، اب چلنے کا وقت قریب قریب ایک دو سال ہے، بہت تکلیف ہوتی ہے۔“

فرمایا: ”نماز وقت پر نہیں پڑھ پاتا، نماز اولِ وقت میں پڑھنے کا شوق تھا، نماز پڑھنے کا بہت شوق تھا، میں نے بچپن میں اپنے ابّا سے کہا تھا: ”مجھے نماز پڑھنے کے لیے آدھا گھنٹہ دیجیے،“ فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے، اگر پوچھا کہ ”تو نے وقت پر نماز کیوں نہیں پڑھی؟“ تو کیا جواب دوں گا؟“

فرمایا: ”میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ وقت کی قدر کرتے تھے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کو دیکھا ہے کہ جب تھک جاتے تھے تو تھوڑی دیر سبحان اللہ پڑھتے رہتے تھے۔“ فرمایا: ”ایک دِن میرے دل میں کشف و کرامت کا خیال آیا، حضرتؒ کو فوراً کشف ہو گیا۔ کشف و کرامت میں کیا ہے؟ اصل سبحان اللہ کہنا ہے۔“ فرمایا: ”حضرتؒ کو اعمالِ صالحہ کا بڑا اہتمام تھا، یہی جوہری صورت ہے، اگر یہ نہ ہو تو اسلام اور غیر اسلام میں کیا فرق ہے؟“

فرمایا: ”حضرت رائے پوری فرماتے تھے: ”اسلام تو حضور پاک ﷺ کی شریعت کا نام ہے۔“

فرمایا: ”دیکھا ہے کہ جو کسی کو اذیت پہنچاتا ہے وہ دنیا ہی میں دیکھ لیتا ہے، آخرت میں اور دیکھے گا۔“

فرمایا: ''بچو! اللہ کی طاعت کا اثر ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے خاندان میں کوئی مشہور مرض نہیں تھا، اللہ پاک نے ان کو غریب بنایا تھا، فاقہ کرتے تھے، کسی کو نہیں کہتے تھے۔''

فرمایا: ''حضرت رائے پوریؒ کے یہاں ایک آدمی کسی مقدمہ کے بارے میں دعا کروانے گیا، تو حضرتؒ نے فرمایا: ''خود دعا کرو۔'' بعض لوگوں نے بتایا کہ حضرتؒ کو مکشوف ہوا کہ ان کا مسئلہ ان ہی کی دعا سے آسان ہوگا۔''

فرمایا: ''اپنے عزیز و اقارب جو مر چکے ہیں ان کو کچھ پڑھ کر پہنچاؤ، قرآنِ کریم پڑھ کر پہنچاؤ، اور زیادہ نہیں تو دس روپیہ ان کے نام صدقہ کرو۔''

فرمایا: ''ظلم اللہ کو پسند نہیں، چوک اور غلطی معاف ہو جاتی ہے۔''

فرمایا: ''اللہ نے آپ کو آنکھیں دی ہیں، شکر ادا کرو، نعمت ہے، آنکھ جس کے نہیں اُس سے پوچھو، آپ کو اللہ نے آنکھیں دی ہیں، تھوڑا قرآن پڑھو، قرآن آواز سے پڑھو، میاں! ٹوٹی پھوٹی جیسی بھی آواز ہو، آدمی اللہ تعالیٰ کو سنائے، اس کا ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حروف صحیح نکلتے ہیں۔''

فرمایا: ''قرآن سننے میں یہ خوبی ہے کہ آدمی کو فہم قرآن کا شوق پیدا ہوتا ہے، قرآن شریف آواز سے پڑھو، چاہے آدھا پارہ ہو۔'' فرمایا: ''آج سے ۴۰ یا ۴۱ سال پہلے کی بات ہے کہ دفتر میں کچھ گجراتی بچے تھے، آواز سے اطمینان سے قرآن پڑھتے تھے، میں اپنے بارے میں کہتا ہوں: ''من نہ کردم، شما بکنید'' بچو! اللہ کو سنانے کی نیت سے قرآن بالجہر پڑھو۔''

فرمایا: ''جیسے کسی کو تکلیف پہنچانا ناجائز ہے اسی طرح کسی کی تکلیف پر خوش ہونا بھی ناجائز اور گناہ ہے، مسلمان کی تکلیف پر خوش ہونے سے سلبِ ایمان کا خطرہ ہے، کسی کی تکلیف پر خوش نہ ہونا چاہیے، سب کو تکلیف پڑتی ہے، اس میں کیا خوش ہونا؟ میں آپ کی تکلیف پر خوش ہوؤں تو مجھے کیا ملے گا؟''

فرمایا: ’’بڑوں کا ڈانٹنا کہنا الگ ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں تو اخبار وغیرہ نہیں پڑھتا، مجھے کچھ بھی پتہ نہیں رہتا، میری یہ عمر نوافل پڑھنے کی رہی ہے، نہ مجھے اخبار وغیرہ پڑھنے میں مزہ آتا ہے، نہ مجھے شوق ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے حضرت ناظم صاحبؒ سے بار ہا سنا ہے کہ ہم پہلے مسلمان ہیں، اس کے بعد سب کچھ ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ہمیں اپنا وطن عزیز ہے، لیکن اگر کوئی ہمارے مذہب پر اعتراض کرے تو ہم برداشت نہیں کر سکتے، ہمیں جھگڑا پسند نہیں ہے، مگر کوئی نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرے تو ہمیں برداشت نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اتنا قرآن پڑھو کہ قرآن نازل کرنے والا خوش ہو جائے۔‘‘ فرمایا: ’’قرآن سے دوستی کرو، یہاں ایک نوجوان تھا، وہ بہت قرآن پڑھتا تھا، اس کا انتقال ہو گیا، اس کے بھائی نے اس کو خواب میں دیکھا، اس نے کہا: ’’کچھ نہ پوچھو، قرآن نے مجھے کیسا تر ار کھا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’دوستوں کی مجلس آرائی بہت مضر ہے، مرنے کے بعد یہ سب حالتیں کھل جاتی ہیں، میں تو بھئی! بہت جلدی ٹوک دیتا ہوں، میں ایک صاحب کے یہاں گیا، وہ اخبار پڑھ رہے تھے، میں نے ان کو کہا کہ ’’یہ زمانہ اخبار پڑھنے کا ہے؟ کلمہ پڑھو‘‘ اس کے شاید ایک یا دو مہینے کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، میں تو بھئی! استاذوں کو ٹوک دیتا ہوں، مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کتاب پڑھ رہے تھے، تو میں نے کہا: ’’کہیں یہ کتاب پڑھنے کا زمانہ ہے؟‘‘ کیوں ٹوکتا ہوں؟ اس لیے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ خیر خواہی کی ہے، ابّا کو بھی ٹوک دیتا تھا، ان پر بہت اثر پڑا تھا، میں نے کہا: ’’آپ نے مجھے غیبت سننے کے لیے بلایا ہے؟‘‘

فرمایا: ’’حضرت ناظم صاحبؒ مستجاب الدعوات تھے، ایک مرتبہ کوئی مسئلہ نہیں مل رہا تھا، حضرتؒ سے کہا: ’’حضرت! دعا کیجیے کہ مسئلہ مل جائے،‘‘ فرمایا: ’’آمین۔‘‘

فرمایا: ’’بعض لوگ پیر تلاش کرنے میں غلطی کرتے ہیں، مولانا عبدالغنی صاحب

گجراتی پہلے حضرت ناظم صاحبؒ سے بیعت تھے، پھر ان کے انتقال کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بیعت ہو گئے، پھر ان کے انتقال کے بعد مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے بیعت ہوئے، میں نے ان سے کہا: ''ساری عمر حضرت ناظم صاحبؒ نے پالا تھا، انہیں کیا معلوم کہ کہاں تک الف، باء، تاء کا سبق ہوا ہے؟'' انہوں نے استفہامی نظر ڈالی، میں نے ان سے کہا: ''باندہ جاؤ، حضرت مولانا صدیق صاحبؒ (خلیفہ حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) سے بیعت ہو جاؤ'' پھر وہ حضرت باندویؒ سے بیعت ہو گئے اور ان کو اجازتِ بیعت بھی حضرتؒ سے حاصل ہو گئی۔'' فرمایا: ''لوگ سمجھتے نہیں، نام والے پیر کو پسند کرتے ہیں، اس میں کیا فائدہ ہے؟ شہرت کوئی چیز ہے؟''

فرمایا: ''مولانا صدیق صاحب باندویؒ نے بڑے فاقے کیے ہیں۔''

فرمایا: ''جب ہم نے توکل شروع کیا تو عبدالقدوس دیناج پوری آیا، کہا کہ ''کچھ بھی نہیں ہے،'' میں نے کہا: ''آٹا ہے؟'' اس نے کہا: ''ہاں، ہے،'' میں نے کہا: ''روٹی پکا لے،'' پھر خیال آیا کہ شہد ہے، تو میں نے روٹی اور شہد کھانا شروع کیا۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اور دروازوں سے دینا شروع کیا۔''

فرمایا: ''میں کسی کا متعین روپیہ نہیں لیتا ہوں، سوائے ایک لڑکے کے جو دس روپیہ دیتا ہے،'' اس لڑکے کے متعلق حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ لڑکا پہلے مجھے دو روپیہ دیتا تھا، پھر پانچ روپیہ دینے لگا، اب دس روپیہ دیتا ہے۔''

مولانا مختار اسعد صاحب (صاحب زادۂ مولانا محمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا کہ ''حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کی کوئی اولاد ہے؟'' فرمایا: ''تین ہیں،'' فرمایا: ''حضرتؒ نے تو اخیری عمر میں شادی کی تھی، مولاناؒ کا مزاج تھا کہ جو ذہین ہو اس کو بہت چاہتے تھے، شر و فساد کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے تھے، میرے بارے میں کہتے تھے: ''اس کے باوا گالی دیتے ہیں،'' گالی تو نہیں دیتے تھے، بلکہ اعتراض کرتے تھے۔''

فرمایا: ''والدہ کی ننیہال میں جی لگتا ہے، اور کسی جگہ جی نہیں لگتا۔''

3

فرمایا: ''دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ خرچ پورا کرادے، کیوں کہ حج میں جانے سے پہلے بجلی کا اور فون کا خرچ ہوتا ہے، جی چاہتا ہے کہ کسی کا پیسہ اپنے ذمہ نہ رہے۔''

فرمایا: ''جو کوئی کسی کا مال ہڑپ کرلیتا ہے تو اس کو بہت نقصان ہوتا ہے، اور یہی صبح وشام شکایتیں آتی ہیں، کوئی کسی کا گھر ہڑپ کرتا ہے، کوئی کسی کی زمین پر قبضہ کرتا ہے، کوئی کسی کے پاس سے قرض لیتا ہے تو واپس نہیں کرتا۔''

فرمایا: ''اکابر فرماتے ہیں کہ جو کوئی کسی کو ستاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جمع ہوتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ فرماتے ہیں۔'' فرمایا: ''میں جو اِن بلاؤں میں مبتلا ہوں تو سوچتا ہوں کہ یہ تکلیف کہاں سے آئی؟ پھر توبہ کرتا ہوں۔''

فرمایا: ''استاذ سے نہیں لڑنا چاہیے، اُستاذ سے لڑنا باپ سے لڑنا ہے۔''

فرمایا: ''اپنے طلبہ کو کبھی ستانا نہ چاہیے، کبھی اُستاذ شاگرد سے انتقام نہیں لیتا، بہت سے لوگ اس میں دھوکہ کھاتے ہیں۔''

فرمایا: ''حضرت ناظم صاحبؒ کو نماز سے بڑا عشق تھا، نماز باجماعت کا بڑا اہتمام تھا، حضرتؒ سچ بات سے ایک دم ٹھنڈے ہوجاتے تھے، حضرتؒ بہت ڈانٹتے تھے، لیکن دِل کو برا نہیں لگتا تھا، ویسے بھی حضرتؒ بہت خیر خواہی کرتے تھے، وعظ وتقریر میرے بس میں نہیں تھا، حضرتؒ پسند نہیں کرتے، حضرتؒ کا مزاج تھا کہ جو جس کام میں لگا ہوتا حضرتؒ اسی کام میں لگاتے تھے۔''

فرمایا: ''حضرت ناظم صاحبؒ کے ذمہ قرض ہوگیا تھا، تو مشورہ کیا کہ اگر اتنے ایام چٹنی روٹی کھائیں گے تو قرض ادا ہوجائے گا، چنانچہ حضرتؒ نے ایسا ہی کیا اور قرض ادا کردیا، حضرتؒ قرض سے بہت گھبراتے تھے، اس لیے کہ حقوق العباد ہے، حضرتؒ مجھ سے بارہا فرماتے تھے کہ ''نہ قرض لو اور نہ دو۔'' دو ہی لفظ فرماتے تھے۔

فرمایا: ''ایک بزرگ تھے، ان کے یہاں شرائط میں سے تھا کہ جو خدمت کرے وہ اپنا کھانا ساتھ لے کر آئے، وہ بزرگ حضرت شیخ رحمہ اللہ تھے، لیکن اخیر میں دو سال پہلے ایسا

نہیں رہا تھا، ورنہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں جو بھی جاتا کھانا ساتھ لے کر جانا پڑتا۔''

فرمایا:''بچو! حقوق العباد کی رعایت کرو، سال کا اخیر ہے، بڑا احتیاط کرو، میں تو سبق میں بچوں سے کہتا ہوں کہ''اگر میرے ذمہ کسی کے پیسے ہوں تو لے لو، اگر ہوں گے تو دے دوں گا، اگر نہیں ہوں گے تو معافی مانگ لوں گا۔''

فرمایا:''دھوکہ دے کر پیسہ لینا کہ دیکھ، تو پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا، پیسے دے دے، یہ بہت برا ہے۔''

فرمایا:''بہار میں ایک امین تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا اور قبر کھودی گئی، تو آدھا کلو کے برابر بچھو نکلے، دوسری جگہ کھودی گئی تو پھر آدھا کلو بچھو نکلے، پھر مسجد کے پیچھے قبر کھودی گئی تب بھی وہی ہوا، علماء نے فتویٰ دیا کہ اسی میں دفن کر دو، معلوم ہوا کہ وہ امین تھے، زمین کی ہاتھ نپائی کرتے تھے، مگر ہاتھ مارتے تھے، یہ سچا قصہ ہے، میرے پاس لکھا ہوا ہے۔''

فرمایا:''میں بہت محاسبہ کرتا ہوں کہ کیا غلطی کی؟ کس کو ستایا؟''

فرمایا:''بچو! سال کا اخیر ہے، اپنے معاملات صحیح کرو، کسی کی کوئی چیز نہ چھوؤ، کسی کا جوتا نہ اُٹھاؤ، اگر تم اُٹھاؤ گے تو غور کرو کہ آخرت میں کہاں سے دو گے؟ ایک صحابیؓ تھے، حضور پاک ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے، شہید ہو گئے، لوگوں نے کہا کہ''یہ جنت میں ہے،'' آپ ﷺ نے فرمایا:''کَلَّا، انہوں نے ایک چادر لے لی تھی، وہ آگ بن کر ان کے گلے میں لپٹ گئی،'' نبی ﷺ کے خادم تھے، پھر ہم اور آپ کیا ہیں؟ بچو! دوسرے کے روپئے کھا جانے کا اور دبا دینے کا بڑا سخت گناہ ہے، آخر چادر کی حقیقت کیا ہے؟''

فرمایا:''یہاں ایک صاحب شراب پیتے تھے، مرنے کے قریب ناک میں سے دھواں نکلا، لوگوں نے چادر ڈالی تو چادر جل گئی، اللہ میاں کبھی کبھی دِکھا دیتے ہیں۔''

فرمایا:''ہم چھوٹے تھے، ایک کمرہ میں رہتے تھے، مولوی نور الدین کے گھر سے خستہ آیا، میں نے ایک کھایا، دو کھایا، تیسرے کے کھانے میں تردّد ہو گیا، اور بچے بھی کھانے لگے، میں نے کہا: مجھے تو اجازت ہے، مگر اور لوگوں کو نہیں، حالاں کہ وہ میری چیز بھی کھاتے

تھے، مگر میں نے ان کو تیس روپئے بھیج دیے۔''

فرمایا: ''بچو! کسی کو تکلیف نہ دو، مولانا علی میاںؒ چھوٹے تھے، ان کی گھر کی ایک خادمہ تھی، اس کے سامنے مولاناؒ نے کچھ اکڑ کر کہا، جس سے اس کو تکلیف ہوئی، آپؒ کی والدہؒ نے فرمایا: ''علی! اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگو۔'' یہ پورب کی اصطلاح تھی: ''ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا۔''

فرمایا: ''یہاں بعض لوگ اپنی دنیا کی مصلحت سے آتے ہیں، یہاں وہی لوگ آئیں جن کا مقصد دین ہو۔''

فرمایا: ''بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اگر بیٹا لوٹ مار کر پیسے لاتا ہے تو باپ خوش ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''اب تو اسکولوں کا ماحول ایسا خراب ہوگیا ہے کہ لڑکیاں A,B,C,D, پڑھ کر آتی ہیں، آوارہ ہوتی ہیں، جس گھر میں تبلیغ نہیں ہوتی لڑکیاں آوارہ ہوتی ہیں،'' فرمایا: ''اولاد کو ٹوکنے سے اولاد برا نہیں لگاتی۔''

فرمایا: ''بچو! اچھے اخلاق اختیار کرو، اچھائی اختیار کرو، اچھائی سے رہو، شریعت میں جو چیز حرام ہے اس سے پرہیز کرو، جہاں دیکھنا منع ہے وہاں نہ دیکھو۔''

فرمایا: ''میں طلبہ کے حجروں میں جھانکنے سے بہت شرماتا ہوں۔''

فرمایا: ''بچو! جب آدمی خود کو اخلاقِ محمودہ سے ہٹا دیتا ہے تو اس میں بے حیائی آتی ہے، جس میں بے حیائی آتی ہے وہ کسی کام سے نہیں ڈرتا، اللہ سے ڈرو۔''

''بچو! مجھ سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو اپنے علاقہ میں جا کر اعلان کرنا کہ یونس معافی چاہتا ہے۔''

''بچو! موت کی کوئی گارنٹی نہیں، سب کا حق ادا کرو، چائے کی دوکان سے تم نے چائی پی ہو، پیسے باقی ہوں تو ادا کردو۔''

ہمارے حضرت ناظم صاحبؒ نے فرمایا کہ ''کسی سے قرض لو نہ دو، اس سے تعلق

4

نہیں رہتا ہے۔'' دسیوں بار یہ فرمایا تھا۔

فرمایا: ''آپ لوگ باہر کے ہو، جماعت میں آئے ہو، اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کیجیے، جماعت کا کام اللہ تعالیٰ کے لیے کیجیے، نام ونمود کے لیے نہیں، اللہ تعالیٰ کا دین زندہ ہو جائے اس لیے کام کرو، ساتھیوں کو ادب سکھاؤ۔''

فرمایا: ''اب لوگوں کی عادت ہے کہ یہاں آتے ہیں اور میرا نام بیچتے ہیں، کہتے ہیں کہ میرا فلاں سے تعلق ہے، بچو! میں مکروفریب نہیں جانتا۔''

''بچو! میں نے کسی سے قرض نہیں لیا، تم لوگوں سے سچ کہتا ہوں، تین تین دِن تک فاقہ کیا ہے، اس لیے کہ پیسے پاس نہیں ہوتے تھے، بیمار رہتا تھا، بعض متقی ایسے ہوتے ہیں کہ جوش میں آجاتے ہیں۔''

فرمایا: ''دہلی سے ایک صاحب کا فون بار بار آتا ہے، کہتے ہیں کہ مجھے گناہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے، میں نے کہا: ''بیٹا! اس کا علاج اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ کا خوف پیدا کرو اور استحضار رکھو کہ اللہ تعالیٰ جہنم میں ڈال دے گا، خوفِ الٰہی غالب کرو۔''

ایک صاحب نے کہا: ''پتھری ہے،'' فرمایا: ''روزانہ سورۂ فاتحہ اور الم نشرح پڑھ کر پانی پر دم کر کے پی لیا کرو، اوّل وآخر درود شریف پڑھ لیا کرو۔''

فرمایا: ''ہر ایک کا وقت مقرر ہے، ہر ایک آتا ہے جانے کے لیے، جاتا ہے، واپس نہیں آتا، جو کچھ لے جاتا ہے اس کا حساب ہوگا، یہاں سے توبہ کر کے جاؤ، لوگوں کے حقوق معاف کرا کے جاؤ، اللہ کو راضی کرو، یہاں کی شان وشوکت کچھ دِن کی ہے، بڑے بڑے آدمیوں کو لوگ بھول جاتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! کوشش تو کرتا ہوں کہ جس کسی کو میں نے تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی چاہوں،'' فرمایا: ''میری پیٹھ کے پیچھے جو شکایت کرے اس سے (میری طرف سے) معافی مانگ لینا۔''

فرمایا: ''یہ ہوس ہے کہ میری عمر بڑھ جائے، تا کہ کوئی نیکی کرلوں۔''

5

فرمایا: ’’جب انسان کو صحت ہوتی ہے تو قدر نہیں ہوتی، جب بیمار ہوتا ہے تو اس کو صحت کی قدر ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میری نصیحت ہے کہ اِشراق پڑھا کرو، چاشت پڑھا کرو، اوّابین پڑھا کرو اور تہجد پڑھا کرو، یہ دِن کہاں لوٹ کر آئیں گے؟ یہ اعمال ساتھ جائیں گے، وہاں کسی کا عمل ساتھ نہیں دے گا، جو کرنا ہے کرلو۔‘‘

فرمایا: ’’بدنظری کی وجہ سے نماز کا سکون ختم ہوجاتا ہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’حضرت! دعا کر دیجیے، میرا پوتا نماز میں سستی کرتا ہے، فرمایا: ’’دعا سے ہر کام تھوڑا ہوتا ہے، یہ کیوں نہیں کہتے کہ دعا کرو کہ وہ کھانا کھائے، کھانے کے لیے تو بغیر بلائے آجاتا ہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’میری پوتی عالمہ بن کر آئی ہے، اس نے کہا ہے کہ حضرت سے دعا کی درخواست کرنا،‘‘ فرمایا: ’’عالمہ اگر کسی کی ماتحت بن کر رہے گی تو عزت پائے گی، اور اگر عالمہ بن کر رہے گی تو اس کو کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔‘‘

میں (محمد جابر) نے کہا: ’’حضرت! مجلس میں میری جو کیفیت رہتی ہے وہ کیفیت باہر نہیں رہتی،‘‘ فرمایا: ’’یہی سب کا حال ہے۔‘‘

پھر میں نے کہا: ’’حضرت! نماز میں کبھی دھیان لگتا ہے، کبھی نہیں لگتا،‘‘ فرمایا: ’’دھیان لگانا پڑے گا۔‘‘

فرمایا: ’’شکل کی دوستی شرمندگی ہے، اور جو روپیہ کی دوستی ہے وہ بالکل لڑائی اور جھگڑا کرواتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’مسجد ایسی جگہ بناؤ جہاں لوگ عمومی طور پر پہنچ سکیں، سب نماز پڑھ سکیں۔‘‘

ایک طالب علم نے اوپر کے جیب میں قرآن کے ساتھ مسواک رکھا تھا، فرمایا: ’’قرآن کے ساتھ مسواک نہیں رکھا جاتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! قرآن پڑھا کرو، پڑھا ہوا کام دے گا، دیکھو، کہیں پیسے ایسے ہی پڑے ہوئے ہوں تو پڑے ہوئے پانچ روپئے بھی کبھی نہ کبھی کام دیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’مکہ میں کسی کتب خانہ میں ایک کتاب لینے گیا، تو ایک رِیال کم پڑا، کتب خانہ والے نے کتابیں نہیں دیں، بس بچو! جب آخرت میں ایک نیکی کم ہو جائے گی تو کوئی دینے کے لیے تیار نہیں ہوگا، نہ بھائی، نہ بہن، بچو! جو کرنا ہے کرلو، کسی کو گالی نہ دو اور نہ ستاؤ۔‘‘

فرمایا: ’’میں کوئی نبی نہیں ہوں، ایسا نہیں کہ ہر چیز کا پتہ چل جائے، مجھے کوئی مشکوک چیز نہ کھلایا کرے، میں اللہ سے بہت رو رو کے توبہ کرتا ہوں، بچو! میں نہ جوان ہوں، نہ ادھیڑ ہوں، میں تو بوڑھا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’نماز میں قرآن پڑھو، نماز میں پڑھنے سے یاد رہتا ہے، اصل یہ ہے کہ سنوار کر پڑھو، تیزی سے پڑھنے میں کوئی کمال نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’انسان کے اندر حرارت ذکر سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ حرارت مسلم اور غیر مسلم سب کے اندر پیدا ہوتی ہے، غیر مسلم کو ذکر نہیں بتانا چاہیے، کیوں کہ اس میں اس کے گمراہ ہونے کا زیادہ خطرہ ہے، کیوں کہ وہ سوچے گا کہ ذکر ہی سے سب کچھ ہوتا ہے۔‘‘

ایک صاحب حضرتؒ کو ہر ہفتہ دس روپیہ دیتے تھے، اس کو حضرتؒ بڑی خوشی کے ساتھ لے لیتے تھے، ایک مرتبہ وہ مجلس میں آئے، حضرتؒ نے ان سے فرمایا: ’’لا، میری تنخواہ‘‘ پھر فرمایا: ’’پہلے اس کے ابّا پانچ روپیہ اس کو دیتے تھے، اس میں سے مجھے یہ دو روپیہ دیتا تھا، پھر بعد میں پانچ دینے لگا، اب دس روپئے دے رہا ہے۔‘‘ فرمایا: ’’اللہ اپنے کرم سے بندہ نوازی کرتے رہتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بعض لوگوں میں عیب ہے کہ بات اشارہ سے کرتے ہیں، زور سے بات نہیں کرتے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! پڑھنے پڑھانے میں محنت پڑتی ہے، پیسے ہوں تو ضرور کچھ کھا لینا چاہیے، اگر نہ ہوں تو اللہ غیب سے مدد کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ”ہم غریب تھے، طالب علم تھے، ہم نے اپنے استاذوں کو اپنی کوئی چیز نہیں کھلائی۔“

فرمایا: ”ایمان کے ساتھ چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی مفید ہوتا ہے، ایک مرتبہ ”لا الٰہ الا اللہ“ کہنا بھی مفید ہوتا ہے، اپنی زبان مشغول رکھو۔“

فرمایا: ”اگر بندہ نیک کام کرے اور اس میں بدنیتی ہو، جیسے دو دوست مسجد میں جاتے ہیں، اپنے غلط تعلقات کی وجہ سے پاس بیٹھتے ہیں، پاس کھڑے ہوتے ہیں، تو یہ نیک کام دوگنا گناہ شمار ہوتا ہے، اسی طرح اپنے دوست کی وجہ سے اولیاء اللہ کی مجلس میں جائے تو یہ ساری مجلس اس اعتبار سے نجس ہوگی۔ ایسے ہی درسگاہ کا حال ہے، جب درسگاہ میں موقع نہیں ملتا تو مسجد کو پکڑتے ہیں، یہ عام طور سے طلبہ میں پایا جاتا ہے، مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اسی طرح اپنے دوست کی وجہ سے تبلیغ میں جانا یہ بھی گناہ ہے۔“

فرمایا: ”اگر کسی کا قرض میرے ذمہ ہو تو وہ آکر لے لے۔“ اس کے بعد فرمایا کہ ”اللہ کے یہاں قلب سلیم کا اعتبار ہے۔ قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟ وہ قلب جو کینہ، حسد اور بغض سے پاک ہو“ فرمایا: ”اپنے دل کو بالکل صاف رکھو“ فرمایا: ”بعض وقت بندہ اپنے بھائی کو گرانے کی فکر میں رہتا ہے، اور یہ بات عام طور پر طلبہ کے اندر پائی جاتی ہے“ فرمایا: ”اگر طالب علم کتاب میں لگا رہے تو اس کو یہ سب کرنے کا وقت نہیں ملے گا، بس دوسروں کو پریشان کرنے سے بچنا چاہیے، اور ہر وقت اپنے آپ کو ذکر اللہ میں مشغول رکھنا چاہیے۔“

فرمایا: ”بندہ تسبیح سے اپنے نقائص دور کرتا ہے۔“ فرمایا: ”اگر اُردو میں پڑھے گا تب بھی ثواب ملے گا۔“

فرمایا: ”مجھے مشکوک چیزیں نہ کھلایا کرو، اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔“

فرمایا: ”میں خیال کرتا ہوں کہ کسی کو زبان یا ہاتھ سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔“

فرمایا: ”حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں روٹیاں جمع ہوتی تھیں، تو ان کو توڑ کے گوشت وغیرہ میں ڈال کر پکا لیا جاتا، مہمان اس کو کھا لیتے تھے“ فرمایا: ”ہم تو بہت مالدار نہیں

تھے، دال اور آلو کھاتے تھے، کبھی کبھی ایسا کہہ دیتے کہ امّاں! یہ پکا دے، پہلی بار پکا دیتیں، دوسری بار خفا ہو جاتی تھیں، بس بچو! سادہ زندگی ہی اچھی ہے۔“

فرمایا: ”جو مہمان آتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے روزی بھیج دیتے ہیں، سب کو اللہ تعالیٰ کھلاتے ہیں، اور وہ مجھے بھی کھلاتا ہے۔“

فرمایا: ”بچو! کوئی عادت ایسی نہ بناؤ کہ یہاں کھاؤ، وہاں کھاؤ، سادہ زندگی بناؤ، اپنی آئندہ زندگی میں آسانی ہوگی۔“

”ہم نے اپنے کئی استاذوں کو دیکھا کہ وہ رَبڑ کا جوتا پہنتے تھے، کیل لگاتے تھے، کیل نکل جاتی تو پھر اس کو لگا لیتے۔“

ایک مرتبہ علاج کرنے والے صاحب نے کہا: ”حضرت! فون نہیں لگتا، فرمایا: ”جیسا میں ویسا فون۔“

فرمایا: ”ہر چیز فنا کی طرف جا رہی ہے، آج ایک چیز ہے، کل نہیں ہے، قلم اُٹھاتے ہیں، وہ ٹوٹ جاتا ہے، ہر چیز جانے والی ہی ہے، پھر اس سے محبت کیسی؟ جس کو بقا ہے اس سے محبت ہونی چاہیے، دین وشریعت کو اختیار کرو، تاکہ وہاں کے لیے تیاری ہو سکے، تھوڑا تھوڑا سوچنا چاہیے، بہت زیادہ نہیں۔“

فرمایا: ”ہمارے گاؤں میں ایک صاحب تھے، ان کے سامنے ان کے سب سے بڑے بیٹے مر گئے، آہ نہیں نکالی، پہلے وہ نماز نہیں پڑھتے تھے، جس سال موت تھی اسی سال وہ نماز پڑھنے لگے اور انہوں نے توبہ کر لی۔“

فرمایا: ”یہیں توبہ کرلو، انجام کا پتہ نہیں، ماضی پر شرمندگی ہو، فی الحال گناہ چھوڑ دو اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو، بچو! یہیں توبہ کرلو، ورنہ وہاں پہنچ کے سوائے ندامت کے کوئی چارہ نہیں،“ فرمایا: ”عالم وجاہل سب ایک ہیں۔“

فرمایا: ”تبلیغ میں جانے سے حساب آسان نہیں ہوگا، حساب آسان ہوگا نصاب پورا ہونے سے، جس چیز کو لکھ دیا گیا کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوٰۃ دو، اس کو پورا کیا کہ نہیں؟

اگر نصاب پورا کیا ہے تو حساب آسان ہوگا، وہاں کچھ نہیں چلتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! بس سب سے پہلے گناہوں سے توبہ کرو، حدیث میں ہے کہ لوگ جہنم میں جائیں گے تو ان کے اعمال کی ترتیب سے نکالے جائیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’معاصی نافرمانی کو کہتے ہیں، جہالت معاف ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اچھا سلوک کرو، کچھ نہ کر سکو تو چار آنہ سے مدد کرو۔‘‘

فرمایا: ’’یہ جو کہتے ہیں کہ ’’بزرگوں کی نظر سے دنیا بدل جاتی ہے۔‘‘ یہ سب ایسی ہی باتیں ہیں، بلکہ ہر چیز تقدیر سے ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اچھا وہ ہے جو دوسرے کو کھلائے، اچھا وہ نہیں جو اپنا پیٹ بھرے، یہ نیت ہونی چاہیے کہ دوسرا کھالے۔‘‘

فرمایا: ’’اگر ریل میں بیٹھے ہیں اور کوئی ساتھی آ گیا، تو اس کو جگہ دو، جگہ دینے سے اللہ تعالیٰ جگہ میں کشادگی فرمائیں گے، اسی طرح کھانے میں یہ نیت کرو کہ دوسرا کھائے، تو اللہ تعالیٰ دو لقمے میں بھی برکت دیں گے، بڑا افسوس ہے کہ یہ باتیں ہمیں پسند نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’سب کے ساتھ خیر خواہی کرو۔‘‘

ایک صاحب نے کہا کہ ’’میں کرایہ کے مکان پر رہتا ہوں، مکان نہیں ہے، دعا کر دیجیے،‘‘ فرمایا: ’’تمہیں اپنی ہی پڑی ہے، ہم کو ساری امت کی پڑی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’خدائی میرے ہاتھ میں نہیں ہے، نہ کوئی کام کر سکتا ہوں، یہاں روزانہ نہ آیا کرو، اللہ کے لیے کسی کو آنا ہو تو آئے، دنیا کے لیے نہ آیا کرو۔‘‘ ایک صاحب کو فرمایا: ’’کل آپ نہیں آئے تھے، آپ دنیا کے لیے آتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’دعا ایسی چیز ہے جو میں سب کے لیے کرتا ہوں، جس وقت میں کہتا ہوں کہ اے اللہ! خاتمہ بالخیر فرما، تو جو سامنے بیٹھے ہیں وہ بھی آجاتے ہیں اور جو نہیں ہیں وہ بھی آجاتے ہیں۔‘‘

4

ایک صاحب اپنے بیٹے کو لے کر آئے، انہوں نے کہا کہ ''حضرت! اس کے لیے دعا فرما دیجیے کہ اس کا دماغ چلے،'' فرمایا: ''آپ چاہتے ہیں کہ سب امام بخاری بن جائیں، آپ لوگوں کا دماغ فاسد ہے، پیار سے رکھیے، پیار سے پڑھایئے۔''

فرمایا: ''بعض لڑکے اپنے کسی مقصد سے آتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ میرے یہاں نہ آیا کرو، بعض دوستیوں کی وجہ سے آتے ہیں، میں کسی کے بارے میں برا خیال نہیں کرتا۔''

فرمایا: ''میرا تو بس ایک ہی کام رہ گیا ہے کہ دعا کروں، غصہ کی وجہ سے کسی کے لیے بددعا کر دیتا ہوں؛ لیکن بعد میں اللہ کے سامنے رو رو کے توبہ کر لیتا ہوں،'' فرمایا: ''ایک لڑکا میرا معشوق تھا، میں نے اس کے لیے دعا کی کہ اے اللہ! اس کے ذہن کو چھین لے، پھر وہ بیمار ہو گئے، دو تین سال بعد کسی واسطے سے خبر بھیجی، پھر میں نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہن واپس دے دیا، بہت زیادہ ذہانت تکبر کا سبب بن جاتی ہے، ضرورت کے وقت بحث میں کوئی حرج نہیں۔''

فرمایا: ''مجھے بہت بھیڑ بھاڑ اچھی نہیں لگتی، کوئی ضرورت سے آئے تو ٹھیک ہے، میں اپنی طلبہ پارٹی کو پسند کرتا ہوں۔''

فرمایا: ''سی. آئی. ڈی. کے لیے فلاں فلاں نہ آیا کرے، میں جانتا ہوں کون، کون ہے۔''

فرمایا: ''اے اللہ! ناشکری ہوئی ہے، معاف فرما، میں ناشکری کی سزا پا رہا ہوں۔'' (جب حضرتؒ بیمار تھے اس وقت یہ فرمایا تھا)۔

فرمایا: ''آدمی اچھی صحبت سے اچھا ہو جاتا ہے، بُری صحبت سے بُرا ہو جاتا ہے، بچو! اچھی صحبت اختیار کرو۔''

''میرے عزیزو! کسی کو حقیر نہ سمجھو، نہ اپنے چھوٹوں کو، نہ اپنے برابر والوں کو، نہ اپنے شاگردوں کو، پتہ نہیں اللہ کے یہاں کس کا کیا درجہ ہے؟''

''فرمایا: ''مسلمان بہت غریب ہیں، کچھ کھاتے ہو تو ان کو بھی کھلاؤ، ابھی ایک مسلمان آئے تھے، ان کے پاس قرآن پڑھنے کے لیے بھی نہیں ہے، بہت زیادہ کھانے کی فکر

نہ کرو، اپنے بھائیوں کو دین سکھاؤ، دین پر مرمٹو۔‘‘

مولانا اشرف علی صاحب بنگالی سے حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’مولانا! مجلس کے ختم ہونے میں کتنے منٹ باقی ہیں؟‘‘ عرض کیا: ’’اُٹھنے میں ۱۴ منٹ باقی ہیں،‘‘ فرمایا: ’’زندگی کے کتنے منٹ باقی ہیں؟‘‘ عرض کیا: ’’کچھ معلوم نہیں کب ہارٹ اٹیک آجائے،‘‘ آپ کو یہ معلوم ہے کہ ۱۴ منٹ باقی ہیں، لیکن زندگی کے کتنے منٹ باقی ہیں؟ یہ آپ کو معلوم نہیں، تو آدمی کو چاہیے کہ وہ ہر سیکنڈ تیار رہے، گناہوں سے توبہ کرے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرے۔‘‘

فرمایا: ’’اپنے چھوٹوں کو ایسی بات نہ کہو جس سے ان کا دل ٹوٹتا ہو، ہاں، پیار محبت سے ایسی بات کہی جائے جس سے ان کا دل نہیں ٹوٹتا تو کوئی حرج نہیں، لیکن تحقیر نہیں ہونی چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’زمین خریدنا اور بیچنا جائز ہے، مگر ٹھیکے داری مجھے پسند نہیں ہے، اس میں بہت دھوکہ بازی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’یہاں جو آئے آخرت کے لیے آئے، دنیا کے لیے نہ آئے، خدائی میرے ہاتھ میں نہیں ہے، ہاں، خیر کا معاملہ کروں گا، دعا سب کے لیے کروں گا، چھوٹا ہو یا بڑا، اپنا ہو یا غیر۔‘‘

فرمایا: ’’جس کے حقوق میرے ذمہ ہوں، لے لینا، حقوق العباد اپنے ذمہ باقی رہنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں جس کے پاس سے پیسہ بطورِ قرض لیتا ہوں، دے دیتا ہوں، اگر میں نے کسی کے ساتھ کچھ منگوایا ہو اور قیمت باقی ہو تو لے لینا، یہ مت کہنا کہ نہیں لینا ہے، اگر تم کو نہیں لینا ہے تو معاف کردو، یا ہدیہ کردو، مگر یہ مت کہو کہ نہیں لینا ہے،‘‘ فرمایا: ’’جس کے پاس سے قرض لیا ہو واپس کردو۔‘‘

فرمایا: ’’لالچ انسان کو نہ معلوم کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔‘‘

4

فرمایا: ''عبدالرحمٰن (حضرتؒ کے ساتھی تھے) نے ٹوپی پھینک دی، میں نے اٹھا کر دھو کے پہن لی۔'' (اس واقعہ میں حضرتؒ کی غربت کی طرف اشارہ ہے)۔ از: محمد جابر غفرلہٗ

فرمایا: ''ہمارے والد صاحب بڑی نگرانی رکھتے تھے کہ یہ چیز کہاں سے آئی؟''

فرمایا: ''جو دوسروں کی عزت بچاتا ہے، اللہ اس کی عزت بچاتا ہے۔''

فرمایا: ''میں اپنا بہت جائزہ لیتا ہوں کہ مصیبتیں کیوں ہیں؟ مجھے یاد ہے کہ میں نے بڑے فخر کے ساتھ کہا تھا کہ مجھ پر جنات کا اثر نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ میرے دادا اور والد صاحب پر نہیں ہوا تھا، میرا سارا تکبر خاک میں مل گیا۔''

فرمایا: ''اب چالیس سال کے بعد اندازہ ہوا کہ پڑھنا پڑھانا کچھ نہیں، میں سمجھتا تھا کہ اچھا پڑھتا ہوں، کچھ نہیں، سب تکبر خاک میں مل گیا۔''

فرمایا: ''کسی کے ماں باپ کو کچھ مت کہو، خاموش رہو، کسی کو کہہ دیا ہو تو دو کام کرو: (۱) اللہ کے سامنے توبہ کرو۔ (۲) جس کو کہہ دیا ہو اسے خوش کرو۔''

ایک صاحب آئے، جو بے ریش تھے، حضرتؒ نے فرمایا کہ ''مسلمان کی شکل بناؤ، آپ کے چہرے پر نورِ اسلام نہیں ہے۔''

ایک صاحب نے کہا: ''میرے لیے دعا کر دیجیے، فرمایا: ''دعا سے کیا انکار؟ یہی تو کام ہے میرا۔''

ایک بڑے میاں نے کہا: ''حضرت! جو بھی کاروبار کرتا ہوں چلتا نہیں ہے،'' فرمایا: ''کاروبار اپنے بیٹوں کے حوالے کر دو اور تم آخرت کا کاروبار کرو۔''

فرمایا: ''اپنے لڑکوں کو عالم بناؤ، ڈاکٹر بناؤ۔''

ایک صاحب سے فرمایا: ''آپ میں بدنظری کا مرض بہت ہے، آپ کے پورے جسم سے بدبو آرہی ہے، مجھے کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔''

ایک صاحب حضرتؒ کے پاس آئے، حضرتؒ نے فرمایا: ''کس سواری سے

آئے؟'' انھوں نے عرض کیا: ''مدرسہ کی گاڑی لے کر،'' فرمایا: ''اس کا کرایہ دیا؟'' انہوں نے کہا: ''حضرت! اس میں تیل ڈلوا دیا،'' فرمایا: ''وزنِ انسانی سے مشین پر اثر پڑتا ہے، لہٰذا اس کا کرایہ دینا چاہیے۔''

فرمایا: ''میری ہمیشہ سے عادت ہے کہ میں تھوڑے تھوڑے پیسے حج کے لیے نکالتا رہتا ہوں، لیکن دو تین سال سے نہیں جمع کرتا، ایک صاحب حج کے لیے پیسوں کا نظم کر دیتے ہیں، چھ سال ہوئے میں نے حج کے لیے پیسے جمع کیے تھے، آٹھ ہزار باقی تھے، وقت بہت قریب آ گیا، میں نے مولانا عبدالرشید سے کہا کہ ''آٹھ ہزار قرض چاہیے،'' انہوں نے دے دیے، پھر انہوں نے کہا کہ ''آپ کو ایک آدمی نے آٹھ ہزار روپئے ہدیہ دیے ہیں،'' میں نے کہا: ''اللہ نے میرا قرض ادا کر دیا، اللہ کی مدد اور ان کی نصرت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔''

فرمایا: ''طلبہ کے ساتھ ایک ہی انداز نہ رکھو، طلبہ پر کبھی بھروسہ نہ کرو، صحبتیں ان کو فاسد کر دیتی ہیں، یہ سب اپنے پورے تجربات کا اندازہ بتا رہا ہوں۔''

فرمایا: ''میں مسئلہ بیان کرنے میں لچک نہیں رکھتا، خواہ کسی کو اچھا لگے یا نہ لگے، صاف کہہ دیتا ہوں، مسئلہ میں میں نے کسی کی رعایت نہیں کی۔''

فرمایا: ''بچو! بے ادبی سے پرہیز کرو،'' فرمایا: ''میں اپنی کتاب پر اپنا نام نہیں لکھتا، اور نہ مجھے یہ سب پسند ہے، الّا یہ کہ کسی نے مجھے میرا نام لکھ کر کتاب دی ہو۔''

فرمایا: ''بچو! اچھی عادت ڈالو، دعائیں یاد کرو، مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب ''آداب المعاشرت'' پڑھو، اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو، تواضع کے ساتھ رہو، اختلاف نہ کرو، کینہ نہ رکھو، حسد نہ کرو، کسی کو حقیر نہ سمجھو، غیبت نہ کرو، جب غلطی کا احساس ہو تو چھوڑ دو، پھر اچھا طریقہ اختیار کرو، سمجھ رہے ہو؟ غلطی سب سے ہوتی ہے، جھوٹ نہ بولو، ہمیشہ سچ بولو، چغلی نہ کرو، اِدھر کی بات اُدھر نہ کرو، میں نے کبھی بالقصد چغلی نہیں کی۔''

فرمایا: ’’مسلمانوں سے سچی محبت رکھو، جوکوئی کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اس کی برائی نہیں کرتا۔‘‘

’’بچو! ایک ایک لفظ کا حساب دینا پڑے گا، جو کچھ یہاں بولو گے اس کا حساب دینا پڑے گا، یہاں قرآن بولو (پڑھو)، تسبیح پڑھو۔‘‘

فرمایا: ’’ایسے آرام سے کیا فائدہ جو جائز طریقہ پر نہ ہو؟‘‘

فرمایا: ’’ساتھیوں کی رکھی ہوئی کوئی بھی چیز بغیر پوچھے مت کھاؤ، آج تم کھا لیتے ہو تو بڑے ہونے کے بعد تمہیں افسوس ہوگا، بچو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بعضوں کو آخرت کا منظر سمجھ میں آجاتا ہے۔‘‘

’’بچو! آدمی یہاں جو چاہے کرلے، جب آنکھ بند ہونے لگتی ہے تب معلوم ہوتا ہے، بچو! بہت ڈر لگتا ہے، بہت تفریح کرتے تھے، سب سے توبہ کرتا ہوں‘‘ فرمایا: ’’میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ کسی کی کوئی چیز بغیر پوچھے نہ کھاؤ، میں نے بچپن میں ایک صاحب کا خربوزہ کھالیا تھا، وہ صاحب مرگئے، مجھے بڑا ہونے کے بعد احساس ہوا، پھر معلوم ہوا کہ ان کے تین لڑکے ہیں، اور وہ لکھنؤ میں رہتے تھے، تو میں نے کچھ پیسے بھیج دیے، معلوم نہیں کتنے دیے، بس بچو! کسی کی کوئی بھی چیز بغیر پوچھے مت کھاؤ۔‘‘

فرمایا: ’’اپنی جوانی کی قدر کرو، کچھ کرلو، دو چار رکعتیں پڑھ لو، میرے مربی اور محسن حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا: ’’بولا نہیں جاتا،‘‘ میں اس وقت جوان تھا، میرے دل میں آیا کہ زبان سے بولنا ہے، کیوں بولا نہیں جاتا؟ فرمایا: ’’اب مجھ سے بھی بولا نہیں جاتا، اب پتہ چلا؛‘‘ بچو! جوانی کی قدر کرلو، جب آدمی بوڑھا ہوجاتا ہے تو کچھ نہیں کرپاتا۔‘‘

ایک مرتبہ مجھ (محمد جابر) سے فرمایا: ’’دیکھ، مدرسہ میں کون کون غریب ہے؟

میرے پاس صدقہ کے پیسے ہیں، دیکھنا سید نہ ہو، سید کو للہ رقم دینی چاہیے،'' فرمایا: ''آلِ رسول ﷺ کو صدقہ کا مال نہ دیا جائے، کیا حضور پاک ﷺ کی اولاد کو صدقہ کا مال دیں گے؟''

فرمایا: ''اب جسے دیکھو گیت گا رہا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔''

فرمایا: ''میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں جاتا تھا، کبھی فضول بات نہیں کرتا تھا، صرف جا کے دیکھتا تھا، صرف ایک مرتبہ آنکھ کے بارے میں پوچھا تھا۔''

فرمایا: ''اتنا پڑھو کہ قرآن تمہارا دوست ہو جائے اور تم قرآن کے دوست ہو جاؤ۔''

فرمایا: ''آدمی کو ہر وقت یہ سوچنا چاہیے کہ مجھے جانا ہے، آدمی کی عمر کتنی ہی طویل ہو جائے اسے جانا ہی ہے، اور اللہ کے یہاں سب کو حساب دینا ہے، لہٰذا اپنے اوپر نہ بندوں کے حقوق باقی ہوں نہ اللہ کے۔''

فرمایا: ''آدمی اپنے عزیز و قریب اور بیٹے کو چھوڑ دے گا، یہاں سب صاف کرو، اس میں کیا ذلت ہے کہ آدمی یوں کہہ دے کہ ''بھائی! معاف کر دے'' آدمی جب زبان سے معاف کرتا ہے تو دل سے بھی معاف کر دے۔''

ایک مرتبہ عصر کے بعد ایک طالب سے کہا: ''مجھے بھوک لگی ہے، چائے پلا اور چائے کے ساتھ کچھ کھلا،'' طالب علم چائے اور بسکٹ لے کر آیا، فرمایا: '' دیکھ، بسکٹ مشکوک تو نہیں ہے؟'' دیکھا تو پارلے کمپنی کی تھی، فرمایا: ''پارلے کمپنی کی بسکٹ میں نہیں کھاتا، مشکوک ہے،'' چھوڑ دیا، نہیں کھایا، فرمایا: ''میں برما کمپنی کا کھاتا ہوں۔''

بہار کے لوگوں میں میں نے یہ خوبیاں دیکھیں کہ وہ بہار کے لوگوں کی آپس میں خیر خبر لیتے ہیں، آپس میں علاقائی مروّت میں کوئی حرج نہیں۔''

''بچو! پکے مسلمان بنو۔ ''اُدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً.'' اسلام میں زبان بھی داخل

ہو، اس سے کلمہ پڑھو، اعضاء بھی داخل ہوں، اعضاء کا غلط استعمال نہ کرو، آنکھ برا نہ دیکھے۔"

فرمایا: "یہ پیسے رہیں گے نہیں، بہرحال جو کچھ ہے وہ رہے گا نہیں، آج نہیں تو کل ختم ہو کے رہے گا، آدمی کا کسی کے ذمہ جو بھی حق باقی ہو اُسے ادا کر دے۔"

"موت آئے گی تو سب کچھ چھڑا دے گی، آخرت میں ترازو آئے گا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ آخرت میں وزن کیے جانے سے پہلے وزن کرلو۔"

فرمایا: "مولویوں میں حسد بہت ہے، "اس کے سبق میں اللہ نے کیوں قبولیت دی؟" یہ کیوں نہیں سوچا کہ یہ اللہ کے علمِ قدیم کے مطابق ہے، جو ان کے علم میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔"

فرمایا: "تم سب مسلمان ہو، سب ایک ہیں، جمعیت، تبلیغ اور مدارس سب ایک ہیں۔"

فرمایا: "اپنا محاسبہ کرو کہ ہم نے دن بھر کیا غلطیاں کیں؟ جب اپنی غلطیاں نظر آئیں گی تو دوسروں کی غلطیاں نظر نہیں آئیں گی۔"

فرمایا: "ایک ہی لفظ ایک کو اچھا لگتا ہے اور دوسرے کو اچھا نہیں لگتا، تو میں وہ لفظ کیوں کہوں؟" فرمایا: "ہنسانے میں وہی کلمہ بولو جس سے تکلیف نہ ہو، کوئی مشہور ہو جائے تو الگ بات ہے۔"

فرمایا: "اپنے محسنوں کو کچھ نہ کچھ پڑھ کے بخش دو، دو رکعات پڑھ کے بخش دو، جیسے میرے محسن حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب پالن پوریؒ۔"

ایک صاحب نے حج میں پانچ سو رِیال دیے، میں نے کہا: "اور کوئی جگہ دے دوں گا،" انھوں نے کہا: "ٹھیک ہے، میں نے آپ کو دیا ہے،" تو میں نے ایک جگہ جہاں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے وہاں دے دیا۔"

"ادا کرنے کی نیت سے جب اللہ کے لیے کوئی اُدھار لیتا ہے تو خواہ عالم ہو یا غیر

عالم، اللہ تعالیٰ ادا کروا دیتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بغیر ڈاڑھی والوں کو طعنہ اس لیے دیتا ہوں تا کہ وہ ڈاڑھی رکھ لیں، میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! روزی ڈاڑھی کٹانے سے تھوڑی آتی ہے اور عزت ڈاڑھی کٹانے سے تھوڑی آتی ہے، بس، اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’ڈاڑھی مونڈوانا کسی مسلمان کا کام نہیں ہے، یہ تو غیر مسلم کا کام ہے، عیسائی کا کام ہے، جس نے حکم الٰہی کی رعایت کی اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا۔‘‘

’’بیٹا! شریعت کی پابندی کرو، جو کچھ کرو اللہ کو خوش کرنے کے لیے کرو، دیکھو، روزی آسمان سے آتی ہے۔‘‘

’’بچو! قرآن پڑھو، جب آنکھ بند ہوگی تو تمہاری انگلی کون پکڑے گا؟ یہ قرآن ہی تمہارا ہاتھ پکڑے گا، تمہیں کامیاب کروائے گا۔‘‘

فرمایا: ’’مولویوں کے پاس یہی ’’لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، اللہ پاک نے یہ فرمایا اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہ فرمایا‘‘ اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’قرآن پڑھو، آواز سے پڑھو، شوق سے پڑھو، اوّابین پڑھو تو آواز سے پڑھو۔‘‘

’’بچو! اولاد سب کو اللہ ہی دیتا ہے۔‘‘

’’کھانا ہی مقصد ہے تو کھانا تو بھینس وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔‘‘

’’ہمارے یہاں کتنے ہی اساتذہ ایسے تھے کہ ان کے یہاں مہینے کے اخیر میں فاقہ ہوتا تھا،‘‘ فرمایا: ’’میرے یہاں ایک دن دوپہر کا فاقہ ہوا، عصر کے وقت دعا کی، اے اللہ! بھوک برداشت نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ نے انتظام کر دیا، میں واحد ہوں یہاں کے اساتذہ میں جسے فاقہ نہیں ہوا۔‘‘

’’ہم نے جن اساتذہ سے پڑھا وہ ہمارا دِل دھوتے رہے، انہوں نے مال بال کی لالچ نہیں رکھی۔‘‘

فرمایا: ’’ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ ’’ہر ایک کی کمائی اس کی ملک ہے، باپ کو زبردستی لینے کا حق نہیں۔‘‘

’’روزی کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ ہی کھلاتے ہیں، بندہ ناشکری کیسے کرے؟‘‘

’’بچو! میں چاہتا ہوں کہ تم دین کی کوئی خدمت کرو۔‘‘

’’بیوی ہی ایسی چیز ہے کہ شوہر اس کے ہاتھ سے بے تکلف لیتا ہے، یہ سب میری باتیں یاد رکھنا، تجھے کام آئیں گی۔‘‘

فرمایا: ’’مکتب کے پیسوں میں برکت ہے، چھوٹے مدرسوں کے پیسوں میں برکت ہے۔‘‘

فرمایا: ’’کیلا چھیلو بائیں ہاتھ سے، کھاؤ دائیں ہاتھ سے۔‘‘

فرمایا: ’’قرآن پڑھو، قرآن مرنے کے بعد شفاعت کرے گا، بچائے گا، کام دے گا۔‘‘

’’بچو! صحت کی قدر کرو، اس نیت سے قدر کرو کہ میری صحت اچھی رہی تو دین کی خدمت کروں گا۔‘‘ فرمایا: ’’دین اور دنیا کا کام صحت سے ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’جو بھی سبق کی غیر حاضری کرتا ہے اس کو پڑھانے کی توفیق نہیں ملتی۔‘‘

فرمایا: ’’ضرورت کہتے ہیں جس کے ہٹ جانے سے نقصان ہو، حاجت کا تو پیٹ ہی نہیں بھرتا۔‘‘

’’لین دین کا مسئلہ چھوٹے بھائی اور بڑے بھائی کے درمیان جھگڑا پیدا کر دیتا ہے، اگر ہو سکے تو پانچ روپئے سے مدد کرو، میں یہ سب اس لیے سناتا ہوں کہ بھئی! لین دین میں بڑا احتیاط چاہیے، ورنہ اس سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔‘‘

''بچو! مقدّر کے سامنے سب ہارے ہوئے ہیں۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے چاہتے ہیں تو کسی کو کوئی چیز فائدہ دیتی ہے اور کسی کو نقصان کرتی ہے۔''

فرمایا: ''یہ دنیا کا سفر ہے، جو آخرت کی منزل ہے، اس لیے بچو! منزل کی تیاری کرو، سب سے پہلے توبہ کا توشہ لو اور گناہوں سے توبہ کرو، بچو! آخرت کے لیے ابھی سے تیاری کرو، کیا پتہ موت کب آ جائے؟ اس لیے بچو! گندے نہ رہو۔''

فرمایا: ''دین کی خدمت کرو، اللہ تعالیٰ سب کا انجام بخیر فرمائیں، بچو! اللہ سے ڈرو، آخرت کا شوق پیدا کرو۔''

''یہاں ایک عورت تھی، وہ اپنے بچے کے لیے دعا کرتی: ''اللہ تجھے ہر وقت قرآن پڑھنے والا بنا دے،'' تو ان کا لڑکا ہر وقت قرآن پڑھتا رہتا تھا، اور وہ لکڑیوں کا کام کرتے تھے، جب وہ بوڑھے ہو گئے، اللہ کو رحم آیا، تو اللہ نے یتیم خانہ والوں کے دل میں رحم ڈالا، تو انہوں نے پڑھانے کی جگہ دی۔''

''بچو! آخرت کی فکر کر لو، نوافل سے محبت کرو، قرآن سے محبت کرو، یہ محبت ضائع نہیں ہوگی، شکل وصورت کی محبت ٹوٹ جاتی ہے۔''

''اس سال (۱۴۲۷ھ) میں زندہ ہوں، اگلے سال بھی اُمید ہے، پھر بعد میں پتہ نہیں۔''

''ہمارے والدؒ نے کبھی ہمیں بال نہیں رکھنے دیے، حالاں کہ وہ انگریزی داں تھے، جب تک والدؒ کے پاس رہے تب تک ہر ہفتہ سر مونڈوانا ضروری تھا۔''

فرمایا: ''میں بلا وجہ کسی غریب کے سر نہیں ہوتا، یعنی غریب کے پاس سے کوئی کام نہیں لیتا، پیسے وغیرہ نہیں لیتا۔''

مولانا اطہر صاحب صاحب زادۂ مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کو کسی نے کہا

5

کہ ”پیسے ہیں؟“ کہا کہ ”ہاں، ہیں، لیکن دینے کے نہیں ہیں،“ میں نے کہا: ”یہ بہت اچھا نسخہ ہے۔“

فرمایا: ”جب ہم جوان تھے، کوئی پاؤں دباتا تھا تو ہم ناراض ہو جاتے تھے، بہت برا لگتا تھا۔“

”ہم بچے تھے اس وقت سڑی ہوئی چیزیں کھالیتے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں ہم قربانی کا سڑا ہوا گوشت کھالیتے تھے، کیوں کہ بڑے میاں کے سامنے کون انکار کرے۔“

نوٹ: اس طرح کے ملفوظ کی وضاحت نوٹ کی شکل میں اس سے پہلے صفحہ نمبر (۷۱) پر کردی گئی ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہ)

”بچو! ہم غریب تھے، آم کہاں دیکھتے تھے؟ سڑا ہوا آم کھاتے تھے۔“

فرمایا: ”ہم مفتی مظفر حسین صاحبؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔“

”میں نے کسی اُستاذ کا مقابلہ نہیں کیا، مجھے یہ باتیں اچھی نہیں لگتیں۔“

ایک مرتبہ فرمایا: ”اگر تو اس اَمرود میں تھوڑی چینی اور تھوڑا سا نمک ڈالتا، جیسا کہ رمضان میں ہوتا ہے، تو میں اس کے ساتھ روٹی کھالیتا۔“

فرمایا: ”میں نے آج دوپہر کو دو لقمہ کھانا کھایا، پھر ابھی (عصر کے بعد) تھوڑا اَمرود کھایا، غور کرو، وہ ذاتِ گرامی جو ایک وقت کھاتی تھی اور ایک وقت کا فاقہ، ان کا کیا ہوگا؟ یہ بھی نہیں کہ پیٹ بھر کر کھانا ہوتا تھا، کبھی سوکھا، کبھی کھجور، ان کی سب باتیں پڑھ کر آدمی کو سبق لینا چاہیے، اگر آپ کو دین کی خدمت کرنی ہے تو فاقہ کرو۔“

ایک صاحب سے فرمایا: ”ہر جگہ دعوت قبول نہ کرو۔“

فرمایا: ''دیہاتوں میں جماعتیں بھیجی جائیں، دین تب ہی بچے گا جب یہ دیہات کے لوگ دعوت وتبلیغ کا کام کریں گے، کیوں کہ دیہات کے لوگ پکے ہوتے ہیں۔''

''بچو! نماز پڑھو، جماعت کے ساتھ پڑھو، یونس اس کمرہ میں ایک دو ساتھیوں کے ساتھ پڑھ لیتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ ''جو لوگ رات کی تاریکی میں نماز کے لیے جاتے ہیں ان کو نورِ تام کی بشارت دی جاتی ہے۔'' میں نے یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں جب پڑھی تو بہت خوش ہوا تھا، رات کی تاریکی میں ہم مسجد چلے جاتے تھے، شکر ادا نہیں ہوا، اس لیے یہ نعمت چھین لی گئی، بچو! غنیمت جانو، جتنا ہو سکے اللہ کو راضی کرلو۔''

فرمایا: ''مشترک معاملہ ہوتا ہے، کوئی آدمی ہمت نہیں کرتا۔''

فرمایا: ''جب آدمی نیکی پر آجاتا ہے تو اس کو کوئی چیز نہیں ہٹاتی۔''

فرمایا: ''نفس انسانی کا خاصہ ہے کہ کسی کو پریشان دیکھ کر شریف النفس پریشان ہو جاتا ہے، کسی کو تکلیف دینے سے بہت پرہیز کرنا چاہیے۔''

فرمایا: ''کسی کی چیز کو نہ دیکھو، میرے ابّا نے سو (۱۰۰) سے زائد بار کہا تھا، میں کسی کے ساتھ کھانا نہ کھاتا تھا۔''

فرمایا: ''جو کسی اور نیت سے ہدیہ دیتا ہے تو میں نہیں لیتا اور کسی کے اشارہ پر ہدیہ نہیں لیتا۔''

ایک صاحب کو حضرتؒ نے چائے پلائی، ان صاحب نے چائے پینے کے بعد حضرتؒ کو ہدیہ دینا چاہا، حضرتؒ نے فرمایا: ''چائے اس لیے نہیں پلائی تا کہ ہدیہ لوں۔''

ایک صاحب نے ہدیہ دیا تو فرمایا: ''یاد رکھو، میں اپنے اوپر خرچ نہیں کروں گا، اِدھر اُدھر خرچ کروں گا، جب کتابیں خریدتا تھا اس وقت میں جمع کرتا تھا، لوگ پیسے دیتے ہیں تو جمع رکھتا ہوں، پھر دے دیتا ہوں، آپ لوگ بھی سنئے! آپ کو بھی مسجد بنانے میں پیسے دینے

چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’قوم کے پیسوں میں احتیاط چاہیے، قوم کے پیسے اپنے اوپر خرچ نہیں کرنے چاہیے، ورنہ وہ پیسے بلا بنیں گے۔‘‘

فرمایا: ’’ایک مرتبہ میرے پاس مہمان آئے، میرے پاس کچھ نہیں تھا، جب مہمان چلنے لگے تو ایک صاحب کیلا لے کر آئے، میں نے کہا: ’’کیوں لائے؟‘‘ تو انہوں نے کہا: ’’مہمان کے لیے لایا تھا؛‘‘ میں نے کہا: ’’جاؤ، مہمان کو دے آؤ، ابھی نیچے ہوں گے، وہ کیلا لے کر نیچے گئے اور مہمان کو دے دیے؛‘‘ بتاؤ بچو! میں کیسے کھا سکتا ہوں؟ جب کہ لوگ مہمان کی نیت سے لے کر آتے ہیں۔‘‘

پریشان سائل کے جواب میں فرمایا: ’’سر سجدے میں رکھ کر اللہ کے سامنے یہ کہو کہ ’’اے اللہ! ہم بے کس ہیں، مدد فرمایئے۔‘‘

فرمایا: ’’جو آدمی کسی کی بیماری کے بارے میں کچھ کہتا ہے تو کہنے والے کو کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے، میں کسی کو کچھ نہیں کہتا، کسی کو کچھ نہیں کہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کیا تکلیف ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! نماز کا اہتمام کرو، ”أقیموا الصلوٰة“ نماز کو قائم کرنا ہے، نماز کو اس کے اوقات اور اس کے آداب کے ساتھ ادا کرنا۔ ”سابقوا إلی الخیرات“...... وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لو، اس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ آپ ﷺ کا بھی انتظار نہیں کرتے تھے، آپ ﷺ بھی اس کو پسند فرماتے تھے۔‘‘ فرمایا: ’’تمہارے پیر صاحب دیر کرتے ہیں؛‘‘ یہ دلیل نہیں، نبی ﷺ کا عمل دلیل ہے، آپ ﷺ ایک ضرورت سے قبا جا رہے ہیں، فرما رہے ہیں کہ ’’نماز کا وقت ہوتے ہی نماز پڑھ لینا۔‘‘ مدارس والوں کے یہاں بہت کوتاہی ہے، جو وقت ہے اس کا اہتمام کرو۔‘‘

''بچو! کسی کی کوئی چیز استعمال نہ کرو، اس سے اخلاق خراب ہوتے ہیں۔''

فرمایا: ''بعض لوگ آتے ہیں، جاتے ہیں، بعض مرتے ہیں اور بعض جیتے ہیں، اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے، بہر حال جانا ہے، جا کر لوٹنا نہیں ہے، اُس منزل کے لیے تیاری کرو۔''

فرمایا: ''دو ہی تو کام ہیں، جس کے کرنے کا حکم ہے وہ کرو، اور جس سے منع کیا ہے اس سے بچو۔''

''بچو! جب اپنے وطن جاؤ اور کوئی میری برائی کرے تو اس سے معافی چاہو کہ ''وہ معافی چاہتا ہے،'' میرا جی چاہتا ہے کہ سب سے معافی مانگ لوں، ایسا کام کیوں کیا جائے جس سے دوسرے کو تکلیف ہو؟ سب پر افسوس کرتا ہوں، ساری زندگی پر نظر ڈالتا ہوں، سب قصور ہی قصور نظر آتا ہے۔'' فرمایا: ''جو جادوگر ہوتے ہیں اگر آپ ذرا بھی ان کو چھیڑ دیں تو وہ جادو کر دیتے ہیں۔''

''بچو! تم میرے لیے روزانہ تین بار ''قل ھو اللہ احد'' پڑھ لیا کرو، تمہارا بہت بڑا احسان ہوگا، جب یہ سوچتا ہوں کہ پیچھے کوئی نہیں ہے، تو دل رونے لگتا ہے،'' اے اللہ! کوئی سہارا نہیں ہے، تو سہارا بن جا۔'' (اس بات پر حضرتؒ رونے لگے)۔از: محمد جابر۔

''بچو! نیک نیتی رکھو، نیک عمل کرو، دنیا کا مال اور عزت کوئی چیز نہیں ہے۔''

فرمایا: ''زندگی کا حال یہ ہے کہ آدمی ابھی زندہ ہے، ہارٹ اٹیک ہو گیا، ابھی زندہ ہے، کسی نے گولی ماردی، جب زندگی پر بھروسہ نہیں ہے تو تکبر کیسا؟ دوسروں کو حقیر سمجھنا کیسا؟ اس سے بچو، بچوّ! میں تو بہت مذاق کرتا تھا، اب سمجھ میں آ گیا۔''

فرمایا: ''اِدھر کی بات اُدھر نہ پہنچاؤ، یہ چغلی ہے، اس سے آدمی بدنام ہوتا ہے اور گنہگار بھی ہوتا ہے۔''

5

فرمایا:"أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" اللہ کے ذکر سے قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے، جب یہ کیفیت ہو تو گھر کے کونے میں بیٹھ کر ذکر اللہ کرے، پھر دیکھے کہ گھر کی دیواروں میں کیا نور پیدا ہوتا ہے، دارالطلبہ قدیم مسجد کلثوم میں جا کے ذکر اللہ کا نور دیکھ لو، اس لیے کہ وہاں بڑے بڑے اولیاء اللہ آتے تھے اور ذکر اللہ کرتے تھے، نیز نظام الدین مرکز میں نیچے کے حصے میں دیکھیں، کیا ہی نور ہے، اور اوپر کے حصے میں نہیں ہے، ذکر میں بڑی طاقت ہے، اصل میں ذکر اوپر سے ربط رکھتا ہے، اسی لے میں کہتا ہوں کہ آواز سے قرآن پڑھو۔"

فرمایا:"جتنے اللہ والے گزرے ہیں سب اپنا ایک وقت متعین رکھتے تھے اور تنہائی میں ذکر کرتے تھے۔" فرمایا:"تو" اور"میں" باتیں کرنے میں کیا رکھا ہے؟"

فرمایا:"میں پہلے تفریح کرتا تھا، اب توبہ کر لی ہے، میں کسی کی تحقیر کے طور پر تفریح نہیں کرتا، کسی کو تکلیف ہو ایسی تفریح سے کیا فائدہ؟"

فرمایا:"بزرگوں کا مقولہ ہے کہ"ہم کو جو کچھ بھی ملا ہے کلمہ شریف کی برکت سے ملا ہے۔" بچو! ہر وقت کلمۂ طیبہ پڑھتے رہو۔"

فرمایا:"ہمارے ناظم صاحبؒ (حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ) زبردست شیخ طریقت تھے، لیکن کبھی کوئی کلمہ فخر کا نہیں بولتے تھے، اور نہ بے ضرورت کبھی بولتے تھے۔"

فرمایا:" یہ دُنیا دارِ فانی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ" فرمایا:"لوگ آتے ہیں، جاتے ہیں، اور جو جاتا ہے وہ واپس نہیں لوٹتا، تو کچھ اعمال کرلو، اور جس حق والے کا جو حق باقی ہو اسے راضی کرلو۔"

فرمایا:"قرآن یاد کرنا حافظ بننے اور شہرت کے لیے نہیں، بلکہ قرآن یاد کرنا اس کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے ہے، جو حافظ نہیں ہے وہ سورۂ یٰسین پڑھ لے، جس کو سورۂ یٰسین یاد نہ

ہوتو جوسورت یاد ہوا سے پڑھ لے، مقصد یہ ہے کہ قرآن پڑھنا ہے، بھئی، جس کو جہاں سے یاد ہو پڑھتا رہے۔‘‘

ایک صاحب نے کہا: ’’حضرت! اصلاح کے لیے آیا ہوں‘‘ فرمایا: ’’اصلاح کے معنیٰ ہیں درست کرنا، یعنی اپنے آپ کو شریعت کے ڈھانچے میں ڈھال دینا۔‘‘ نگاہوں کی حفاظت کرو، قلب کی حفاظت کرو اور کان کو اِدھر اُدھر کی باتوں سے بچاؤ، قلب کا رُخ غیر اللہ سے کٹ جائے۔‘‘

’’مراقبۂ دعائیہ میں آنکھیں بند کرنا ہے، دل ہی دل میں دعا مانگنا ہے، گناہوں پر روؤ دھوؤ، مراقبۂ دعائیہ کے لیے کوئی خاص وقت متعین کرلو۔‘‘ فرمایا: ’’ساری آفتیں گناہوں کی وجہ سے آتی ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’کلمہ، درود اور استغفار کثرت سے پڑھتے رہو۔‘‘

فرمایا: ’’کوئی اچھی چیز کھاتا ہوں اور مہمانوں کا خیال آتا ہے تو چھوڑ دیتا ہوں، یہی فکر نہ ہو کہ میں ہی کھالوں، بلکہ یہ فکر ہو کہ مہمان کھالے۔‘‘

فرمایا: ’’ہر ایک شخص مرنے کے بعد محتاج ہے، ’’فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ‘‘ (حضرتؒ نے ترجمہ کیا) پھر فرمایا: ’’کوئی برائی نہ کرو، نہ کسی مسلمان کو تکلیف دو اور نہ اس کی تکلیف کا سبب بنو۔‘‘

فرمایا: ’’علم حاصل کرنے کے بعد غلطی کرنا اور لاعلمی میں غلطی کرنا، دونوں میں فرق ہے، اوّل تو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے کہ ہم سے کیا کوتاہی ہوئی؟‘‘

فرمایا: ’’یہاں تو بچو! آدمی بڑا بن جاتا ہے، اللہ کے یہاں کچھ نہیں چلے گا۔‘‘

فرمایا: ’’بس، یہی جو کچھ ڈانٹا ہے معاف کرنا، پُرانے بزرگوں کا ڈانٹنا اور تھا۔‘‘

فرمایا: ’’آج کل کی نیتیں کیسی ہیں؟ ڈرنا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’بسم اللہ کہہ کر کھا، اس میں برکت ہوگی، اللہ برکت دیتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’دنیا میں جو کچھ کر کے جاؤ گے وہ تمہارا عمل ہوگا، اللہ کو خوش کر کے جاؤ، سب سے پہلے توبہ کرو، توبہ صغائر اور کبائر دونوں سے کرو، کسی کو تکلیف نہ دو، پہلے میں لوگوں سے مذاق کرتا تھا، ایک دِن خیال آیا کہ مذاق ایک کی کرتا ہوں، سب کو بُرا لگتا ہے، اس سے کیا فائدہ؟ افسوس یہ ہے کہ آخری عمر میں خیال آیا ہے، پھر میں نے لڑکوں کے سامنے توبہ کی، اعلان کیا کہ میں نے توبہ کی ہے۔‘‘ فرمایا: ’’مذاق کرنا کوئی اچھی بات نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! دو چار پیسوں کے لیے کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ، چند پیسوں کے لیے مسلمان کو لوٹنا اور اس کو تکلیف دینا سخت گناہ ہے، چند پیسوں کے لیے آدمی اپنی ہیئت کو بدل دے تو کیا کیا سننی پڑتی ہے، تقویٰ سے رہو، اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف نہ دو، اسی طرح غیر مسلم کو بھی تکلیف نہ دو، جانوروں کو بھی بلاضرورت نہ مارو، جانور کے منہ پر مارنا حرام ہے۔‘‘

فرمایا: ’’معلوم نہیں کتنے دِن کی زندگی باقی ہے، سوچتا ہوں تو گناہوں کا اَنبار نظر آتا ہے، بس، اللہ پاک سے معافی مانگتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ (شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند) سے میں تقریباً بیس سال چھوٹا ہوں، مولاناؒ کی زندگی پر رَشک آتا ہے۔‘‘ (یہ ملفوظ ۱۴۲۷ھ میں اِرشاد فرمایا تھا، اس لیے کہ حضرت اقدس مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ اتنی عمر میں بھی پڑھانے جاتے تھے)۔ از محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ’’بخاری شریف کی حدیث شریف ہے کہ اگر کوئی سو بار ”سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ......الخ“ پڑھ لے تو اس کے گناہ ساقط ہو جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، کیا دیر لگی ”سبحان اللّٰہ......الخ“ پڑھنے میں؟ دو منٹ لگے۔‘‘

فرمایا: ’’علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا: ’’بخاری کی شرح لکھ دیجیے،‘‘ تو

فرمایا:"لا هجرة بعد الفتح."

فرمایا:''اپنے علم کے اظہار کے لیے یوں کہنا کہ ''یہ بات فلاں کتاب میں ہے۔'' موجب مؤاخذہ ہے، جب ہم ابتدا میں حدیث پڑھاتے تھے تو کچھ معلوم نہیں تھا۔''

فرمایا:''ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے، ڈرنا چاہیے، آخرت کی فکر کرنی چاہیے، کسی کے چار پیسے دبا دیے تو کیا؟ کسی کی عزت لوٹ لی تو کیا؟ دنیا ہی میں آدمی سب سوچ لے، حقوق العباد کی ادائیگی کی کوشش کی جائے، کسی کی عزت نہ لی جائے، کمزور سمجھ کر اس کو ڈانٹا نہ جائے، کہنے کا حق صرف باپ، استاذ اور پیر کو ہے، پھر یہ کہنا شان کے لیے نہ ہو، باپ یا چچا کہہ سکتا ہے، کیوں کہ وہ اصلاح کے لیے کہتے ہیں۔''

ایک تبلیغی جماعت مدرسہ میں آئی، انہوں نے دعا کی درخواست کی، تو فرمایا:''اللہ آپ کی چلت پھرت کو قبول فرمائے، آپ کے سفر کو خیرات کا سبب بنائے۔''

فرمایا:''مسلمانوں کے جھگڑے بہت پھیلے ہوئے ہیں، معلوم نہیں چھوٹی چھوٹی بات پر جھگڑتے ہیں، غصہ سب کو آتا ہے، مجھے بھی آتا ہے، بعد میں سوچ کر ٹھنڈا ہو جاتا ہوں، مجھے بچو! آپس کی لڑائی سے گھبراہٹ ہوتی تھی، میں لڑائی بھڑائی نہیں کرتا تھا۔''

فرمایا:''بچو! سب کی رِعایت کرنی چاہیے، صرف اپنی نہیں۔''

ایک صاحب ایک شراب پینے والے کو لے کر حاضر خدمت ہوئے، انہوں نے کہا: ''حضرت! یہ شراب پیتے ہیں،'' فرمایا:''توبہ کرو، بری صحبت چھوڑو، جب شراب پینے کو جی چاہے تو بڑی الائچی کوٹ کر رکھو، اس کی پھانکی پی لو، اس پر پانی پی لو، پھر آہستہ آہستہ عادت نکل جائے گی۔''

ایک صاحب سے فرمایا:''آپ کے کتنے بیٹے ہیں اور کتنے پوتے ہیں؟'' ان صاحب نے کہا:''۵ بیٹے اور ۴ پوتے ہیں،'' فرمایا:''اب آخرت کی تیاری کرو، اب تو دادا ہو

گئے ہو، شکل وصورت میں نہ لگے رہو۔'' (یہ صاحب ڈاڑھی مونڈ وائے ہوئے تھے، از: محمد جابر)

پھر حضرتؒ نے فرمایا: ''ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے ایک شخص کو سمجھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''اس دِن کو سوچو جس دِن حضور پاک ﷺ اپنا چہرۂ انور گھما لیں گے، اس دِن کیا حال ہوگا؟ روزی روٹی تو اللہ دیتا ہے۔''

فرمایا: ''حدیث شریف کے پڑھنے سے انسان کے نفس میں درستگی آتی ہے، اپنے اخلاق کی کمی محسوس کرتا ہے اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہے، دیکھئے! اگر آپ نیک ساتھی کے پاس بیٹھتے تو ہو تو نیکی آتی ہے، اپنی جوانی کو درست کرلو، جو آدمی تہجد پڑھتا ہے اس کے چہرے پر نور آجاتا ہے اور باطن سنور جاتا ہے، لوگ بتاتے ہیں کہ جو آدمی بدکاری کا عادی ہوتا ہے اس کا جسم گرم ہو جاتا ہے، ہر وقت ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہیے، جب بھی موقع ملے نیکی کرلو۔''

فرمایا: ''حدیث یعنی حضور ﷺ کے قول وفعل میں آپ ﷺ کی نورانیت سرایت کیے ہوئے ہوتی ہے، جب آدمی حدیث سے اشتغال رکھتا ہے تو اس کا باطن دُھل جاتا ہے۔''

فرمایا: ''ایک حدیث شریف میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''قیامت میں میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے، "إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلٰوةً." ائمۂ فن نے تشریح کی ہے کہ سب سے زیادہ درود پڑھنے والے لوگ حدیث شریف پڑھنے والے اور پڑھانے والے ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم کی دار الحدیث کے بارے میں فرمایا کہ ''جتنا درود شریف یہاں ہوتا ہے اور کہیں نہیں ہوتا۔'' میرے عزیزو! حضرتؒ کے اس بیان سے سبق لینا چاہیے، حضور ﷺ کا نام مبارک آتے ہی درود شریف پڑھنا چاہیے، ایک مرتبہ پڑھنے سے کبھی بیڑا پار ہو جاتا ہے۔''

فرمایا: ''امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ ''اگر تم حدیث یاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو اس پر عمل کرو۔'' آدمی کو حدیث شریف کی برکت اسی وقت حاصل ہوگی جب وہ اس پر عمل کرے۔''

فرمایا: ''بڑے بڑے لوگ محدثین کے یہاں آتے تو اَدب کے ساتھ آتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب حضرت زیدؓ کے وہاں علم حاصل کرنے جاتے تو چادر بچھا کر دروازے پر سو جاتے۔''

فرمایا: ''آدابِ تعلیم میں سے یہ بھی ہے کہ اساتذہ سے جو کچھ سنے حسب استعداد لکھ لے، بعض وقت جسے آپ ہلکی بات سمجھتے ہیں کام آتی ہے۔''

فرمایا: ''بدن اللہ کی اَمانت ہے، سردی وغیرہ سے اس کی حفاظت واجب ہے، جیسے معاصی سے بدن کی حفاظت ضروری ہے، ایسے ہی سردی اور گرمی سے بھی حفاظت ضروری ہے۔''

فرمایا: ''کوئی بھی شخص خیالات سے خالی نہیں ہے، آدمی کو اپنے رب سے التجا کرنا اوران کی پناہ مانگنی چاہیے۔''

فرمایا: ''بچو! چوبیس گھنٹوں میں تم نے منہ سے ''اللہ اکبر'' کہا، ساتھ ہی دل سے ''اللہ اکبر'' کہو، تم حدیث پڑھنے والے ہو، بچو! کیوں نہیں کہتے ہو کہ دل سے ''اللہ اکبر'' نہیں کہا جاتا؟''......وائے ناکامی! متاعِ کارواں جاتا رہا۔

فرمایا: ''گناہ ہو جانا عیب نہیں، معصیت میں پڑے رہنا عیب ہے، جب معصیت ہو جائے تو فوراً توبہ کرلو، ارے بھائی! اللہ پاک کو خوب خوب راضی کرلو۔''

فرمایا: ''کسی غریب پر مت ہنسو۔''

فرمایا: ''بچو! وہ طریقہ اختیار کرو جو تمہارے بڑوں نے اختیار کیا ہے، اور ایسے

5

طریقے اختیار نہ کرو جو غیروں کے ہوں۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے سے خوش ہوتے ہیں، اِتنے سجدے کرو کہ مالک کو پیار آجائے اور وہ خوش ہوجائے۔''

فرمایا: ''حضرت شیخ رحمہ اللہ امرتسر کے اسٹیشن پر پہنچے تو کسی سکھ کی دُکان پر جاکے پیسے نکالے اور کباب خریدنا چاہا، تو دُکان دار سکھ نے کہا کہ ''تمہارے لیے نہیں ہے،'' بچو! پہلے زمانے میں سکھ ایسے تھے۔'' (کیوں کہ سکھ لوگ سوّر کا گوشت کھاتے ہیں)۔از: محمد جابر۔

فرمایا: ''جو بچے بات لکھ سکتے ہیں وہ اپنے اساتذہ کی باتیں لکھیں، بچو! قدر کرو، جب تم گھر چلے جاؤ گے تو تمہیں یہ لکھی ہوئی باتیں کام دیں گی، بچو! اساتذہ کی بات نقل کرلو، باتیں لکھ کے سوچی جاسکتی ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! تمہاری دعا کی ضرورت ہے، دعا کرنا میرے لیے۔''

فرمایا: ''آدمی نخرے نہ کرے، کسی چیز پر اعتراض نہ کرو، میں اَدرک کی چائے کو شربت کہتا تھا، اب مجھے ڈاکٹر نے اَدرک پینے کو کہا ہے، اب میں اپنی سزا بھگت رہا ہوں۔''

فرمایا: ''اللہ کے لیے محبت یہ ہے کہ محبت شکل وصورت اور مال ودولت کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ طاعت اور نیکی کی وجہ سے ہو۔''

فرمایا: ''کسی کی غلطی پر مت ہنسو، غلطی پر جو تنبیہ کی جائے اس پر آگاہ رہو۔''

چند طلبہ بائیں ہاتھ سے کاپی لکھ رہے تھے، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا: ''اصحاب الیمین میں داخل ہوجاؤ اور اصحاب الشمال میں داخل نہ ہو، عیسائی بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں، ہندو بائیں ہاتھ سے کھاتے ہیں، آپ لوگ عادت بدلیں کہ دائیں ہاتھ سے کھائیں پئیں اور دائیں ہاتھ سے اچھا کام کریں۔'' فرمایا: ''ہم حضرت محمد ﷺ کے غلام ہیں، وہ جو بتائیں گے ان کی بات مانیں گے۔''

فرمایا: ''بچو! تم خود ڈاکٹری پڑھو، لیکن ضروری ہے کہ دِماغ تیز ہو۔''

''بچو! دین کا علم دنیا کمانے کے لیے نہیں ہے، میں بشارت دیتا ہوں کہ جو بھی دنیا کے لیے علم پڑھے گا وہ ہمیشہ ناکام رہے گا، سن لو! وہ ہمیشہ تنگ دست رہے گا، بھیک مانگتا پھرے گا۔''

فرمایا: ''میں ہسپتال میں اکیلا پڑا ہوا تھا، ایک آدمی اپنے مریض کے پاس آیا اور اس نے مجھے پیسے دینا چاہا کہ پیسے لو، اِصرار کیا، اس کے بعد میں نے لیے، پھر کہا کہ ''اگر کوئی ضرورت ہوتو ہماری دُکان پر آنا'' بچو! میں اللہ کی مخلوق ہوں، میری ضرورت کو میرا رب جانتا ہے، خالق کو سب معلوم ہے کہ یہ کسی سے نہیں مانگے گا۔''

فرمایا: ''دنیا کا خاصہ ہے کہ اس کے پیچھے دوڑو تو وہ بھاگتی ہے، اور اگر دُنیا سے دور بھاگوگے تو وہ دوڑ کر آتی ہے۔''

فرمایا: ''مجھ سے جب کوئی پوچھتا کہ تو کیا کرے گا؟ میں کہتا کہ ''پڑھاؤں گا۔''

فرمایا: ''یہ کیا چکر ہے؟ کیا پیسے کمانے سے آتے ہیں؟ (نہیں) پیسے اللہ تعالیٰ کے دینے سے آتے ہیں، بچو! روزی اپنے مقدر سے کھاتے ہو۔''

فرمایا: ''عربی تعلیم تو قرآن وحدیث کے لیے ہے، دین کی تعلیم کو تم روزی پر کیوں چھوڑتے ہو؟ روزی کا مسئلہ روزی دینے والے پر چھوڑ دو۔''

فرمایا: ''خواہ مخواہ بڑا کیوں بنوں؟ بڑا تو وہ ہے جس کا ایمان ویقین صحیح سالم جائے اور اَنجام بخیر ہو، بچو! اپنا جھوٹا نسب نہ بیان کرو، نہ اس میں تمہارے دین کا فائدہ ہے، وہ کرو جو تمہارے بڑوں نے کیا ہے، ذرا تقویٰ اختیار کر کے دیکھو کہ کیا ہوتا ہے؟ متقی کو سب جانتے پہچانتے ہیں، نسب وغیرہ کیا چیز ہے؟ اصل چیز تقویٰ اور دین داری ہے۔''

فرمایا: ''نفس پر بوجھ ڈالوگے تو تھوڑے دِن چلے گا، پھر ختم ہو جائے گا۔'' مغرب

کے بعد چھ رکعات نفل نماز پڑھو، تم طالب علم ہو بچو! اپنی بدحالی پر سوچتا ہوں تو بہت ہی افسوس ہوتا ہے، بچو! میں پہلے چھ رکعات پڑھتا تھا، اب چار رکعات بھی نہیں پڑھ پاتا ہوں، بچو! چھ رکعات طمانینت کے ساتھ پڑھو، بس بچو! میرے لیے دو دو رکعات پڑھتے رہنا، مفت کی مزہ دار ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''قلت طلبہ مانع درس نہیں ہے، ہمارے یہاں دس آئیں یا سو آئیں، سبق پڑھائیں گے، میرے یہاں چھٹی وٹی کا سوال نہیں۔''

(نوٹ: ۸/محرم الحرام/ ۱۴۲۷ھ کو حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لیے مظاہر علوم سے طلبہ گئے تھے، ظہر کے بعد بخاری شریف کے سبق میں چند ہی طلبہ حاضر ہوئے تھے، اکثر طلبہ حاضر نہیں تھے، اس وقت حضرتؒ نے یہ بات فرمائی تھی، نیز حضرتؒ نے بھی نمازِ جنازہ میں شرکت کی تھی)۔ از مرتب: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ''فلاح کہتے ہیں دنیا اور آخرت کے تمام مسائل کے درست ہو جانے کو۔''

فرمایا: ''نفاق سے ڈرنا اہل ایمان کی شان ہے، ڈرتے رہنا چاہیے۔''

فرمایا: ''جو اسباق میں پابندی کرتا ہے وہی ہمارے یہاں عبارت پڑھتا ہے۔''

فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ اُستاذ کے آنے کے بعد شور نہ کرو، باتیں نہ کرو، جس میں اَدب نہیں ہے اس کو کبھی علم نہیں آئے گا۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ میدانِ محشر میں جمع کریں گے، جو کچھ ہو یہیں معافی وتلافی کرلو، عنداللہ بندہ کیا دے سکے گا؟ میں اپنی معافی مانگنے کا پیغام پہنچا رہا ہوں۔''

فرمایا: ''مدارس میں جب اختلاف آیا تو بے برکتی آئی۔''

فرمایا: ''ذہن پر بوجھ دینا چاہیے، بغیر بوجھ دیے آسانی سے کوئی چیز یاد نہیں ہوتی۔''

''بچو! اچھی دعا کرنی چاہیے، میں تمہارے لیے اچھی دعا کرتا ہوں، اللہ تمہیں علمِ

نافع عطا فرمائے، (طلبہ نے آمین کہا) بچو! بندگی کا ''آمین'' کچھ کرتا ہے، آدمی اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنے کے بعد ''آمین'' کہے تو مالک سن لیتا ہے۔''

فرمایا: ''میں ہوا وغیرہ نہیں دیکھتا تھا، میں جدھر بیٹھتا تھا اُستاذ میری طرف رُخ کرتے تھے، اس لیے کہ اُستاذ پڑھنے والے کی طرف دیکھتے ہیں، کسی کے روپ اور کالا ہونے کو نہیں دیکھتے۔'' (یہ اس لیے فرمایا تھا کہ کچھ طلبہ نے ہمیشہ پنکھے کے نیچے بیٹھنے کی عادت بنالی تھی)۔از: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ''میں کسی سے تعلق نہیں رکھتا، بس ہماری تو بھئی! کھیتی پک گئی، اللہ جانے کب وقت آجائے، موت آنی ہے، موت کو آدمی کیوں بھلائے؟ موت کا کوئی حساب نہیں۔''

فرمایا: ''میں پہننے سے منع نہیں کرتا، ماں باپ کو تنگ نہ کرو، اور کپڑے ایسے پہنو جن میں سادگی ہو، اپنی جوانی کے اعتبار سے جو تم کو اچھا لگے وہ پہنو، کپڑا پہننے والے کو اچھا لگنا چاہیے۔''

فرمایا: ''درس میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھنا چاہیے، باتیں نہ کرنا چاہیے، بچو! حضور پاک ﷺ کی یہ مجلس ہے، اگر وہ تشریف فرما ہوتے تو معلوم نہیں کتنا بڑا نقصان ہو جاتا، وہ تو غائب ہیں، اس لیے بہت سے نقصان سے ہم محفوظ ہیں۔''

فرمایا: ''اپنے طور پر کوئی دوا استعمال نہ کرو، بلکہ کسی ماہر حکیم یا ڈاکٹر سے پوچھ کر استعمال کرو، جو تقدیر سے ہونا ہے وہی ہوگا۔''

فرمایا: ''انسان کتنا ہی بڑا ہو، بہر حال اس کا قدم اور اس کا قلم لغزش کرتا ہے۔''

فرمایا: ''بڑی کمی آگئی ہے کہ طلبہ اب نہ پوچھتے ہیں اور نہ اساتذہ سمجھاتے ہیں۔''

فرمایا: ''دونوں کام چاہیے، مار بھی اور پیار بھی، نہ بہت مارو اور نہ بہت پیار دو،

5

اپنے اُستاذوں سے محبت رکھو، میں نے تو اُستاذوں کی محبت کی وجہ سے کچھ سیکھ لیا، ہم پر بڑوں کا احسان ہے۔''

(ایک طالب علم دورانِ درس ٹیک لگا کر بیٹھا تھا، اس پر فرمایا) ''حیرت ہے بھئی! شرم آتی ہے کہنے سے، دیکھو بچو! حدیث شریف کا اَدب کرو، ورنہ تم ایسے افسوس کروگے کہ اسے کوئی علاج دور نہیں کرے گا، بے ادبی آدمی کو محروم کر دیتی ہے، توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتی، گناہ تو معاف ہو جائیں گے۔ محرومی کیا ہے؟ آدمی برکات میں سے حصہ نہیں پاتا، ماں باپ کی خدمت کی برکت یہ ہے کہ بندہ روزی میں سکون پاتا ہے، اُستاذ کی خدمت کی برکت یہ ہے کہ بندہ تعلیم میں سکون پاتا ہے، حدیث کی برکت یہ ہے کہ دل روشن ہوتا ہے، آخرت سنورتی ہے، اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ممتحن بیدار مغز ہونا چاہیے، جس میں اہلیت اور صلاحیت ہو اسے امتحان لینا چاہیے۔''

حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی سادگی پر فرمایا کہ ''سب کو بندگی آتی ہے، تصوّف کی حقیقت سے لوگ واقف نہیں، حضرتؒ تو کریم النفس تھے، مشہور تھا کہ حضرتؒ بہت سخت تھے، حضرت اُن لوگوں پر سخت تھے جو اصلاح کے لیے جاتے تھے، ایک صاحب بتاتے تھے کہ اگر ہم تفریح کے لیے جاتے اور کسی کی غیبت کر لی ہوتی تو حضرتؒ کے پاس جانے سے پہلے وضو کرتے اور دو رکعات صلوٰۃ التوبہ پڑھتے، پھر حضرتؒ کے پاس جاتے، تو حضرتؒ خوش ہو جاتے، آج کل لوگوں کا مزاج بگڑ گیا ہے، جب بڑے باتوں پر ٹوکتے ہیں تو ناراض ہو جاتے ہیں، اسی لیے اجازت دینا بہت خطرے کی بات ہے، پہلے جب کسی کو اجازت دی جاتی تھی تو وہ بہت ڈرتے تھے اور اس کو چھپاتے تھے، اور آج کل لوگوں کو اجازت دیتے ہیں تو ظاہر کر دیتے ہیں، خود مجھ کو اجازت ملی، مولوی یامین مجھ سے کہتے تھے کہ آپ کو اجازت ملی ہے، میں نے کہا: ''ہر طرح کی خبر ہوتی ہے، سچی اور جھوٹی،'' مولوی یامین حضرت شیخ رحمہ اللہ کی مجلس میں گئے تو کسی نے کہا کہ ان کو اجازت مل گئی ہے، مولوی یامین نے مجھ سے کہا کہ

’’آپ کو اجازت مل گئی ہے اور آپ نے کہا کہ ’’نہیں ملی ہے،‘‘ میں نے کہا: ’’میں نے کب نا کہا؟ میں نے تو یہ کہا تھا کہ ہر طرح کی خبر ہوتی ہے، سچی اور جھوٹی بھی۔‘‘ میرے پاس بیعت کے لیے کوئی آتا تو میں کہہ دیتا کہ حضرت شیخ اور مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہما اللہ کے پاس جاؤ، جب میں نے پہلی مرتبہ ایک بنگالی لڑکے کو بیعت کیا تو مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی تھی، آج کل اِجازت دی جاتی ہے تو اِظہار کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے اُستاذ نے فرمایا کہ ’’تم سب کو کچھ نہیں آتا، بچو! اُس وقت مجھے اِتنا غم طاری ہوا کہ نہ کھانا اچھا لگتا تھا اور نہ پینا اچھا لگتا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’سچ کہتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری ضرورت پوری کر رہے ہیں، بعض وقت ضرورت سے زیادہ دیتے ہیں، نعمت الٰہی کی قدر کرو، کسی زمانہ میں تمہارے اساتذہ فاقہ کرتے تھے، مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بیس پچیس سال بعد جو پہلے زمانہ تھا ویسا آجائے گا، اس وقت تو میں نہیں رہوں گا، لیکن بچو! تم بہت زیادہ مال کے پیچھے نہ پڑو، دین کے پیچھے پڑو، کبھی کوئی ضرورت پڑے تو کھالو، مقصود نہ بڑھاؤ، مجھے کبھی اچھی اچھی چیزیں کھانے کا شوق ہوتا ہے، لیکن میں کہتا ہوں: ’’ارے! نہیں کھانا ہے۔‘‘ (۲۷/محرم/ ۱۴۲۷ھ) از: محمد جابر۔

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ’’میں تو اپنے اوپر مشقت ڈالتا ہوں اور آپ اِدھر اُدھر مشغول ہیں۔‘‘

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ’’بچو! اپنی ہیئت بناؤ، مردانہ نشست میں عظمت ٹپکتی ہے، زنانہ پن اختیار نہ کرو۔‘‘

فرمایا: ’’ہم سے پہلے یہاں (مظاہر علوم) میں ایک طالب علم پڑھتا تھا، وہ بہت غبی تھا، اس کا طلبہ مذاق کیا کرتے تھے، ایک دِن کسی نے مدرسہ میں گھڑی بھیجی تھی کہ جس کا اوّل نمبر آئے اس کو دی جائے، تو طلبہ اس کا مذاق کرتے تھے کہ گھڑی تجھے پہنائی جائے گی،

اسی طرح مذاق کیا کرتے تھے، مالک کریم نے ان کا نام بلوایا کہ ان کا پہلا نمبر آیا ہے، اس لیے ان کو گھڑی دے دی جائے، فرمایا: ''کسی کو حقیر نہ جانو۔''

فرمایا: ''ایک عرب نے مجھے سنایا کہ ''ایک بچے کو کچھ نہیں آتا تھا، تو اس نے استاذ سے کہا کہ ''کیا کروں؟'' تو اُستاذ نے غصہ میں آکر کہا: ''بھُس کھا لے'' اگلے دِن وہ آیا تو فَر فَر پڑھنے لگا، اُستاذ حیران رہ گئے اور کہا: ''ارے تو نے کیا کیا؟'' تو اس لڑکے نے جو سچ تھا وہی کہا کہ ''کل آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ بھُس کھا لے، تو میں نے کھا لیا'' اُستاذ بھی سچے تھے، انہوں نے کہا: ''ارے! یہ بات تو میں نے غصہ میں آکر کہی تھی، اس کے کھانے سے دماغ تھوڑے ہی بڑھتا ہے۔'' بچو! مالک نے کرم کر دیا۔''

فرمایا: ''ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ ''میری ترقی نہیں ہو رہی ہے،'' میں نے کہا: ''اپنی ماں سے جا کر کہو'' تو انہوں نے اپنی ماں سے جا کر کہا، پھر اگلے ہفتہ وہ صاحب آئے اور کہا کہ ''ترقی ہو گئی،'' میں نے کہا کہ ''بھئی! گھر جا کر دیکھ کہ تیری ماں کیا کر رہی ہے؟'' دیکھا تو اس کی ماں مصلّے پر بیٹھ کر رو رہی تھی، بچو! یہ ہوتی ہے ماں، فرمایا: ''ماں باپ کی خدمت کرو، ان کا اَدب کرو۔''

فرمایا: ''جب اللہ نے گنجائش دی ہے تو مدرسہ میں پیسہ اِعانت کے طور پر دو۔''

فرمایا: ''جو دوسروں کو پریشان کرتا ہے بعض وقت اسی پر وہ بلا آ جاتی ہے، بہت ڈرنا چاہیے، کسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیے۔''

فرمایا: ''اللہ نہ کرے کسی کو ایسی تکلیف ہو، میں ایسی پریشانی میں ہوں کہ کسی کو کیا بتاؤں؟''

فرمایا: ''بڑے ڈر کی بات ہے، اگر طہارت میں کوئی کوتاہی کرتا ہے تو عذابِ قبر ہوتا ہے، اللہ بچائے، بچو! اب مجبوری کے دور میں آ چکے ہیں، اب کیا کریں؟ پیشاب بستر پر

کرتے ہیں اور پیشاب کاغذ سے سکھاتے ہیں۔'' (۱۴۲۷ھ) از: محمد جابر۔

فرمایا: ''حدیث سے لاپرواہی انسان کے دین ودنیا کا نقصان کردیتی ہے۔''

فرمایا: ''موسم بدل رہا ہے، بہت احتیاط کرو، بچو! ماں باپ کہاں کہاں سے بھیک مانگ مانگ کر دوا وعلاج کراتے ہیں، بچو! یہ خوبی نہیں ہے کہ تم اپنے ماں باپ کو پریشان کرو۔''

فرمایا: ''یاد رکھو، حدیث کی قدر نہیں کروگے تو ساری شان خاک میں مل جائے گی، جو یہاں ذلت اختیار کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اَدب کرتے ہیں، ان کو کچھ نہ کچھ علم مل جاتا ہے۔'' فرمایا: ''میں مولاناؒ کے یہاں گیا کہ ''اب لمبا سبق ہوگا اور میں بیمار ہوں، اس لیے ٹیک لگا کر پڑھنے کی اِجازت دیجیے،'' فرمایا: ''تپائی پر ٹیک مت لگانا، دیوار پر ٹیک لگانا،'' بچو! پورا سال ہوگیا، میں نے ٹیک نہیں لگائی، نہ تپائی پر، نہ دیوار پر، یہ اُستاذِ محترم کی دعا تھی۔''

فرمایا: ''میں ہاتھ دھونے کے لیے آدھا لوٹا پانی گرادیتا ہوں، میں سمجھتا ہوں کہ غلط ہے، لیکن عادت پڑگئی ہے، غلط عادت کا علاج سوائے ترک کے اور کچھ نہیں۔''

درسِ بخاری شریف میں جب اس باب: ''باب فضل من بات علی الوضوء'' پر پہنچے تو فرمایا: ''میں یہاں پہنچتا ہوں تو ہمیشہ اپنی سنت کے چھوٹنے پر افسوس کرتا ہوں، بچو! تم عمل کرو، بہت ہی رنج ہوتا ہے، ایسا ناکارہ ہوں کہ چھوٹی سی سنت پر عمل نہیں ہوتا، یہ چھوٹی سنت نہیں ہے، بڑی ہے، لیکن اس میں وجوب وغیرہ نہیں ہے، اس لیے چھوٹی کہہ رہا ہوں۔'' فرمایا: ''اپنا عیب حسرت سے سناتا ہوں، تاکہ کسی اللہ والے کی دعا لگ جائے، تاکہ مجھے سنت پر عمل کرنے کی توفیق مل جائے۔''

فرمایا: ''ہمارے ابّا غربت کی وجہ سے پڑھانا نہیں چاہتے تھے۔''

فرمایا: ”نیکیاں سیکھو، برائی سیکھ کر کیا کرو گے؟ چھوڑ دو ساری برائیاں اور نیکیاں کرو۔“ فرمایا: ”جب میں نے یہ کہا کہ ”تم برائیاں چھوڑ و“ تو مجھے خیال آیا کہ میں سب سے زیادہ برا ہوں، کیا معلوم کس کا درجہ اللہ کے یہاں بڑھ جائے، ہم سے زیادہ اللہ کے قریب ہو جائے، ہم نے کچھ نہیں کیا، اے کریم! اپنے خزانے سے کچھ نہ کچھ دے دے، ہم نے کچھ نہیں کیا۔“ (اِتنا فرمانے کے بعد حضرت شیخ رحمہ اللہ رونے لگے)۔از: محمد جابر عفی عنہٗ

فرمایا: ”علم بڑی خوشامد کے بعد آتا ہے۔“

فرمایا: ”اساتذہ کی سختی طلبہ کی عزت کا سبب ہوتی ہے۔“

فرمایا: ”بچو! علاقہ کی اصلاح تمہارے ذمہ واجب ہے، پہلے اپنے بھائی بہنوں کو سمجھاؤ۔“

فرمایا: ”یہ پڑھنا روپیہ پیسہ کے لیے نہیں ہے، عزت و جاہ کے لیے نہیں ہے، یہ پڑھنا اس لیے ہے کہ تم کو اچھے اخلاق آئیں، تمہاری عادات بدل جائیں۔“

فرمایا: ”قرآن پڑھانے والے کی تنخواہ کم ہوتی ہے؛ مگر برکت زیادہ ہوتی ہے، بچو! اللہ پر بھروسہ کرو، قرآن میں بڑی برکت ہے، قرآن پڑھانے والے کی اُجرت میں برکت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ تھوڑے دِن امتحان لیتے ہیں، پھر وسعت دیتے ہیں۔“

فرمایا: ”ایک نوجوان میرے پاس مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہا تھا، اس نے نماز کے وقت ٹوپی نکال دی، تو میں نے کہا: ”اے بیٹے! ٹوپی کیوں نکال دی؟“ تو وہ سمجھا کہ مجھے اعتراضاً کہہ رہا ہے، اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا، میں نے کہا: ”ٹوپی تم زینت کے لیے پہنتے ہو؟“ اس نے کہا: ”جی،“ تو میں نے کہا: ”إِنَّ اللّٰهَ أَحَقُّ أَنْ تَتَزَيَّنَ لَهٗ.“ اس نے بات مان لی اور ٹوپی پہن لی۔“

فرمایا: ”کمی ہم لوگوں کی ہے کہ مفتی بن کر لوگوں کو مسئلہ بتاتے ہیں، اگر بھائی بن کر

مسئلہ بتائیں تو اثر اور پڑے گا۔"

فرمایا: "بچو! میں حافظ نہیں ہوں، اس لیے مجھے اِتنا غم ہوتا ہے، اسی کا نام تقدیر ہے، جب حافظ کو دیکھتا ہوں تو حسرت ہوتی ہے، غم ہوتا ہے، پانی پت میں ایک قبرستان ہے، وہاں سے ایک آدمی گزر رہا تھا، تو قبر میں سے قرآنِ کریم پڑھنے کی آواز آ رہی تھی، وہ آدمی کھڑا کھڑا سننے لگا، کیسے ہوں گے وہ سعادت مند حافظ! جن کو مرنے کے بعد قرآن پاک پڑھنے کی سعادت ملی۔"

فرمایا: "بچو! اس دنیا میں ان کو راضی کر لو اور گناہوں سے توبہ کر لو۔ (اِتنا فرمانے کے بعد حضرتؒ رونے لگے)۔ از: محمد جابر عفی عنہٗ۔

"خاص طور سے چوری اور بدکاری سے توبہ کرو۔"

فرمایا: "کاہے کو تم دوسروں کی چیز کی طرف دیکھتے ہو؟ دوسرے کے چپل کی طرف کیوں دیکھتے ہو؟ کَے دِن یہ کپڑا رہے گا؟ کَے دِن یہ جوتا رہے گا؟ اپنا پرانا کپڑا پہنو، اپنا پرانا چپل پہنو، جو حلال ہو۔" فرمایا: "آدمی کی پرورش جیسی ہوتی ہے اسی پر آدمی چلتا ہے۔"

فرمایا: "ایک لڑکا میرے سامنے پیدا ہوا اور جوان ہوا، شادی ہوئی، تین دِن بخار آیا اور وہ مر گیا، فرمایا: "اب میری مرنے کی اور اللہ کے پاس جانے کی عمر آ گئی، اللہ کے یہاں درخواست دی ہے کہ دو سال کی عمر بڑھا دی جائے، مجھے ایک عمل آتا ہے وہ کر لیتا ہوں، عمر بڑھ جاتی ہے، وہ عمل یہ ہے کہ میں اپنے بھتیجوں وغیرہ کو پیسے دیتا ہوں، حدیث شریف میں ہے کہ "جو شخص چاہے کہ اس کی عمر بڑھے اُسے چاہیے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔" آپ چاہتے ہیں تو یہ عمل کریں۔"

فرمایا: "میں ایسی خدمت نہیں لیتا کہ تم بیمار ہو اور مجھے آرام ہو۔"

فرمایا: "میں تمہاری تحقیر اس لیے کرتا ہوں تا کہ تم توبہ کرو۔"

6

فرمایا: ’’امام احمدؒ کے مذہب کا ایک شخص کہہ رہا ہے کہ ’’میرے نبی بھی احمد، میرے شیخ بھی احمد، میرے امام بھی احمد اور میرا نام بھی احمد ہے، اُمید ہے کہ ان اسماء کے اشتراک کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔‘‘

فرمایا: ’’میں اِتنا بدّھو، بے وقوف، کیسے کام چل گیا؟ صرف اللہ کا کرم ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جو مجھے یاد کرتا ہے وہ مجھے یاد آتا ہے، جب کوئی تعلق سے یاد کرتا ہے تو میرے دل پر اس کا اثر پڑتا ہے، اس لیے بچو! مجھے کوئی یاد نہ کرے۔‘‘

فرمایا: ’’بعض لوگ بیٹے کی حمایت کرتے ہیں، اُستاذ کی نہیں، اُستاذ کو اپنا بنانے کی ضرورت ہے، بیٹا تو اپنا ہی ہے، بچو! اُستاذ کا اَدب کروگے تو وہ تمہارا خیال کریں گے۔‘‘

فرمایا: ’’گجرات کے لوگوں میں خوبی یہ ہے کہ وہ جہاں گئے دین کے ساتھ گئے، لندن گئے، افریقہ گئے، تو وہاں جاکے مدارس و مساجد کی تعمیر کی، اس میدان میں گجرات والے سب سے آگے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بھوپال میں ایک چھوٹی بچی تھی، اپنی سہیلی سے اس کی لڑائی ہوگئی، تو اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ ’’ہماری لڑائی ہوگئی ہے،‘‘ دوسرے روز اُس نے اپنی سہیلی کی دعوت کی، تو اس کی والدہ نے کہا کہ ’’کل تو لڑائی ہوئی تھی،‘‘ بچی نے اپنی والدہ سے کہا کہ ’’لڑائی تو کل ہوئی تھی، آج تو نہیں ہوئی۔‘‘ فرمایا: ’’اس چھوٹی بچی نے اپنی چھوٹی زبان سے یہ سبق دیا کہ لڑائی وقتی چیز ہوتی ہے، دل میں رکھنے کی نہیں ہوتی۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! جب تک تم نبی ﷺ کے پیچھے نہیں چلوگے تم کو کچھ نہیں ملے گا، ہمارے نبی ﷺ میں کینہ بینہ نہیں تھا۔‘‘

ایک مرتبہ دارالحدیث کے آدھے حصہ میں لائٹ تھی اور دوسرے آدھے حصہ میں نہیں تھی، اس وقت فرمایا کہ ’’درسگاہ ایک ہی تو ہے، ایک جگہ لائٹ ہے اور ایک جگہ لائٹ

نہیں ہے، تو بچو! یہی قلب کا حال ہے، ایک آدمی اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے، اس کا قلب ایمان سے منوّر ہے، اُسی جگہ اس کا ساتھی بیٹھا ہوا ہے، لیکن اس کا قلب شہوانیت اور شیطنت سے بھرا ہوا ہے۔"

فرمایا: "جب آدمی رو لیتا ہے تو اس کے قلب کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں اور اس کے واسطے سے چہرہ دُھل جاتا ہے۔"

فرمایا: "اللہ کی پناہ! میں لوگوں کو حقیر کیوں جانوں؟"

فرمایا: "بچو! تم گھر سے صحت مند آتے ہو، جب تم گھر جاؤ تو صحت مند جاؤ، تاکہ تمہارے غریب والدین کو بار نہ ہو۔"

فرمایا: "بچو! ہمارا آدھا گھنٹہ قرآن مجید پڑھنا کونسی بڑی بات ہے؟ عبدالمجید مرحوم ہر وقت یاد آتا ہے، جب بھی میں اس کے کمرے کے پاس سے گزرتا تھا تو قرآن پڑھنے کی آواز آتی تھی۔"

ایک بڑے میاں ہمارے ساتھی تھے، انہوں نے پچھترویں سال میں قرآنِ کریم سیکھا، وہ دو گھنٹے میں ایک پارہ پڑھتے تھے، " (حضرتؒ نے پڑھ کر بتایا، آہستہ آہستہ حروف کو ادا کیا، طلبہ اس پڑھنے پر ہنسنے لگے) فرمایا: "ان کے اس طرز سے پڑھنے پر ہنسنا چاہیے یا رَشک کرنا چاہیے؟ یہ کہاں کسی کو نصیب ہوتا ہے کہ دو گھنٹے میں ایک پارہ ختم ہو، یہ نصیحت ہے بچو! کسی کی غلطی پر ہنسنا نہیں چاہیے۔"

فرمایا: "کہیں پانی مت پھینکو، کہیں ہڈی مت پھینکو، بچو! اچھی بات اختیار کرو، آخر تو مرجانا ہے، سارا رُعب دھرا رہ جائے گا۔"

فرمایا: "بچو! کفارہ کے لیے میں روزانہ تمہارے لیے دعا کرتا ہوں، میں بہت ڈرتا ہوں اور گھبراتا ہوں کہ کسی کو کچھ تکلیف نہ پڑے۔"

فرمایا: ''میں ایک دِن مطبخ میں گیا، تو بچے روٹیاں اور دال جمع کر رہے تھے، میں نے پوچھا: ''ایسا کیوں کر رہے ہو؟'' کہا: ''فلاں اُستاذ کے یہاں فاقہ ہے،'' بچو! اس اُستاذ کے یہاں مہینے کے اخیر میں فاقہ رہتا تھا، پہلے کے اساتذہ ایسے تھے۔''

فرمایا: ''لالچ گھس گئی ہے، ایک بزرگ تھے، پکا مکان نہیں بناتے تھے، ان کے شاگرد نے کہا: ''اُستاذ صاحب! ہر سال کہیں نہ کہیں سے گھر گر جاتا ہے اور آپ ہر وقت بناتے ہیں، اور اس میں اِتنے پیسے خرچ ہوتے ہیں کہ اُتنے پیسوں میں گھر بن جاتا'' فرمایا: ''اِدھر آؤ، دیکھو! یہ سب میرے پڑوسی غریب ہیں، اگر میں اپنا گھر پکا بنالوں، تو یہ غریب لوگ کیسے گھر بنائیں گے؟'' بتاؤ! یہ کیسے لوگ تھے، یہ قصہ سید اصغر حسین صاحبؒ کا ہے، جو مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے اُستاذ تھے۔''

فرمایا: ''اچھی بات میں تقلید کرتے ہیں، بُری بات میں نہیں۔''

مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے فرمایا: ہل مت پکڑنا، ورنہ بچو! میں ہل جوتتا۔''

فرمایا: ''ماں باپ اولاد کے لیے اچھی چیز منتخب کرتے ہیں، اس لیے اولاد کو حکم ہوا: ''وَ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا''.

فرمایا: ''میں ہمیشہ یہ دعا کرتا ہوں کہ میری ذات سے کسی کو نقصان نہ ہو۔''

فرمایا: ''میں مہابدّ ھو، ''منع رے منع'' ہوں، (''منع رے منع'' کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرتؒ کے بھائی کھڈّا کھود رہے تھے، کسی نے حضرتؒ سے کہا کہ اس کو منع کرو، وہ اس میں گر جائے گا، تو حضرتؒ نے کہا: ''منع رے منع'' حضرتؒ فرماتے ہیں کہ ''اس وقت مجھے اس کو روکنا چاہیے تھا؛ لیکن مجھے اِتنا بھی معلوم نہیں کہ اسے کیا کہوں، تو اس وقت میں نے کہا: ''منع رے منع'' اس قصہ کی وجہ سے فرماتے کہ ''میں تو ''منع رے منع'' ہوں۔'')

از: محمد جابر عفی عنہ۔

ایک مرتبہ اثنائے درس حضرت شیخ رحمہ اللہ چائے نوش فرما رہے تھے، چائے بچ گئی، تو ایک طالب علم کو دینا چاہا، جو حضرتؒ کی بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا، حضرتؒ نے دائیں ہاتھ سے چائے تکیہ پر رکھی اور فرمایا: ''اس کو لے لے، میں نے تیرے ہاتھ میں چائے اس لیے نہیں دی کہ میرا بایاں ہاتھ پڑتا تھا۔'' (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ''حساب لینے والی ذات وہ نامی گرامی ہے جس کو ایک ایک چیز کی خبر ہے، وہ اپنے قدیم علم کی وجہ سے ایک ایک چیز کو بیان کریں گے، بہت ڈرنا چاہیے۔''

''بچو! احتیاط سے رہو، چندے بندے وصول کرنے میں غلط سلط مت کرو، جو متقی ہوتا ہے اللہ اس کی مدد کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''جس کام میں شہرت کی طلب ہو، وہ کام کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟''

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ''میں جو کچھ بیان کرتا ہوں اس کے لیے کتنے پاپڑ بیلتا ہوں، بیسیوں سال کے بعد بات ملتی ہے۔''

''ہم کوئی چھوٹی سی بات سن لیتے تو اس کو لکھنے کی کوشش کرتے تھے، پھر یاد کرتے تھے۔''

فرمایا: ''ہم لوگ ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو دل چلا جاتا ہے، اور اگر ہم اپنی ذاتی ضرورت میں مشغول ہوں اور کوئی شور مچاتا ہے تو ہم اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، یہ دنیا کی محبت ہے، اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ضرورت ہے، اللہ بڑی شان والے ہیں، وہ خود ہی فرماتے ہیں: ''تَبَارَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ''......الخ

فرمایا: ''جب کہو: ''الحمد للہ رب العالمین'' تو زبان بھی کہے اور دل بھی کہے، بچو! یہ کوشش کرو، ایک مرید نے اپنے پیر کو خط لکھا کہ ''جب میں قرآنِ کریم پڑھتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اپنا قرآن اللہ کو سنا رہا ہوں۔'' میں نے کہا: ''ماشاء اللہ۔''

فرمایا: ''میں نے جس کسی سے پیسے لیے ہوں وہ مجھ سے بے تکلف لے لے، یہ حق

العبد ہے، ورنہ میں قیامت کے دن کیا جواب دوں گا؟ بچو! میں بہت ڈرتا ہوں، میرے مرنے کے بعد کون حق ادا کرے گا؟ کون میرا قرض دے گا؟ میرا تو کوئی نہیں ہے۔''

فرمایا: ''آدمی کو ہر وقت یہ فکر ہونی چاہیے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے۔''

درسِ بخاری میں فرمایا: ''مجھ میں کمیاں بہت ہیں اور تم لوگوں میں بڑی خوبیاں ہیں۔''

فرمایا: ''صغیرہ گناہ طاعات سے معاف ہو جاتا ہے، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، توبہ تین چیزوں کا نام ہے: (۱) جو ہو گیا اس پر تہہِ دل سے ندامت ہو۔ (۲) فوراً چھوڑ دیا جائے، اس گناہ کا خیال بھی نہ آئے۔ (۳) پھر ہمیشہ کے لیے اس کے ترک پر جما رہے۔ یہ ہے توبہ کی حقیقت، یہ ہے تو بڑی اہم؛ لیکن آسان ہے، آدمی فوری طور پر گناہ چھوڑ دے اور دل سے شرمندہ ہو، تم نے ایک قصہ سنا ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سخت قحط پڑا ہوا تھا، لوگ ایک جگہ بارش کی دعا کرنے کے لیے جمع ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ ''اس میں ایک گنہگار ہے، جس کی وجہ سے بارش رُکی ہوئی ہے،'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ ''اِس مجمع میں ایک گنہگار ہے، جس کی وجہ سے بارش روک دی گئی ہے، وہ آدمی اِس مجمع سے نکل جائے؛'' گنہگار آدمی اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کوئی اِس مجمع سے نکلتا ہے؟ اس نے دیکھا کہ کوئی نہیں نکلا، اُس نے سوچا کہ اگر میں نکلا تو رُسوا ہو جاؤں گا، اس نے دل ہی دل میں توبہ کر لی، ایک دَم بارش شروع ہو گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: ''اے اللہ! یہ کیا ہوا؟'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہمارا بندہ یہاں تھا، اس نے توبہ کر لی، ہم نے اسے معاف کر دیا۔'' دیکھو! اللہ کیسے ہیں، راز کھلنے نہیں دیا، ستّاری کر لی، فرمایا: ''جب بندہ رو کر اللہ سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے خوش ہو جاتے ہیں، جتنا ہو سکے جلد از جلد اللہ کو راضی کر لو۔''

ایک مرتبہ درسِ بخاری شریف میں فرمایا کہ ''یہ نبی ﷺ کے انوار ہیں، اگر تم

غفلت کروگے تو تمھیں اس میں سے حصہ نہیں ملے گا، اگر تم غفلت نہیں برتوگے تو تمھیں اس سے حصہ ملے گا، ہر چیز کا ایک نور ہے، اسی طرح نبی ﷺ کے کلام میں بھی نور ہے۔''

فرمایا: ''نیکی سے انوار پھیلتے ہیں اور گناہوں سے تاریکی پھیلتی ہے، کبیرہ گناہ توبہ کے پانی سے صاف ہوتا ہے۔''

ایک عالم تھے، ان کے استاذ نے فرمایا کہ ''یہاں آکے پڑھو؛ لیکن روٹی کا انتظام نہیں ہوگا، آس پاس کے گاؤں سے لاکر کھالینا'' وہ عالم صاحب وہاں گئے، دوپہر میں روٹی لینے کے لیے کہیں گئے، روٹی کا ٹکڑا لے کر آئے اور رکھا ہی تھا کہ ایک کوا آکر اُسے اُٹھالے گیا، ان کے اُستاذ نے کہا کہ ''بچے! تقدیر میں جو تھا وہ ہوگیا'' بتاؤ بچو! ان پر کیا گزری ہوگی؟ ابھی اِس زمانے میں ایک بہت بڑے عالم ہیں، تکلیفیں اُٹھائیں تو اللہ نے دیا، اللہ کھلاتا ہے، بچو! سب اپنی تقدیر سے کھاتے ہو، میرے پیارے بچو! میں تمھیں اس لیے سناتا ہوں کہ تاکہ سبق لو۔''

فرمایا: ''بچو! تم اللہ پر بھروسہ کروگے تو اللہ تمھیں بھوکا نہیں رکھے گا، جو کچھ تمہارے سامنے ہوگا اس میں برکت رکھے گا، البتہ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ۔''

فرمایا: ''سوچتا ہوں کہ جنت کا ایک لقمہ مل جائے۔'' ایک بوڑھیا کے گھر پر ڈاکہ پڑا، اس کا خاوند ڈاکو سے جھگڑنے لگا تو شہید ہوگیا، اُس بوڑھی نے خواب میں دیکھا کہ چند لوگ کچھ کھا رہے ہیں اور وہ بوڑھی ان کے پاس سے گزر رہی ہے، اس کے شوہر نے کہا: ''ارے لوگو! اِس مسکینہ کو کچھ دے دو،'' تو ایک لقمہ دے دیا گیا، جو اس نے کھالیا، اس کے بعد وہ بوڑھیا بیس سال زندہ رہی، اسے کچھ کھانے کی نوبت نہیں آئی، اس کا چہرہ ویسا ہی تھا، لیکن اس کا پیٹ تھوڑا اندر چلا گیا تھا۔'' فرمایا: ''بڑا مزہ ہے، اگر مجھے مل جاتا تو ٹھاٹ ہی ٹھاٹ، پھر تو نہ لڑکوں کی خوشامد، لیکن یہ کسی ایک کے ساتھ کبھی کبھی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں کی نوازش فرماتے ہیں۔''

''بچو! اپنے اندر تواضع پیدا کرو، تکبر سے مجھے نفرت ہے، فقیرانہ زندگی گزارو، دنیا کی زندگی کچھ دنوں کی بات ہے۔''

فرمایا: ''کسی کی زبان پر ہنسنے سے اسے شرمندگی ہوتی ہے۔''

''بچو! سنت چھوڑ کر غیر سنت اختیار کرنے سے تمہارا کیا فائدہ ہے؟ بچو! سنت مت چھوڑو۔''

فرمایا: ''کل میں اپنے بارے میں کہہ رہا تھا: ''کاش کہ میں پیدا ہی نہ ہوتا، ہائے ہائے۔''

فرمایا: ''میں بہت تعویذ دیتا تھا، عملیات کی کتاب ''نقش سلیمانی'' منگوائی، اس کو دیکھ کر نفرت ہوگئی، اللہ کی پناہ، اللہ نے بچایا، اگر میں تعویذ کر لیتا تو سوائے دو روپیہ کے اور کیا حاصل کر لیتا؟ اب دو روپیہ مفت میں کھا رہا ہوں، بچو! میں اس لیے کہہ رہا ہوں تا کہ تم ان چکروں میں نہ پڑو۔''

فرمایا: ''بچہ کو مارا جاتا ہے تا کہ بچہ غفلت نہ کرے اور سبق یاد کر لے، اور اگر ایسا نہ ہو تو مارنے سے کیا فائدہ؟ جہاں کچھ فائدہ کی اُمید ہو وہاں مارا جاتا ہے، بچو! پڑھانے کی نیت سے مارو، غصہ اُتارنے کی نیت سے نہ مارو، بچو! سب کام عقل سے کرو، یہ سب پڑھنا پڑھانا اللہ کے لیے ہونا چاہیے، تہذیب سے مارو، مار پیٹ زیادہ خوبی کی بات نہیں ہے، تفہیم خوبی کی بات ہے، سمجھ دار بچے سمجھ جاتے ہیں۔''

فرمایا: ''بچو! یہ بہت سی دفعہ بتاتا ہوں کہ نماز پڑھنے سے علم میں برکت ہوتی ہے، میرا حال نہ دیکھو، کوئی دِن خالی نہیں جاتا کہ مجھے افسوس نہ ہوتا ہو۔''

درسِ بخاری شریف میں فرمایا:

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں   ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

''اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں، میرے بعد جو اساتذہ آئیں گے وہ آپ کے سامنے مزید تقریر کریں گے، جو اُن اساتذہ سے آپ سن لینا۔''

فرمایا: ''ایک دِن میں بہت پریشان ہو گیا، حرم سے نکلا تو کوئی لے جانے کے لیے تیار ہی نہیں ہو رہا ہے، ایک بج گیا تھا، پھر ایک شخص تیار ہوا، کیوں کہ سب پیسے زیادہ لیتے تھے، اور میں تھا کنجوس، ایک روپیہ بھی زائد نہیں دیتا تھا، کیوں کہ مجھے کتابیں لانی ہوتی تھیں، اس لیے میں کسی کو زیادہ پیسے نہیں دیتا تھا۔''

فرمایا: ''بچو! میں پڑھنے والوں کی بہت رعایت کرتا ہوں، جو بالکل پڑھنا نہ چاہتا ہو اس کی کیا رعایت کروں؟''

فرمایا: ''یاد رکھو! بچوں کو حسب حیثیت اچھا پہناؤ، بڑے ہو کر وہ اپنی ترتیب میں آ جائیں گے۔''

فرمایا: ''جو مدرسہ کے مال میں محتاط نہیں اس کی معاشی زندگی آئندہ بہت خراب ہو گی۔''

فرمایا: ''آج دوپہر بڑی مشکل سے ایک روٹی کھائی، بتاؤ! اتنے کے لیے میں ناجائز کیوں کھاؤں؟ جائز کھاؤں، پاک چیز کھاؤں، حلال کھاؤں، اِس وقت پیٹ میں جہنم بھرو گے تو کل جہنم ہی میں جاؤ گے۔''

ایک طالب علم کو چادر نکالنے کو کہا، وہ بیٹھ کر نکالنے لگا، تو سب طلبہ ہنسنے لگے، پھر وہ کھڑا ہو کر نکالنے لگا، فرمایا: ''اَدب سیکھا جاتا ہے، بغیر سیکھے کچھ نہیں آتا، آپ لوگوں نے کچھ سیکھا ہی نہیں، بچو! کیا بے ادب لوگوں کو نہیں دیکھا کہ وہ برباد ہو گئے؟ بچو! اس ہنسنے سے کیا فائدہ؟ تمھیں رونا کیوں نہیں آتا؟ تمھیں پسینہ کیوں نہیں آتا۔''

فرمایا: ''حدّاد نامی ایک بزرگ گزرے ہیں، ہتھوڑا اُٹھائے ہوئے ہوتے اور

6

اَذان سنتے تو فوراً رکھ دیتے۔‘‘

درسِ بخاری شریف میں فرمایا: ’’بچو! تم کسی قابل ہوتے تو تھوڑی تکلیف برداشت کر کے مزید باتیں اور کہہ دیتا، جب کہ تم عبارت بھی نہیں پڑھ پاتے ہو۔‘‘ فرمایا: ’’غلطی اور چیز ہے، اَکڑنا اور چیز ہے، تواضع اختیار کرو۔‘‘

حضرت اقدس شاہ وصی اللہ صاحبؒ ایک مرتبہ تفریح میں گئے، تھک گئے، تو واپس رکشہ سے آنے لگے، حضرتؒ کو بہت بھوک لگی تھی، حضرتؒ نے اپنے خادم کو کھانا لانے کے لیے ہوٹل بھیجا، جب وہ خادم کھانا لے کر آنے لگا تو راستے میں بندر اس سے لپٹ گئے، حضرتؒ کو کشف ہو گیا، مسجد سے باہر نکلے اور دیکھا تو خادم کو بندر لپٹے ہوئے ہیں، حضرتؒ نے چپل ہاتھ میں لیا اور چپل سے اشارہ کیا تو سارے بندر بھاگ گئے، یہ حضرتؒ کی کرامت تھی۔‘‘

فرمایا: ’’اچھی بات کا شوق اچھے راستے پر لے جاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’جب جناتوں کو کوئی چھیڑتا ہے تو وہ غصہ ہوتے ہیں۔‘‘

حضرتؒ نے اپنے بارے میں فرمایا: ’’اللہ پاک نے اس غریب کو پڑھا لیا، ورنہ اس کے پاس کیا تھا؟‘‘

فرمایا: ’’مکہ اور مدینہ میں جب میری تفتیش کا موقع آتا تو میں التجا کرنا شروع کر دیتا، کہیں اَکڑنا بکڑنا نہیں چاہیے، ورنہ پولس پکڑ کے لے جائے گی۔‘‘

فرمایا: ’’علامہ سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ ’’عورت اگر گھر کا کام نہ کرے تو عورت کو روٹی دو، سالن مت دو۔‘‘ جب یہ مسئلہ آیا تو حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ بہت ہنسے۔‘‘

فرمایا: ’’میری تنخواہ جب ساڑھے آٹھ سو ہوئی تب سے تنخواہ لینی بند کر دی۔‘‘

ٹھنڈی کا موسم تھا، اس وقت فرمایا: ’’ارے کم بختو! چھ کے چھ پنکھے چلا دیے ہیں،

دارالحدیث اُڑ جائے گی! ارے! ابھی سے کیا ضرورت ہے پنکھے چلانے کی؟ ویسے یہ اموالِ مدارس ہیں، مالِ مدرسہ میں بے احتیاطی نہ کرو، ورنہ معاشی اعتبار سے بہت پریشان ہو جاؤگے، اِن آنکھوں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ انھوں نے اموالِ مدرسہ میں احتیاط نہیں کی، وہ بعد میں پریشان ہوگئے، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ اموالِ مدرسہ میں بہت احتیاط کرتے تھے، میں تم کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔''

فرمایا: ''روزی روٹی ہر جگہ ملتی ہے، اگر تمہاری تقدیر میں ہے تو اللہ تعالیٰ کہیں سے بھی دے دیں گے، روٹی کے لیے اِتنے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ دار کو جو روزی دیتے ہیں وہی غیر سمجھ دار کو بھی دیتے ہیں۔''

''ایک دِن دوپہر کو کھانا نہ ہونے کی وجہ سے نہیں کھایا، عصر کے بعد دعا کی کہ ''اے اللہ! بھوکا رہا نہیں جاتا،'' عصر کے بعد مسجد سے باہر نکل رہا تھا، اللہ نے انتظام کر دیا، اللہ پاک اپنے بندوں کو بھوکا نہیں مارتے، میں نے فاقہ زیادہ نہیں کیا، بڑوں کا امتحان بڑا ہوتا ہے، میں تو چھوٹا ہوں، میرا امتحان کیا؟ میں مدرسہ میں جاتا ہوں، سبق میں شریک ہوتا ہوں، پیسہ نہیں لیتا۔''

فرمایا: ''میں تمہیں سمجھاتا ہوں کہ خبردار! مدرسہ کے مال میں بے احتیاطی نہ کرو، ورنہ آئندہ بہت پریشان ہوں گے، جو بھی مدرسہ کے مال میں بے احتیاطی کرتا ہے وہ کسی نہ کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے، یہ اللہ پاک کے دین کا گھر ہے۔''

''ایک صوفی کہتا ہے: ''اگر ملک الموت میری روح قبض کرنے آئے گا تو میں کہوں گا کہ ''اے مالک! تیری زیارت جب تک نہ کرلوں تب تک قبض نہ کرنا۔''

''بچو! تمہاری مسجد تو گھر میں ہے، (یعنی دارِ جدید کے اِحاطہ میں ہے) نماز باجماعت پڑھو، یہ بات کہتا ہوں تو کیا تکلیف ہوتی ہے وہ میں جانتا ہوں۔''

6

فرمایا: ’’مسجدوں میں اکثر ڈیڑھ اور ڈھائی بجے جنات ہوتے ہیں، ایک مرتبہ مسجد کلثومیہ میں عبدالوحید گھڑی دیکھنے کے لیے گیا تو دیکھا کہ صف لگی ہوئی ہے، وہ بھاگا، اس نے بچوں سے کہا، پھر بچہ کمپنی دیکھنے کے لیے گئی تو جنات نہیں تھے۔‘‘

فرمایا: ’’پاپا‘‘ کہنا ناجائز ہے، صحابۂ کرامؓ ’’یااماّہ‘‘ کہتے تھے؛ مگر اب صحابۂ کرامؓ کے الفاظ کو چھوڑ کر ’’ممّی‘‘ کہتے ہیں، ’’پاپا‘‘ انگریزی لفظ ہے، شان کی بیماری ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اپولو‘ ایک ہسپتال کا نام ہے، میں نے پیام بھیجا کہ ’’اپولو‘ شیطان کے چھوٹے بچے کا نام ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اب میں جلدی سے بھول جاتا ہوں، ہمارے ایک اُستاذ تھے، جو اِسی عمر میں بھول جاتے تھے، میں سوچتا تھا کہ کیوں بھول جاتے ہیں؟ بچو! یہی کہ عمر ہو جاتی ہے اس لیے آدمی بھول جاتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اگر میری لڑکیاں ہوتیں تو میں صحابیات کا نام رکھتا، جیسے: ’’فاطمہ، رُقیہ، سلمیٰ۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے کبھی آہستہ سلام نہیں کیا، میں نے کبھی آہستہ سے بات نہیں کی کہ اُستاذ کو دوسری مرتبہ پوچھنا پڑے، بچو! اَدب سیکھا جاتا ہے، اب نہیں سیکھو گے تو کب سیکھو گے؟‘‘

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ”مَنْ غَدَا إِلَی الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ، أَعَدَّ اللّٰهُ لَهٗ نُزُلَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ، كَمَا غَدَا أَوْ رَاحَ.“ (بخاری شریف: ۱/۹۱)

فرمایا: ’’جب یہ حدیث شریف پڑھتے ہیں تو اپنی محرومی پر روتے ہیں، نہیں معلوم کیا لفظ کہا ہوگا کہ اللہ کی طرف سے بندش ہوگئی۔‘‘ (نوٹ: حضرت شیخ رحمہ اللہ اپنے حجرے میں نماز پڑھتے تھے، اس لیے یہ فرمایا)۔ از محمد جابر عفی عنہ۔

فرمایا: ’’ہمارے ایک رِشتہ دار تھے، وہ جمعہ کے دِن ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مسجد میں چلے

جاتے، وہ ہل جوتتے تھے، اس لیے نہا دھو کر مسجد میں جاتے، ایک عالم صاحب نے ان سے کہا کہ ''گاؤں میں جمعہ جائز نہیں،'' وہ صرف جمعہ ہی پڑھتے تھے، اس کے بعد اُنہوں نے ایک سال سے زائد عرصہ تک سجدہ ہی نہیں کیا، یہ کوئی کمال کی بات کی عالم صاحب نے؟ فرمایا: ''جہاں دیہات میں جمعہ ہوتا ہے وہاں میں منع نہیں کرتا۔''

فرمایا: ''کسی دِن اللہ نے بھوکا نہیں رکھا، اللہ انتظام کر دیتا ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے ایک اِمام ہیں، آج اُنہوں نے فجر کی پہلی رکعت میں سورۂ مزمّل پڑھی، دوسری رکعت میں سورۂ نبا پڑھی، میں نے کہا: ''اللہ! اب کیا ہوگا؟ اللہ کے سامنے کھڑا ہونا اللہ کی نعمت ہے، تکلیف کا ہونا کیا ہے؟ بچو! معتدل قراءت پڑھو، اگر میری صحت ٹھیک ہوتی تو بتاؤ کیا میں مسجد چھوڑ کر حجرے میں نماز پڑھتا؟''

نوٹ: یہ ۱۴۲۷ھ کی بات ہے، جب کہ حضرتؒ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی، اور اُس دِن طبیعت زیادہ خراب تھی۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ''ارے بھائی! اپنے چھوٹے اُستاذ کو چھوٹا مت سمجھو، ان کا اَدب کرو۔''

کچھ طلبۂ کرام دارالحدیث میں دَری پر چادر بچھا کر بیٹھے تھے، اس وقت فرمایا کہ ''ارے لڑکو! تم نواب ہو کہ چادر بچھا کر بیٹھے ہو، وہ قوم راحت وفلاح نہیں پائے گی جو اِن باتوں کی قائل ہے،'' فرمایا: ''ہم جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس میں کنکر بچھے ہوئے تھے، بڑی اذیت تھی، ہم لوگ جب سبق پڑھتے تو حضرت مولاناؒ چارپائی پر ہوتے اور ہم نیچے بیٹھتے، جمعہ کے دِن ہمارے کپڑے دُھلے ہوئے ہوتے تو ہم پہلے پنجے پر بیٹھتے، پھر جب تھک جاتے تو دوسرے پنجے پر بیٹھتے، پھر ہم پاؤں بچھا کر فرش (زمین) پر بیٹھتے، اور کبھی گھاس پر بھی بیٹھتے تھے، ایک مہینہ نہیں، سالہا سال کا یہ حال تھا، ہمارے مدرسہ میں ٹاٹ نہیں تھا؛ بلکہ ٹھاٹ تھا، یعنی زمین پر بیٹھتے تھے، خواہ گرمی ہو، سردی ہو یا بارِش۔''

فرمایا: ''ہم درسگاہ میں بات نہیں کرتے تھے، کسی کو کچھ پوچھنا ہوتو بات کرتے تھے۔''

فرمایا: ''طالب علمی تو فقیرانہ زندگی کا نام ہے۔''

''امام بخاریؒ ایک مرتبہ سبق میں نہیں آئے، تلاش کیا گیا کہ کہاں گئے ہیں؟ معلوم ہوا کہ ان کے پاس پہننے کے لیے کپڑا نہیں تھا، یہ ہے اللہ والوں کا حال۔''

''ہمارے والدین ہمیں اَدب سکھاتے تھے، ہم والد کے بستر پر پاؤں نہیں رکھتے تھے، بچو! اَدب سیکھا جاتا ہے، ابھی نہیں سیکھو گے تو کب سیکھو گے؟''

''ایک مرتبہ میں اور رفیع الدین ہاتھ پکڑ کر چل رہے تھے، اُستاذ پیچھے سے آئے اور ڈانٹا، اس کے بعد کبھی ہاتھ پکڑ کر نہیں چلے۔''

فرمایا: ''میں گدّے پر بیٹھتا ہوں وہ اس لیے کہ بیماری کی وجہ سے ٹاٹ پر بیٹھنے سے نزلہ ہوجاتا ہے، بچو! جان بوجھ کر نازک بننا یہ کوئی خوبی نہیں، بلکہ یہ زَنانہ پن ہے۔''

''بچو! مجھے آپ سے ایمانی محبت ہے، طالب علمانہ محبت ہے، تم میرے بچے ہو، اور ایک محبت ہوتی ہے ''خدماتی''، لیکن یہ نہیں ہے۔''

فرمایا: ''بعض وقت سبق کی برکت سے ذہن میں بات آتی ہے۔''

فرمایا: ''مجھے آم کا بہت شوق تھا، ہمارا ایک ساتھی جس کا نام شجاع الدین تھا، وہ ہمیں روزانہ آم کھلاتا تھا، اس کو ساری عمر یاد کرتا رہوں گا، اس کے لیے دعاءِ مغفرت کروں گا۔''

فرمایا: ''صحابۂ کرامؓ کے نام کیا کم ہیں؟ صحابہؓ کے نام رکھو، حضراتِ انبیاءِ کرام علیہم السلام کے نام رکھو، حضراتِ محدثین کے نام رکھو۔''

فرمایا: ''میں جب اپنی زندگی پر غور کرتا ہوں تو اس میں کوئی اچھی چیز نہیں نکلتی، سب میں عیب ہے۔''

9

''بچو! ہمارے نبی ﷺ کی زندگی کتنی سادہ تھی، بچو! ان کی زندگی سے تھوڑا سا حصہ لینا چاہیے، کچھ تہجد پڑھو، میرے بچو! میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی اللہ کا مقرب بن جائے، میں ایسا ناکارہ ہوں کہ میں نے کچھ نہیں کیا، واقعی میں کیا کرتا ہوں؟ کہاں میں مسجد میں نماز پڑھتا ہوں؟''

فرمایا: ''انبیاءِ کرام علیہم السلام کے ناموں میں برکت ہے، ''عثمان'' اژدہے کے بچے کو کہتے ہیں؛ لیکن جس کا نام عثمان ہوتا ہے اس میں حیا ہوتی ہے، کیوں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں حیا تھی، اور آج جو بھی شخص عثمان نام رکھتا ہے اس میں حیا ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''خشوع''، شکستگی اور انکساری کو کہتے ہیں، یعنی جب آدمی نماز میں داخل ہو تو اس پر خشوع کی کیفیت طاری ہونی چاہیے، یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اپنی کم مائیگی مستحضر ہوتی ہے، جب آدمی خود کو اللہ کا بندہ سمجھ کر نماز میں شرکت کرتا ہے تو کچھ نہ کچھ خشوع آجاتا ہے۔ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک آدمی نے خط لکھا کہ نماز میں خیالات آتے ہیں،'' جوابی خط میں حضرتؒ نے لکھا کہ ''یہ خیال کرو کہ عزیز جبار کے سامنے کھڑا ہو رہا ہوں،'' پورے الفاظ مجھے یاد نہیں، میں نے جس وقت یہ خط پڑھا تو میرا قلب ہل گیا تھا، جس کو جوابی خط لکھا اس کا کیا ہوا ہوگا؟ اس کے قلب کی کیا حالت ہوئی ہوگی؟''

فرمایا: ''میں تو بھئی کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہتا، میرا وقتِ اخیر ہے، مجھے تو اپنی پڑی ہے۔''

فرمایا: ''بچو! بغیر توفیق کے کچھ نہیں ہوتا۔''

فرمایا: ''امریکہ نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو ستایا ہے، اس لیے اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا، ظلم اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، اس لیے میں آپ لوگوں کو ڈانٹتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں، بچو!

ڈر لگتا ہے، ظلم سے بچو، حرام سے بچو۔‘‘

فرمایا:’’جو جتنا نیک ہوتا ہے لوگ اس کو پوچھتے ہیں، جو جاہ کا طالب ہوتا ہے اسے کوئی نہیں پوچھتا۔‘‘

فرمایا:’’دو دو آدمی اٹھا کر مجھے لے جاتے ہیں، اپنے محاسبہ میں یہ سب سوچتا ہوں کہ کسی کو میری ذات سے تکلیف نہ ہو۔‘‘

پرتاپ گڑھ میں ایک صاحب تھے، جو ۳۵ گھنٹے کے بعد کھانا کھاتے تھے، میں نے کہا:’’ایسا نہ کرو، نہیں کھاؤ گے تو نصرتِ الٰہی نہیں آئے گی، اللہ تعالیٰ نعمت دے تو اس کی قدر کرو، ہر وقت پیٹ کو سیر نہ کرو اور بلا وجہ بھوکے بھی نہ رہو۔‘‘

’’بچو! حضورِ اقدس ﷺ کو صحابہ کرامؓ کیسے ملے تھے کہ ہر بات نقل کرتے تھے۔‘‘

فرمایا:’’اللہ تم سب کو اور مجھ کو عافیت سے رکھے،‘‘ طلبہ کرام نے آمین کہا، فرمایا: ’’بچو! دِل سے آمین کہو، مطلب کا آمین نہ کہو۔‘‘

فرمایا:’’اپنے اندر صلاح پیدا کرو، یعنی درستگی پیدا کرو، انسان کے حق میں کوئی کمی نہ ہو، کسی کا حق باقی نہ ہو۔‘‘

’’بچو! اپنے خاندان کی بڑائی پر نہ فخر کرو، نہ تکبر کرو۔‘‘

فرمایا:’’میں کبھی کسی کو غصہ میں کوئی جملہ کہہ دیتا ہوں تو بعد میں مجھے تکلیف ہوتی ہے، سوچتا ہوں کہ کیوں کہا؟ دیکھا نہیں؟ کتنے ہی دنیا والے خاک میں مل گئے، اللہ تعالیٰ کے یہاں تقویٰ کام دیتا ہے، تقویٰ پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے، کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔‘‘

’’بچو! مجھے مرنے کے بعد یاد رکھنا، اگر مرنے کے بعد یاد رکھو تو یہ محبت ہے۔‘‘

فرمایا:’’اگر میں واقعی جانتا کہ میری اِتنی عمر ہوگی، تو شادی کر لیتا، ایک مرتبہ میں نے دعا کی کہ ’’اے اللہ! بتا دیا جائے کہ کتنی عمر ہے؟‘‘ اشارہ ہوا کہ پانچ، میں سمجھا کہ پانچ

سال، پھر میں نے ہمارے ایک ساتھی صاحب کشف سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ اِتنی عمر نہیں؛ بلکہ پچاس اوراس سے بھی آگے، لیکن بعد میں مجھے سمجھ میں آیا کہ پانچ سال سے مراد اللہ تعالیٰ کے علاوہ پانچ چیزوں کا علم کسی کو نہیں ہے۔''

بخاری شریف میں ''باب صلوٰۃ النساء خلف الرجال'' پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''دیکھو بھائی! احکامِ شرعیہ میں بہت ادب چاہیے، ایسا نہ ہو کہ عورتوں کا تذکرہ آئے اور آپ کے ذہن میں خواہشات ابھریں، یہ اتنا خطرناک مسئلہ ہے کہ اس سے ایمان کے سلب ہوجانے کا خطرہ ہے۔''

فرمایا: ''بدن کی بدبو دو وجہ سے ہوتی ہے، کبھی تو گرد وغبار سے ہوتی ہے، دوسری بو معصیت کی وجہ سے ہوتی ہے، آج نوجوانوں میں بدنظری کی وجہ سے بدبو عام ہوگئی ہے، اس سے بچنے کی بہت ضرورت ہے۔''

دارالحدیث میں ایک طالب علم کے بال دیکھے، جو انگریزی تھے، تو فرمایا: ''حسن بال رکھنے میں نہیں؛ بلکہ نبی ﷺ کی اتباع میں ہے، بچو! کیسے بال ہیں؟ حدیث شریف پڑھنے والے لوگ کیسے بال رکھتے ہیں؟ بچو! بال کٹوادو، انگریزی بال بالکل ختم کردو، بچو! میرے پاس چار آنے نہیں ہوتے تھے کہ میں بال کٹواتا، چار چار مہینے ہوجاتے میں بال نہیں کٹوا پاتا تھا، بڑے بڑے بال ہوجاتے، بڑے ہونے کے بعد میں انگلی سے کنگھا کرتا تھا، اور جمعہ کے دِن کبھی کبھار کنگھا کرتا تھا، میں منع نہیں کرتا کہ کنگھا نہ کرو، بال رکھو، کنگھا کرو؛ مگر اتباعِ سنت کی نیت ہو، دوستوں کو بتانے کے لیے نہیں، نیز خواہش کے لیے نہیں، فقیہ ابو اللیثؒ نے لکھا ہے کہ اگر آدمی سنت کی نیت سے مسواک کرتا ہے تو حساب نہیں ہوگا، ورنہ حساب ہوگا۔''

فرمایا: ''بہار میں ایک گاؤں ہے، وہاں اکثر لوگ انصاری ہیں، حافظ و عالم ہیں؛

7

مگر نمازی نہیں ہیں، بچو! اصل تو نمازی ہونا ہے، یہی نہ ہو تو کچھ نہیں۔''

فرمایا: ''پنڈت کہتا تھا کہ ''مولوی قاسم (اس سے مراد حضرت اقدس مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ ہیں) کے سر پر علم کی دیوی ناچتی ہے، معلوم ہوتا تھا کہ علم کے فوارے جوش مارتے تھے۔''

فرمایا: ''جس میں جتنا قربِ الٰہی ہوتا ہے وہ بارگاہِ الٰہی میں اسی قدر خائف ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''دیکھو بچو! ادب سیکھو، اگر ادب نہیں تو تمہیں کچھ نہیں ملے گا، حضراتِ صحابہؓ حضرت نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔''

ایک مرتبہ دارالحدیث میں طلبہ نے پنکھے چلا دیے تھے، جب کہ ابھی گرمی کا احساس بھی پوری طرح نہیں ہو رہا تھا، اس وقت فرمایا: ''بچو! تھوڑی گرمی برداشت کرلو، پنکھا بند کر دو، اخلاق سیکھو بچو! تم نے یہاں اگر بے احتیاطی کی تو میں بہت گارنٹی کے ساتھ کہتا ہوں کہ آئندہ تم آرام نہیں پاؤ گے، مدارس کی چیزوں میں احتیاط سے کام لو۔''

فرمایا: ''حرام سے بچو، آرام سے رہو گے۔''

طلبۂ کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''میاں صاحبان! تہجد پڑھیے، جتنے بڑے گزرے ہیں سب پڑھتے تھے، تم بھی ان کی اقتدا کرنے والے ہو، تم بھی پڑھو۔''

۲۰۰۶ء میں جب حضرتؒ کو دل کا دورہ پڑا تھا تو ڈاکٹر نے اشارہ سے سجدہ کرنے کو کہا تھا، اس کے کچھ دنوں کے بعد افسوس کرتے ہوئے فرمایا: ''کافی دِن تک میں نے بغیر سجدہ کے نماز پڑھی، ایک دِن اللہ کے سامنے رویا کہ اے اللہ! یہ کیا ہوگیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سجدہ کرنے کی توفیق دی، جب میں نے سجدہ کیا تو ایسا محسوس ہوا کہ آج کوئی نئی چیز ملی ہے، بچو! اپنے رب کو یہ سمجھ کر سجدہ کرو کہ وہ لائق سجدہ ہے۔''

نوٹ: حضرتؒ جب سجدہ میں جاتے تھے تو وہ منظر واقعی قابل رحم ہوتا تھا، پہلے اپنا ایک پاؤں موڑتے، پھر آہستہ آہستہ جھکتے، پھر سجدہ فرماتے، یہاں تک کہ ہانپ جاتے، یہ ۱۴۲۶ھ اور ۱۴۲۷ھ کا مشاہدہ ہے۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)۔

فرمایا: ''بچو! اس طرح سجدہ کرو کہ کم سے کم تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' پڑھ سکو، کیا پتہ کب موت آجائے؟ ایسا ہی ایک سجدہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بخشش کا سبب بن جاتا ہے۔''

فرمایا: ''جو چیز حضور ﷺ سے ثابت ہے وہاں میرا سر جھک جاتا ہے، اور جو چیز مطابق سنت ہے اس سے میرا دل خوش ہوتا ہے، اور جو چیز خلافِ سنت ہوا سے میں چھوڑ دیتا ہوں۔''

فرمایا: ''حضرت سہارن پوریؒ ایک مرتبہ اسٹیشن پر نماز پڑھنے لگے، تو ایک صاحب آئے اور حضرتؒ کا لوٹا لے کر چلنے لگے، حضرتؒ نے نماز توڑ دی اور فرمایا: ''لوٹا لے کر کہاں جا رہے ہو؟'' اس نے کہا: ''واہ مولوی صاحب! ایک لوٹے کی وجہ سے نماز توڑ دی؟'' فرمایا: ''آج ایک لوٹے کی وجہ سے نماز توڑ دی، اگر تو لے کر چلا جاتا تو کتنی نمازیں چھوٹ جاتیں؟'' حضرتؒ (شیخ یونس صاحبؒ) نے فرمایا: ''صحیح کہا۔''

''بچو! میرا دانت تو پاؤ روٹی بھی نہیں کاٹ سکتا، بس بچو! اب زندگی تھوڑے ہی دِن ہے، پھر آرام ہی ہے، اگر کرم فرمایا گیا اور مغفرت ہوگئی تو ان شاء اللہ آرام ہی آرام ہے۔''

فرمایا: ''بچو! بڑوں کا مارنا اور ڈانٹنا کیا برا لگتا ہے؟ اب ماحول بگڑ گیا ہے، ہمارے مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے مارنے پر بچے خوش ہوتے تھے، مولاناؒ سبق یاد کرانے کے لیے ڈنڈا مارتے تھے کہ یہاں کیا پڑھا؟ لیکن مولاناؒ بیماری کی وجہ سے میری رِعایت کرتے تھے۔''

''بچو! اپنے بھوکے ساتھی کو کھلاؤ، اور کچھ پیسوں سے غریب کی مدد کرو، بچو! تم

حدیث کس لیے پڑھتے ہو؟ اچھی باتیں سیکھنے کے لیے، اپنے نبی ﷺ کی باتوں کو جاننے کے لیے، اپنے نبی ﷺ سے محبت کرنے کے لیے۔''

فرمایا: ''ہم نئے نئے مدرّس تھے، عصر بعد سب تفریح میں چلے گئے، میں ایسے ہی بیٹھا تھا کہ مفتی مظفر حسین صاحبؒ آئے، انہوں نے کہا: ''کیوں ایسے بیٹھے ہو؟'' میں نے کہا: ''ایک اُستاذ نے کچھ کہہ دیا ہے،'' فرمایا: ''ایسا تو ہوتا رہتا ہے،'' سب غم دور ہوگیا، بالکل اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت مفتی صاحبؒ کو اپنی طرف سے بھیجا تھا۔''

فرمایا: ''موت قریب ہے، جانے کے دِن قریب ہیں، اب موت یہ کہہ رہی ہے کہ تیاری کرو، تیاری کرو، کوئی تمہارا دوست نہیں ہے، اللہ سے دوستی کرو، وہی واحد دوست ہے، بچو! اس دنیا سے جانا ہی جانا ہے، آدمی توبہ کرکے اپنے مالک کو راضی کرلے اور کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال کرلے۔''

فرمایا: ''قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصایا میں فرمایا تھا کہ ''میری نمازِ جنازہ میں فاتحہ پڑھنا،'' پھر حضرتؒ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی میری نمازِ جنازہ پڑھے تو سورۂ فاتحہ پڑھنا۔''

فرمایا: ''مولوی اطہر کہتے تھے کہ تجھے تو صرف اپنے نفس سے دوستی ہے، میں نے کہا: ''تو بالکل صحیح کہتا ہے۔''

ایک طالب علم تاخیر سے دارالحدیث میں داخل ہوئے اور دروازہ اس طرح بند کیا کہ جس سے آواز آئی، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا: ''آپ لوگوں میں تہذیب نہیں، کھٹ کھٹ کرتے ہو، شرم نہیں آتی؟ (حضرتؒ نے ڈانٹا تو وہ طالب علم ہنسنے لگا) فرمایا: ''جو بے اَدبی کرکے ہنستا ہے اس میں کبر ہوتا ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ خالی ہوتا ہے، کبھی ہم نے اساتذہ کی موجودگی میں دروازہ اس طرح بند نہیں کیا کہ کھٹ کی آواز آئے،

صرف ایک دو بار، اس میں بھی میں چونک گیا، بچو! کتاب کا ادب کرو، استاذ کا ادب کرو، میں بہت دنوں سے سکھا تا ہوں، تم نے کیا سیکھا؟ ایک صاحب کو میں نے کہا کہ آپ کے بچے کا پاؤں قرآن کی طرف ہے، تو انہوں نے فوراً اپنے بیٹے کو تھپڑ ماردی، وہ کون تھے؟ مولانا اطہر تھے، بچہ کون تھا؟ محمد، آپ کے ماں باپ نے اچھے طریقے نہیں سکھائے، جس میں اَدب نہیں اس میں کچھ نہیں۔''

فرمایا: ''ایمان توفیق سے حاصل ہوتا ہے، خواہ کسی کو ہزار بار سمجھائیں؛ لیکن توفیق نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں۔''

فرمایا: ''انسان کی یہ جان اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، معلوم ہوا کہ انسان کو اپنی جان ضائع نہیں کرنی چاہیے، آدمی اپنی صحت کی حفاظت اس لیے کرتا ہے تاکہ تعلیم وتبلیغ کر سکے، دین کی خدمت کر سکے، اس پر ثواب ہے، اس پر اجر مستحسن ملے گا، گلا گھونٹنے کا کام وہی کرتا ہے جو نماز نہیں پڑھتا اور گناہ کرتا ہے، بچو! نماز کا اہتمام کرو، اللہ پاک سے بہت ڈرو۔''

فرمایا: ''ابھی وقت ہے، تیاری کر لیجیے، اپنے گناہوں سے توبہ کر لیجیے، توبہ نام ہے دل سے ندامت کا، فی الحال سارے گناہ چھوڑ دینے کا اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ اِرادہ کرنے کا، بچو! آنکھیں بند ہونے کے بعد اس کا موقع نہیں ملے گا، توبہ کے ذریعہ باطن کی تاریکی ختم ہو جاتی ہے، توبہ یہ زبردست آلہ ہے، ایک ندامت ہی کی ضرورت ہے، ابھی سے عزم کرو کہ کوئی گناہ نہیں کریں گے۔''

''میرے عزیزو! اپنے دل کو پاک صاف کرو، نہ اچھا پہننے کا اہتمام کرو اور نہ کسی کے مال کی طرف دیکھو، سب سے بری چیز لالچ ہے۔''

فرمایا: ''گجرات کا ایک طالب علم غریب تھا، اس کو دیگر طلبہ نے کہا کہ ''تم ہمارے برتن دھو دیا کرو، ہم تم کو پیسے دیں گے، وہ رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رویا، تو خواب میں

حضرت سلیمان علیہ السلام آئے، اس طالب علم نے مجھ سے یہ بات کہی، تو میں نے کہا: ''اب تیرے رِزق کے دروازے کھول دیے گئے ہیں، پھر اس نے کہا کہ آج صبح ڈیڑھ سو روپئے منی آرڈر کہیں سے آیا ہے، بچو! غریبوں سے مذاق نہ کرو۔''

فرمایا: ''ایک بات یاد رکھو کہ حق واجب ادا کرنے کا اہتمام کرو، آدمی دوسروں کا حق ادا نہ کرے اور صدقہ کرتا چلا جائے، تو بھائی! آخرت میں دوسروں کے حق کا مطالبہ ہوگا، لوگوں کے حقوق ادا کرنے کا اہتمام چاہیے، مدرسہ میں جو سنتے ہیں کہ فلاں کی لنگی چوری ہوگئی اور فلاں کا جوتا چلا گیا، یہ کون لینے والا ہے؟ آپ لینے والے ہیں، اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ علماء بدنام ہوں گے، علم سے لوگ برگشتہ ہوں گے، اعراض کریں گے۔''

فرمایا: ''مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے دو لفافے بنائے تھے، ایک میں صدقہ کے نام سے رکھتے تھے، اور دوسرے میں اعانت کے نام سے، میں نے بھی ایسا ہی کیا، بچو! تھوڑا ہو تو تھوڑا ہی صدقہ کرو، آخرت کے لیے ایک دو روپیہ صدقہ کرلو، ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوجائے اور تمہارے لیے نجات ہوجائے، ہماری ایک بڑی دادی تھیں، وہ زبردست سخی تھیں، ایک وقت وہ تھا کہ کھانے کو کچھ نہیں تھا، اور ایک وقت ایسا آیا کہ روپئے بھرے پڑے رہتے تھے، جو آئے اس کو تقسیم کرتی تھیں، اس لیے کہ اُن کو تنگی کا زمانہ یاد تھا۔''

فرمایا: ''ہندوستان میں عورتیں عام طور پر شوہر سے جھگڑا کرتی رہتی ہیں، پتہ نہیں عورتوں کو کیا اَدب سکھایا گیا ہے، یہی عورتیں گھر کے لیے راحت تھیں، بچو! عورت کا کمال یہی ہے کہ وہ خاوند کی پریشانی دور کرے، ہمارے گھروں میں کبھی یہ نہیں ہوتا تھا کہ مرد باہر بیٹھا ہو تو اندر سے عورت کی آواز آئے، انگریزی تعلیم نے یہ حالات بدلے ہیں، جو عورت اپنے خاوند کی قدر نہیں کرتی اس کو طلاق ہوجاتی ہے، یا وہ بیوہ ہوجاتی ہے، بچو! ادب ایسی چیز ہے کہ انسان کو اس سے آرام ملتا ہے۔''

"وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا" پر فرمایا: "جو کماؤ اس میں سے کچھ والدین کو دو، اس سے وہ خوش ہوں گے، ایک مرتبہ میرے والد صاحبؒ سہارن پور آئے، تو حضرت ناظم صاحبؒ نے بلوایا اور کہا کہ تمہارے والد آئے ہیں، ان کو کرایہ دینا اور کچھ پیسے دینا، تو میں نے کرایہ دیا اور سو روپئے دیے۔"

فرمایا: "مولوی کا پیٹ ایک ہوٹل سے نہیں بھرتا، یعنی علم کے ہوٹل سے، بچو! رات کو ایک لفظ ڈھونڈنے میں دو گھنٹے صرف ہوئے، لفظ تو مل گیا؛ مگر پیٹ نہیں بھرا، ساری کتابیں دیکھ ڈالیں، (پھر حضرتؒ نے اپنے بارے میں فرمایا) "آپ حافظؒ (حافظ ابن حجر عسقلانیؒ) کے معتقد ہیں؟ ہاں، لیکن حافظؒ سے زیادہ اپنا معتقد ہوں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل کیا ہے۔" (نصیحت کرتے ہوئے طلبہ کو فرمایا) "تمہاری عمر ہے، "بخاری" دیکھو، اس کے حواشی دیکھو، "لامع" دیکھو، تمہارے پاس جو کچھ ہو دیکھو، "لامع" دیکھو، تا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کو ثواب پہنچے۔"

فرمایا: "خواہ نرم روٹی کھالو، یا سخت کھالو، یا بھوکے رہو، یا پیٹ بھر کر کھالو، بہرحال آہستہ آہستہ اپنے گھر یعنی قبر میں جانا پڑے گا۔"

فرمایا: "یہاں ایک آدمی تھا، شراب بہت پیتا تھا، مرنے سے پہلے اس کے ناک سے دھواں نکلنے لگا، گھر والوں نے اس کی ناک پر کپڑا ڈالا، تو کپڑا جل گیا، دنیا ہی میں عذاب آگیا، ایسی چیزیں نہیں چھپانی چاہیے، بچو! گناہ بدترین چیز ہے، اس سے بچنا چاہیے۔"

فرمایا: "جو طالب علم سلیقہ مند ہوتا ہے اس کو مارا جاتا ہے، اور جو بے سلیقہ ہو اسے نہیں مارا جاتا، سعادت مند بچے استاذ کی مار پیٹ سے خوش ہوتے ہیں۔"

فرمایا: "ہم نے بڑے بزرگوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی کا عیب نہیں کھولتے تھے، خواہ

واقعی ہو یا غیر واقعی، یہی حدیث شریف سے ثابت ہے، اس پر عمل کرنا چاہیے، آج کل یہ بہت زیادہ ہو رہا ہے کہ فلاں نے یہ کیا اور فلاں نے یہ کیا، آپ کو کیا معلوم کہ فلاں نے کیا کیا؟ آپ کو کیا معلوم کہ وہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ بچو! کسی کا عیب دیکھ کر اس کی تشہیر کرنا یہ کوئی خوبی کی بات نہیں ہے، جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا قیامت کے دِن اللہ تعالیٰ اس پر پردہ رکھے گا، بچو! یہ جملہ یاد رکھو، نبی ﷺ نے کیسی تعلیم فرمائی کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن بندے کی پردہ پوشی فرمائے گا، اس پر عمل کرو، قیامت کے دِن ہر شخص پریشان ہوگا اور چاہے گا کہ پردہ ہو جائے۔''

فرمایا: ''طلبہ کے حق میں ظلم سے پرہیز کیا جائے، طلبہ اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں، قوم کی بھی امانت ہیں، انہیں سچی تعلیم دی جائے، ضرورت کے بقدر مارا جائے۔''

فرمایا: ''ایک اُستاذ تھے، میں ان کی خدمت کرتا تھا، کوئی چیز نہیں لیتا تھا، ایک مرتبہ انہوں نے کوئی دوا بنائی، اس میں پیسی ہوئی اِلا یچی ڈالی، اچھی خوش بو آتی تھی، میں نے اس میں سے تین چمچ کھائے، جب میں نے یہ بات حضرت ناظم صاحبؒ سے کہی تو فرمایا کہ ''پیسے بھی دو اور اس بات کو واضح بھی کرو کہ میں نے یہ چیز لی ہے، وہ اُستاذ دیوبند کے جلسہ میں آئے تو وہ یہاں بھی آئے تھے، تو میں نے ان کی خدمت میں پچاس روپئے یا پچاس پیسے (حضرتؒ نے جو فرمایا راقم السطور برابر سمجھ نہیں پایا) دیے اور کہا کہ ''میں نے جو آپ کا نقصان کیا ہے اس کے لیے ہے، وہ ہنسنے لگے، اللہ تعالیٰ حضرت ناظم صاحبؒ کو جزاءِ خیر دے۔''

طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''آج کل لُو چل رہی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں سایہ میں رکھا ہے، دیہات کے لوگ دھوپ میں رہتے ہیں، اور دو دو دانے چن کر تمہاری خدمت میں دیتے ہیں۔''

بچو! تم نے اکابرؒ کے بارے میں سنا ہوگا کہ وہ مہینہ میں بارہ دِن کھاتے تھے، بقیہ دن غیر اختیاری طور پر فاقہ ہوتا تھا، مجھے ایک دِن فاقہ ہوا تھا، تو میں نے اللہ تعالیٰ سے کہا: ''فاقہ برداشت نہیں ہو رہا'' اسی وقت اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا، بچو! جس ذات نے اپنی صفت رب العالمین بیان فرمائی ہے، کیا وہ ذات اپنے بندوں کو بھوکا رکھے گی؟ نہیں، بچو! دین کی خدمت کے لیے خود کو تیار کرو، روزی روٹی اللہ تعالیٰ دے گا۔''

فرمایا: ''میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ ''تکبر ہے تکبر'' بار بار کہہ رہا ہے، میں نے کہا: ''کیسا؟'' پھر صبح کو ایک شخص نے مجھے عطر ہدیہ کیا، اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ میرے پاس اس سے اچھا ہے، پھر فوراً خواب کا خیال آ گیا، تم کہتے ہو گے کہ اپنے عیب بھی بیان کرتے ہیں، ہاں بھائی! عیب بیان کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ راضی ہو جائیں۔''

فرمایا: ''بڑوں کے سامنے چھوٹوں کو نہیں چلنا چاہیے، آج کل کے طلبہ کیسے ہیں؟ کوئی اَدب نہیں، لکھنؤ کے مولانا اصغر صاحب تھے، وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں کبھی اُستاذ کے آگے نہیں چلا، اس کا ثمرہ یہ ہوا کہ میں چلتا ہوں تو طلبہ سر جھکا دیتے ہیں، آپ میں کتنا اَدب ہے؟ آپ سوچیے، اپنے اخلاق درست کرو، آدمی بنو، بچو! ادب سیکھا جاتا ہے، بغیر سیکھے کچھ نہیں آتا، میں چھوٹا تھا، کبھی اُستاذ کے برابر نہیں بیٹھتا تھا، میرے دل میں آ جاتا تھا کہ اُستاذ کے برابر میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔''

فرمایا: ''جو کام کرو اللہ کے لیے کرو، چھپروں میں بیٹھ کر پڑھاؤ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب عمارت خام تھی تو استعداد پختہ تھی، اور جب عمارت پختہ ہوئی تو استعداد خام ہو گئی۔''

فرمایا: ''جو ''اللہ، اللہ'' کے لیے آتا ہو اور علم کے لیے آتا ہو، ایسا مہمان میں پسند کرتا

ہوں۔‘‘

فرمایا:’’جہاں میں پڑھتا تھا وہاں میرا معمول تھا کہ ڈیڑھ ماہ پر گھر جاتا تھا، ایک جمعہ کے دِن ایسا ہوا کہ طلبہ نے ایک اُستاذ کے خلاف شور مچایا، جن اُستاذ کے خلاف شور مچایا میں ان کا خادم تھا، جب میں جمعہ کے دِن آیا تو ایک لڑکا میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کہیں لے جانے لگا، اور میں اس کو مار بھی نہیں سکتا تھا، اس لیے کہ میں ایک مارتا تو وہ دو مارتا، جب وہ لے جارہا تھا تو ایک طالب علم جو اس کی جماعت کا تھا، اس نے کہا:’’ارے! کہاں لے جارہا ہے؟‘‘ اس نے کچھ جواب نہیں دیا، پھر سے اس نے زور سے کہا:’’ارے! کہاں لے جارہا ہے؟‘‘ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا، بچو! آخر کیا ہوا؟ جو صاحب لے جارہے تھے انہوں نے ڈاڑھی مونڈوالی، اللہ تعالیٰ نے ان کو نہیں پڑھنے دیا، وہ نہیں پڑھ پائے، انصاری برادری کے تھے، اور جنہوں نے کہا تھا کہ’’اس کو کہاں لے جارہے ہو؟‘‘ انہوں نے مکمل تعلیم حاصل کی، اور وہ ایک مدرسہ کے مہتمم ہیں، بچو! بس یہی ہوتا ہے، اس لیے کہ انہوں نے ظلم کیا تھا، اور سن لو! جس نے بھی استاذ کی بے ادبی کی وہ کبھی نہیں پڑھ سکا۔‘‘

فرمایا:’’آج کل مسلمانوں میں عمومی فساد آگیا ہے، اس لیے اہل مدارس اور اہل تبلیغ کوشش کر رہے ہیں، اور جہاں جہاں اہل مدارس اور اہل تبلیغ کوشش کر رہے ہیں اس کے حدود تک امن رہتا ہے، اصلاح کی خوب فکر کیجیے، حالات نازک سے نازک تر ہوتے جا رہے ہیں، فرزندانِ اسلام! آپ لوگ غور کیجیے، اپنے نفس کی اصلاح کیجیے، گناہوں سے بچیے، کپڑے دھونے اور کھانے پینے میں مت لگے رہیے، اگر ایسا کریں گے تو کچھ کام نہ آئے گا، آج یا کل کے اخبار میں مسلمانوں کے بارے میں سن کر بڑی تکلیف ہوئی کہ مسلمان اِتنا گر گیا ہے کہ جس کے منہ میں جو کچھ آتا ہے کہتا ہے اور جس کے قلم پر جو آتا ہے لکھ دیتا ہے، آپ خود کی اصلاح کیجیے، اللہ تعالیٰ کے سامنے روئیے، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئے۔‘‘

ایک مرتبہ ایک طالب علم سبق میں تاخیر سے آئے، اس وقت فرمایا: ''گھنٹی کے بعد تاخیر سے آنا حرام ہے، ہاں، اگر کوئی عذرِ شرعی ہو جس نے مجبور کر دیا ہو تو کوئی حرج نہیں، مجھے یاد ہے کہ میں نسائی شریف کی عبارت پڑھ رہا تھا، بڑے زور سے استنجا کا تقاضہ ہوا، میں نے دل میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! اس وقت تقاضہ ختم فرما دے، اللہ تعالیٰ نے تقاضہ ختم فرما دیا، میں ٹی. بی. کا مریض تھا، جب عبارت پڑھتا تو بعض اوقات ایسا لگتا کہ سینہ پھٹ جائے گا؛ لیکن میں نے سوچا کہ جو ہونا ہوگا وہ ہوگا، خواہ مر جاؤں؛ مگر عبارت پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔''

فرمایا: ''جو شخص حرام کو حلال سمجھ کر کھائے گا وہ پکا کافر ہے، یہ بات یاد رکھئے کہ نبی ﷺ سے جس قدر محبت ہوگی اتنا ہی آدمی کفر و معصیت سے دور بھاگے گا، مولوی ہو جانا کوئی کمال نہیں، آدمی مولوی ہو جاتا ہے، پھر بھی حرام کھاتا ہے اور کفر بکتا ہے۔''

فرمایا: ''جب میں پہلی بار ۱۳۹۹ھ میں حج کو گیا تھا، تو باغِ سلمان کی لکڑی لے آیا تھا، اس کے بعد توڑ پھوڑ شروع ہوگئی۔''

فرمایا: ''بچو! تجربہ یہ ہے کہ نماز کا اہتمام کرنے سے کام میں برکت ہوتی ہے، نماز کا اہتمام کرو، مجھے نہ دیکھو، میں تو اب محتاج ہو گیا ہوں، پانچ قدم استنجا کے لیے چلنا ہو تو دو بچوں کے سہارے جاتا ہوں۔''

فرمایا: ''حضراتِ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے دین پر اپنی جان نثار کرنے والے تھے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دین پر اپنی جان قربان کر دی، اپنے گھروں کو چھوڑ دیا، وطن چھوڑ دیا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے زمانے میں بھوپال کے رہنے والے ایک انجینئر تھے، دین کی خدمت کے لیے ایک بستی میں جا کر رہنے لگے، وہ لوگوں کو کھلاتے تھے اور خود جنگل میں جا کر نرم نرم گھاس توڑ کر کھاتے تھے۔''

7

’’طلبہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’دیکھو صاحبو! آوارگی اختیار کرنے سے کچھ نہیں آتا، یہ فن ادب چاہتا ہے، محبت چاہتا ہے، جو اس نیت سے نہیں آتا اسے کچھ نہیں ملتا، اسی لیے تین سو کے قریب طلبہ فارغ ہو کر جاتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے، میں ایک مرتبہ سوار ہو کر آرہا تھا، اور ایک استاذ سوار ہو کر آرہے تھے، وہ میرے اُستاذ نہیں تھے، پھر بھی میرے دل نے گوارا نہیں کیا کہ ایک اُستاذ سوار ہو کر آرہے ہوں اور میں بھی سوار ہو کر آؤں، میں اُتر گیا، وہ چلے گئے، پھر میں سوار ہو گیا، تم میں ہے ایسا کوئی طالب علم؟ بچو! پہلے ایسا تھا کہ اساتذہ کو دیکھ کر طلبہ ازراہِ اکرام ایک طرف ہو جاتے۔‘‘

فرمایا: ’’ہم تو پانچ پانچ کتابیں ایک ساتھ اٹھا کر لے جاتے تھے، جو طلبہ پانچ پانچ کتابیں لے کر آتے تھے وہ آج پڑھا رہے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’جب خاتمہ باخیر مقدّر ہوتا ہے تو آدمی پر اچھے اچھے اَحوال طاری ہو جاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! رِیال کما کے کیا ہوگا؟ آدمی پیسوں سے حج نہیں کرتا، اور نہ عمرہ کرتا ہے، خبردار! کہیں پیسوں کے لیے مدرّسی نہ کرنا۔‘‘

فرمایا: ’’آپ ﷺ نے کبھی اپنی مدح نہیں کی، اور اگر کوئی آپ کی مدح کرتا تو آپ ﷺ ناپسندیدگی کا اِظہار فرماتے تھے، بچو! اگر مدرّس سے کوئی خیر وخوبی کی بات نکلے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اِترانا نہیں چاہیے، کیا پتہ؟ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتا ہے یا نہیں؟‘‘

فرمایا: ’’جوانی کی عمر میں قرآن پڑھو، اگر میری عمر کے ہو جاؤ گے تو کچھ نہیں کر سکو گے، اس عمر کو پہنچنے کے بعد کچھ نہیں کر سکو گے یا تو مر جاؤ گے، بچو! تہجد پڑھو، بڑی اچھی نماز ہے، اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملتا ہے، اس سے ان کی رضاءِ مستقل ملتی ہے، میں نے تو کچھ

نہیں کیا، تم ہی کر جاؤ اور آگے بڑھ جاؤ۔"

دو طالب علم دارالحدیث میں باتیں کر رہے تھے، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا: "ارے احمقو! کیا حدیث شریف سے بہتر بھی کوئی کلام ہے؟ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ دن کبھی نصیب نہیں ہوں گے، میں پہلی مرتبہ جب حدیث شریف پڑھنے لگا تو کونے میں بیٹھ کر بہت رویا تھا، کیوں کہ مجھے ٹی. بی. کی بیماری تھی، مجھے پتہ نہیں تھا کہ میں زندہ بھی رہوں گا یا نہیں؟ اس لیے میں طلبہ سے کہتا پھرتا تھا کہ میرے لیے دعا کرنا، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کو خط لکھا، تو سب سے زیادہ تسلی بھرا خط ان کا آیا، بچو! اس وقت کو غنیمت جانو، باتیں نہ کرو، دوستی نہ کرو، نبی ﷺ کو چھوڑ کر غیر نبی سے کیا دوستی کرنا؟ بہت ڈرنا چاہیے، یہ دِن پھر نصیب نہیں ہوں گے، بچو! میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے ہیں جو دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد بھی ڈاڑھیاں مونڈواتے ہیں۔"

فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو زہر سے بھی فائدہ پہنچاتے ہیں، ایک صاحب کو طاعون کی بیماری لگ گئی، وہ ڈاکٹر کے پاس گئے، تاکہ دوالیں، ڈاکٹر نے بجائے دوا کے زہر دے دیا، جب وہ واپس آرہے تھے تو راستے میں بے ہوش ہو گئے، گھر آئے اور بیوی کو اشارہ کیا کہ وہ دوا پلا دے، بیوی نے کھول کر زہر پلا دیا، جس سے ان کو دست آنا شروع ہو گئے، پھر ایک دِن اسی طرح رہا اور وہ ٹھیک ہو گئے، بچو! جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں تو زہر سے بھی فائدہ پہنچاتے ہیں۔"

فرمایا: "ہمارے حجرے میں پانچ آدمی تھے، ناشتہ کرتے، کھانا پکاتے اور کھاتے تھے، جب وہ پکاتے اور کھاتے تو میں باہر چلا جاتا، کبھی ان کے کھانے کی طرف نہیں دیکھتا تھا اور نہ ان کی ہیئت کی طرف دیکھتا، یہ سب حافظ شبیر صاحبؒ کا کمال ہے کہ انہوں نے اَدب سکھایا تھا، جو سینکڑوں بار فرمایا کرتے کہ کسی چیز کی طرف نہ دیکھو۔"

7

فرمایا: ’’پہلے زمانے کے لوگ اچھے تھے، چھوٹے بچوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا، اب تو چھوٹے بچوں کا اِغوا کر لیتے ہیں، یہ بچوں کو اِغوا کرنا یہودیوں نے سکھایا ہے، پہلے انڈیا کی تاریخ صاف تھی، پہلے بچوں کو کوئی نہیں چھیڑتا تھا، انسانیت رُخصت ہوگئی ہے، یہ سب چند پیسوں کے لیے ایسا کام کرتے ہیں، ارے بھائی! چند پیسوں میں کیا پڑا ہے؟‘‘

فرمایا: ’’غربت کی وجہ سے ابّاؒ کہا کرتے تھے کہ تو کپڑا سینا سیکھ لے، یا کوئی اور کام سیکھ لے، ہمارے گاؤں کے کمال صاحبؒ تھے، انہوں نے ابّاؒ سے کہا کہ یونس کو بنارس لنچا کھینچنے کے لیے بھیج دو، ابّاؒ نے کہا کہ یہ اس کے بس کا کام نہیں ہے، میرے مولیٰ نے کرم کیا، میں سوچتا ہوں کہ ایک انسان لنچا کھینچنے کے لیے تیار کیا جاتا تھا اُسے مالک نے کہاں بٹھایا ہے، بچو! جو مقدّر ہوگا وہ ہو کر رہے گا، بچو! دین کی خدمت کرو۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! تقویٰ نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب حالات آتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’جو شخص حریص ہوتا ہے اس کے اندر بے شرمی ہوتی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے گاؤں کے بڑے لوگ تھے وہ میرا خیال رکھتے تھے، سب جا چکے، سب کو جانا ہے، تم کو بھی جانا ہے، کوئی دنیا میں دوامی زندگی لے کر نہیں آیا، اس لیے بچو! آخرت کی فکر کرو۔‘‘

فرمایا: ’’اہل عرب کمزور ہو گئے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے اپنے سلف کے طریقوں کو چھوڑ دیا ہے۔‘‘

سبق میں بعض طلبہ نہیں آئے تھے، جس کا احساس حضرتؒ کو ہو گیا تھا، اس وقت فرمایا: ’’آپ لوگ جتنی آوارگی کرتے ہو، سب ظاہر ہے، صبح کے سبق میں آپ میں سے کتنے لوگ نہیں آتے، بچو! اس سے دین بھی برباد ہوگا اور دنیا بھی برباد ہوگی، سنو! نبی ﷺ سے اعراض کبھی اچھے نتائج نہیں لا سکتا، اور نبی ﷺ پر فدا ہونا اچھے نتائج لائے گا، میں اپنی بات

سنا تا ہوں، میں ٹی. بی. کا مریض تھا، میرے پاس پیسے نہیں تھے کہ علاج کراؤں، مگر پھر بھی سبق میں حاضر ہوتا تھا، یہ طے کرلیا تھا کہ اب تو مرنا ہی ہے، لاؤ پڑھ لوں، ایک مرتبہ میں سیڑھی پر سے پانچ کتابیں لے کر آرہا تھا، میں ناشتہ نہیں کرتا تھا اور بیمار بھی رہتا تھا، سانس پھول گیا اور چلنے کی طاقت نہیں رہی، ایک لڑکا آیا، اس نے کہا کہ ''لاؤ، کتابیں میں لے جاؤں،'' میں نے کہا: ''یہ حدیث شریف کی کتابیں ہیں، میں آپ کو نہیں دوں گا، میں خود لے جاؤں گا،'' بچو! جب تک مجھ میں طاقت رہی میں خود ہی کتابیں لاتا تھا، اب تو میں اس حالت میں ہوں کہ خود میرا وجود مجھ پر بھاری ہے، بچو! قدر کرو، جو اپنے نبی ﷺ کی قدر کرے گا اس کی قدر ہوگی، جو حدیث شریف کی ناقدری کرتا ہے اس کا کرتہ اور پائجامہ اُتر جاتا ہے اور وہ شرٹ پتلون پر آجاتا ہے، جدّہ میں دیوبند کے ایک فارغ ملے، جو ڈاڑھی مونڈے ہوئے تھے، پتلون اور شرٹ پہنے ہوئے تھے، انہوں نے مجھ سے اپنا تعاف کروایا، میں نے کہا: ''حدیث شریف پڑھ کر آپ مجھ سے تعارف کروا رہے ہیں، ارے میاں! کہیں مکتب پڑھانے بیٹھ جاتے،'' بچو! بہت ہی غم ہوتا ہے، تمہیں اِتنا سمجھایا پھر بھی تم میں عمل کرنے کا جوش نہیں اُٹھا۔''

فرمایا: ''میں حاضری نہیں لیتا، اگر حاضری لی جائے تو پھر آپ کا آنا نبی ﷺ کے لیے ہوگا یا حاضری کے لیے؟ پھر تم میں اور کالج کے طلبہ میں کیا فرق رہے گا؟ میرے عزیزو! کالج کے طلبہ حاضری کے لیے آتے ہیں، تم تو نبی ﷺ کی حدیث پڑھنے کے لیے آتے ہو، میں گارنٹی کے ساتھ کہتا ہوں کہ جنہوں نے حدیث شریف کا ادب نہیں کیا ان کی عاقبت برباد ہوجائے گی، اور وہ دنیا میں بھی کبھی عزت نہیں پائیں گے، بچو! حدیث شریف کا تعلق سرکارِ دو عالم ﷺ سے ہے، روزانہ کیا کہنا؟ سال کا اخیری مہینہ ہے، تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے، قدر کر لو۔''

فرمایا: ''تقویٰ ایسی بنیادی چیز ہے جس سے انسان کا دل مضبوط ہوتا ہے اور رحمٰن

کی طرف سے فضل ہوتا ہے۔''

''دیکھو بچو! تمہاری کتنی حدیثیں چھوٹتی ہیں؟ میری دو تین حدیثیں چھوٹی ہیں، میں ظہر کے بعد فوراً درسگاہ چلا جاتا اور عصر تک بیٹھا رہتا، بچو! جو لوگ آزادی اختیار کرتے ہیں ان کے نام و نشان مٹ جاتے ہیں، ایسے طلبہ کو کوئی نہیں جانتا، ایک دِن ہمارے استاذ نے فرمایا کہ ''جو لوگ میرے سبق میں حاضر نہیں ہوتے وہ مکتب پڑھائیں گے،'' میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو حاضر ہوں گے وہ کتابیں پڑھائیں گے، بچو! جو لوگ سبق میں حاضر رہتے تھے ان میں آج جلالین سے نیچے کوئی نہیں پڑھاتا، جو طلبہ سبق چھوڑ دیتے ہیں، حدیث چھوڑ دیتے ہیں انہیں کچھ نہیں ملتا، وہ اپنا سب کچھ ضائع کرتے ہیں۔''

فرمایا: ''جہاں تک ہو سکے گندگی سے دور رہنا چاہیے، اسی کے ذریعہ شیطان سے تحفظ رہتا ہے۔''

فرمایا: ''میری والدہ کا نام ''عمدۃ النساء'' تھا، والدہ ''دِتّن'' کے نام سے مشہور تھیں۔''

فرمایا: ''مجھے بچپن ہی سے لوگوں کو جنتی بنانے کی بڑی فکر تھی، کیسے؟ میں توبہ کراتا تھا اور اچھی اچھی باتیں بیان کرتا تھا، یہاں ایک صاحب تھے، جو بہت غریب تھے، وہ مکہ جانے کا ذکر کرتے رہتے، ان کے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ شخص غریب ہے، مکہ کیسے جائیں گے؟ مجھے یہ سن کر بڑی تکلیف ہوئی، میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! ان کو مکہ بھیج دے، وہ مکہ گئے، ان کے سر میں درد ہو گیا، مجھے اطلاع ملی، میں بہت خوش ہو گیا کہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ وہیں انتقال کر گئے اور جنت المعلّٰی میں مدفون ہوئے، مجھے بڑی خوشی ہوئی، اس لیے کہ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ کے یہاں دستر خوان لگتا تھا اس وقت میں دُبلا پتلا تھا، جب میں جاتا تو وہ کہتے: ''آؤ مولوی صاحب!'' پھر وہ

تھوڑی سی جگہ کرتے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ ان کا بہت خیال فرماتے تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کبھی ان کو ایک شامی کباب دیتے تھے تو وہ مجھے اس میں سے آدھا دے دیتے تھے، تو کیا میں ایسے محسن کو بھول جاؤں گا؟ میں اپنے محسن کو نہیں بھولتا، جب تک زندہ ہوں تب تک احسان نہیں بھولوں گا، بچو! میری عادت یہی ہے کہ جو مجھ پر احسان کرتا ہے ان کو میں نہیں بھولتا۔''

فرمایا: ''جو شخص میرے یہاں بغیر دل کے آتا ہے اس سے میرا دِل نہیں لگتا۔''

فرمایا: ''میں اساتذہ سے بہت محبت کرتا تھا، محبت رہنمائی کرتی ہے، محبت عجیب چیز ہے، میں جس کی خدمت کرتا تھا دل سے کرتا تھا، اساتذہ کی خدمت ہی سے کام چلا۔''

فرمایا: ''بچو! عزت کہیں نسب سے ملتی ہے؟ وہ تو اللہ تعالیٰ کے دینے سے ملتی ہے، کتنے مالدار لوگ تھے ان کے نام مٹ گئے اور کتنے غلاموں کی اولاد ہیں ان سے حدیثیں ملتی ہیں، ان کے نام باقی ہیں۔''

فرمایا: ''مہمان وہ شخص ہے جو تمہاری زیارت کے لیے آئے، ایک طالب علم نے بڑے مولانا سے پوچھا کہ ''مہمان کسے کہتے ہیں؟'' جواب دیا کہ ''آدمی جس کو مہمان سمجھے۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے انسان کو فصیح زبان دی ہے، اس کا شکر ادا کرنا چاہیے۔''

فرمایا: ''ہمارے ایک ساتھی بڑے ذہین تھے، انہوں نے اپنے بچے کو انگریزی پڑھایا، ان کا انتقال ہو گیا، بچو! دین پڑھ کر انسان کو اپنے والدین کا خیال آتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ کہ لوگ وکیل بنیں، ڈاکٹر بنیں تقویٰ کے ساتھ، ایمان کے ساتھ، آپ پہلے ان کے عقائد صحیح کروایئے، قرآن پڑھوایئے، اس کے بعد انگریزی تعلیم دو، تو کوئی حرج نہیں۔''

فرمایا: ''دنیا میں مکہ اور مدینہ کی کوئی مثال نہیں، وہ تو سب کو اچھے لگتے ہیں، اُن کے

بعد ہر ایک کو اپنا وطن اچھا لگتا ہے۔ بس بچو! یہ دنیا کیا ہے؟ ہنگامہ گاہ ہے۔''

فرمایا: ''میں نے اپنے استاذ مولانا اسماعیل صاحبؒ کو مرنے کے بعد یکھا کہ ان کا چہرا مسکرا رہا ہے، سینکڑوں نے مشاہدہ کیا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، بچو! کیوں ایسا ہوا؟ وہ مطبخ کے ملازم تھے، ہر وقت قرآن پڑھتے تھے۔''

فرمایا: ''کسی پر عیب نہ لگاؤ، پتہ نہیں کہ کون کیسا ہے؟''

دو تین طالب علم سبق کے دوران اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے، اس پر فرمایا: ''ارے بچو! سبق ہو رہا ہے، تم اِدھر اُدھر دیکھ رہے ہو، حدیث سامنے موجود ہے اور تم غیر حدیث کی طرف متوجہ ہو؟ اپنی آخرت بچاؤ، ورنہ اپنا انجام سوچو۔''

فرمایا: ''ایک سید میرے پاس آئے، ضرورت مند تھے، انہوں نے پیسے مانگے، میں نے کہا کہ میں تو طالب علم ہوں، پھر مجھے پتہ چلا کہ وہ سید ہیں، میں نے ان کو کچھ پیسے دیے، بچو! میں تو حضور ﷺ کے صدقہ میں کھا رہا ہوں۔''

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ''بچو! اگر مجھے وہم ہو جائے تو معاف کر دینا اور یہ سمجھ لینا کہ بوڑھا آدمی ہے، بھول ہو جاتی ہے۔''

فرمایا: ''دخولِ کعبہ حسنات میں سے ہے، بشرطیکہ ظلم نہ ہو، رِشوت نہ دینی پڑتی ہو، ہمارے بڑے دنیا سے چلے گئے، کعبہ میں نہ حضرت شیخؒ گئے، نہ حضرت ناظم صاحبؒ، نہ حضرت خواجہ صاحب گئےؒ، نہ حضرت سہروردیؒ گئے، نہ مجدد الف ثانیؒ گئے اور نہ امام بخاریؒ گئے۔''

فرمایا: ''میں غریب تھا، مجھے غریبوں سے دوستی تھی، غریب اگر دو لقمے بھی کھلا لے گا تو خوش ہوگا، احسان نہیں رکھے گا، مولوی اطہر اور مولوی یامین سے میری دوستی تھی، کبھی کبھی میں، مولوی اطہر اور مولوی یامین ربڑی کھانے جاتے تھے، مولوی اطہر اور مولوی یامین پیسے

دیتے تھے، انہوں نے ایک دِن مجھے پکڑا کہ تجھے پیسے دینے پڑیں گے، میں چپکے سے مسجد میں چلا گیا، یہ دونوں مجھے ڈھونڈتے ہوئے آئے تو میں بھاگ گیا، مولوی اطہر نے مجھے بعد میں کہا کہ ''تو کیوں بھاگا تھا؟'' میں نے کہا کہ ''پیسے نہیں تھے،'' بچو! یہ لوگ پیسے دیتے تھے، میں پیسے نہیں دیتا تھا، میں تو غریب تھا، کہاں سے لاتا؟''

فرمایا: ''نیت خراب ہو تو عمل بھی خراب ہوتا ہے، اگر تھپڑ اصلاح کی نیت سے مارو تو اگرچہ صورۃً وہ مار ہے؛ مگر معنیً تہذیب ہے، پرانے بزرگوں کے یہاں اصول تھا کہ وہ مارتے تھے تو صرف اصلاح کے لیے، اب لوگ مارتے ہیں غضب اُتارنے کے لیے، رُعب پیدا کرنے کے لیے، پہلے اساتذہ چاہتے تھے کہ بچے سنور جائیں، اب ایسا کون چاہتا ہے؟ الا ماشاءاللہ۔''

فرمایا: ''بچو! اگر تمہیں پڑھانے کا موقع ملے تو نیک نیتی سے پڑھاؤ، روزی روٹی کے لیے نہیں، روزی روٹی مقدّر سے ملے گی، اگر تعلیم مقصود ہو تو چار سو روپئے زیادہ ہیں، اگر پیسے مقصود ہوں تو جہاں چاہے جاؤ، کسی عرب کا مشہور مقولہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے کھانے کی لذّت فقراء کے کھانے میں ڈال دی ہے۔'' ڈاکٹر کا کھانا کھاؤ تو کچھ نہیں؛ لیکن ملاّ کا کھانا کھاؤ تو لذّت آتی ہے۔''

فرمایا: ''بچو! اچھے کام کر جاؤ، تاکہ تمہیں کوئی یاد کرے اور یہ کہے کہ ''اے اللہ! اس کی مغفرت فرمادے،'' بچو! کسی کو حقیر نہ جانو کہ فلاں کی دعا سے کیا ہوگا؟ کیا پتہ؟ کس کی دعا قبول ہو جائے؟''

فرمایا: ''جماعت سے نماز پڑھو، مسجد میں نماز پڑھو، بچو! جب یہ حضرت بریدہ اسلمیؓ والی حدیث پڑھی تھی کہ ''جو لوگ رات کی تاریکی میں مسجد جاتے ہیں ان کو قیامت کے دِن نورِ تام کی بشارت دے دو۔''

عَـنْ بُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:" بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِيْ الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ." (رواه الترمذی : ۵۳)

اس وقت ہم رات کی تاریکی میں مسجد جاتے تھے اور نوافل پڑھتے تھے، جب بھی یہ حدیث شریف پڑھتے تھے تو بہت خوش ہوتے تھے، اب پتہ نہیں کونسے گناہ کی وجہ سے مسجد کی جماعت سے محروم کردیا گیا ہوں۔'' (یہ فرما کر حضرتؒ رونے لگے)۔

فرمایا: ''حدیث شریف کو محبت سے پڑھو، اس کے اثرات اپنے اندر جذب کرو، ایک دِن حضرت شیخ رحمہ اللہ بہت بیمار تھے، ان کے تلامذہ اور متعلقین حضرتؒ کے پاس موجود تھے، میرا سنت پر عمل کرنے کا ارادہ ہوا، میں نے حضرتؒ کے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا، تو حضرتؒ نے آنکھ کھولی اور میری طرف دیکھ کر کہا کہ ''یہ سنت پر عمل کرنے کے لیے کررہا ہے، مجھے سنت سب سے زیادہ پسند ہے، محبوب ہے، میں سنت کی وجہ سے ان شاءاللہ ثم ان شاءاللہ ثم ان شاء اللہ ساری دنیا کو چھوڑ دوں گا۔'' بچو! سنور جاؤ، نبوّت کے آداب لے کر جاؤ۔''

فرمایا: ''بچو! میں جب دائیں کروٹ سے بائیں کروٹ لیٹتا ہوں تو حدیث شریف یاد آتی ہے اور جی کہتا ہے کہ تجھے حدیث یاد ہے اور تو بائیں کروٹ لیٹتا ہے؟ پھر میں دائیں کروٹ لیٹ جاتا ہوں، مگر جب تھک جاتا ہوں تو پھر تاویل کرتا ہوں کہ اب تیرے لیے بائیں کروٹ لیٹنا جائز ہے۔''

ایک مرتبہ مجلس میں فرمایا: ''شادی کے بعد بدنظری فسادِ قلب کی علامت ہے۔''

ایک مرتبہ احقر نے حضرتؒ سے دریافت کیا کہ ''قوتِ حافظہ کے لیے کوئی دعا ہے؟'' حضرتؒ نے جواب دیا: ''اگر کوئی دعا ہوتی سارے ہی لوگ امام بخاری بن جاتے۔'' پھر کچھ توقف کے بعد ارشاد فرمایا: ''تقویٰ اختیار کرو اور گناہوں سے بچو۔'' پھر احقر نے اور ایک سوال کیا کہ ''حضرت! مطالعہ کرتا ہوں تو یاد نہیں رہتا،'' فرمایا: ''کس کو یاد رہتا ہے؟ اس کو

بار بار پڑھو۔''

فرمایا:''غلام قادیانی بالکل احمق تھا، کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا،صرف دنیا حاصل کرنے کے لیے نبی بنا تھا۔''

فرمایا:''بچو!تم جوان ہو،اپنی نگاہ کو بری جگہ استعمال ہونے سے بچاؤ،اپنی آنکھوں کو اچھی جگہ استعمال کرو،اللہ تعالیٰ نے جہاں دیکھنے سے منع فرمایا ہے اس سے رُک جاؤ،کل ایک بچہ آیا،اس نے کہا کہ''بدنظری ہو جاتی ہے،''میں نے کہا:''ارے بچے!یہ عمل اختیاری ہے،جیسے آپ اپنے اختیار سے دیکھتے ہیں،ویسے ہی آپ اپنے اختیار سے بچ بھی سکتے ہیں،بچو!اپنے آپ کو سنوارنے کی کوشش کرو۔''

فرمایا:''ایک صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ''کونسا پائجامہ سنت ہے؟''میں نے کہا:''جو ٹخنوں کے اوپر ہو اور ساتر بدن ہو۔''

دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کو سالانہ سے کچھ دنوں پہلے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:''بچو!اب تم جا رہے ہو،اخلاص سے دین کی خدمت کرنا،اگر فاقہ ہو جائے تو برداشت کر لینا،بچو!اگر اللہ تعالیٰ کے لیے فاقہ برداشت کر لو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک وقت کی روٹی میں برکت عطا فرمائیں گے۔''

فرمایا:''ایک دِن کا لطیفہ ہے،ہمارے والد صاحبؒ آسمان دیکھ کر اذان سے پہلے سب سے پہلے ہی افطار کرتے تھے،ایک دِن بہت ہی سخت بارش ہوئی،سب لوگ مسجد میں پہنچ گئے اور سب نے اتفاق کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے،تو سب نے روزہ افطار کر لیا اور اذان بھی ہو گئی،لیکن والد صاحبؒ نے افطار نہیں کیا،کہ کچھ دیر انتظار کر لوں،کچھ دیر بعد بادل ہٹے اور سورج نے اپنی مونچھیں نکالیں،دادا نے بھی افطار کر لیا تھا،یہ قصہ جو سنا رہا ہوں اس وقت کا ہے جب میں نے روزہ رکھنا شروع کر دیا تھا۔''

فرمایا: ''افطار میں کوئی چیز لازم نہیں ہے، جو چیز موجود ہو آدمی اُسی سے افطار کر لے، میں جب تمہاری عمر کا تھا تو جیب میں روٹی کا ٹکرا لے کر جاتا، جب اذان ہوتی تو روٹی نکال کر کھاتا اور پانی پی لیتا۔'' (دورۂ حدیث شریف کے طلبہ کو یہ فرمایا تھا)۔

فرمایا: ''حضرت شیخ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ''اگر کسی کو یومِ عرفہ کے روزے کی توفیق ہو جائے تو یہ علامت ہے کہ وہ آئندہ سال زندہ رہے گا، یہ حضرتؒ کا استنباط تھا۔''

فرمایا: ''میرے حجرے میں ایسے ہی بچے سوئیں جو تہجد پڑھتے ہوں، یہ شرط ہے۔''

فرمایا: ''پہلے جب میں کتابیں خریدتا تھا تو کسی کو پیسے نہیں دیتا تھا، حتیٰ کہ ایک روپیہ بھی نہیں دیتا تھا، لیکن اب دے دیتا ہوں، کیوں کہ بوڑھا ہو گیا ہوں، بچو! اپنے ساتھیوں کی خفیہ طور پر مدد کر دیا کرو، جون پور کے ایک صاحب تھے، وہ غریبوں کی خوب مدد کیا کرتے تھے، وہ جس شہر میں رہتے تھے وہاں ان کی مقبولیت بھی بہت تھی، جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے جنازے میں تقریباً تیس ہزار لوگ شریک ہوئے تھے، بچو! موت تو سب ہی کو لے جاتی ہے۔''

فرمایا: ''ہدیہ اسی کا لیا جاتا ہے جو دے کر اسے یاد نہ کرے۔''

فرمایا: ''حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے گھر میں سخاوت بہت تھی، ایک مرتبہ حضرتؒ کے گھرانہ کی لڑکی گھر سے کپڑا پہن کر آئی، تو ایک عورت نے کہا کہ ''کپڑا اچھا لگتا ہے،'' فوراً گھر جا کر کپڑا نکال دیا، دوسرا کپڑا پہنا اور وہ کپڑا اس عورت کو دے دیا۔''

فرمایا: ''ہمارے اکابر کتابوں کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ بخاری پر نسائی نہیں رکھتے تھے، ویسے تو میں بھی نہیں رکھتا ہوں، لیکن کتاب کھول کر دیکھنی پڑتی ہے، اس لیے رکھتا ہوں۔''

فرمایا: ''ایک ڈر ہوتا ہے اُستاذ کا، اور ایک ڈر ہوتا ہے علم کا، دوسرا ڈر مفید ہے، علم کا

ڈر یہ ہے کہ غیر حاضری ہوگی تو میرا مسئلہ چھوٹ جائے گا، میری علمی بات بیچ سے چھوٹ جائے گی، یہ خوف ہونا چاہیے، اگر اُستاذ کا خوف ہوتو وہ کب تک چلے گا؟''

فرمایا: ''جو حدیث شریف سے محبت کرتا ہے مجھے اس سے تعلق ہو ہی جاتا ہے۔''

طلبۂ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''آپ لوگ لیلیٰ مجنون کے قصے پڑھ کر اپنے دِماغ کو خراب نہ کریں، بلکہ نبی ﷺ کی سیرت پڑھیں، صحابہؓ کے قصے پڑھیں اور ''فتوح الشام'' پڑھیں۔''

فرمایا: ''جب لوگ نبی ﷺ کی اتباع کو چھوڑ دیتے ہیں تو چاروں طرف سے ذلتیں آتی ہیں، نبی کے قول وفعل کے مطابق عمل کرو۔''

آج کل طلبہ زیادہ طور پر بننے سنورنے میں پڑے ہیں، اس پر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''ہمارے زمانے میں جو طلبہ پڑھتے تھے وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے، مونڈھے پر دس دس پیوند ہوتے تھے، ہم نے یہاں سہارن پور میں آکر دیکھا کہ لوگ بننے سنورنے میں پڑے ہیں، بچو! جس کو اللہ تعالیٰ ظاہری جمال دیتے ہیں وہ پرانے کپڑوں میں بھی اچھا لگتا ہے، جب یہ چیز غیر اختیاری ہے تو پھر اس کے پیچھے کیوں پڑے ہو؟ بچو! اچھا پہنو اور کھاؤ؛ مگر ماں باپ کو تنگ مت کرو۔''

فرمایا: ''جب آدمی کلمۂ طیبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی باتیں مانتا ہے، بچو! ہم سب اسلام کے فرزند ہیں، ہم محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں، ہم سو فی صد ایمان کا اقرار کرتے ہیں، ہم ان کی خدمت کرتے ہیں، جو شخص محمد ﷺ کے دین کی خدمت نہیں کرے گا وہ محمد ﷺ والا کیسے ہوگا؟''

فرمایا: ''بدعتی شور وشغب جانتے ہیں، اور کچھ نہیں، ایک بدعتی پیر صاحب کسی علاقہ

میں گئے، وہاں کسی مولوی صاحب کو اپنا معتقد کرلیا، ایک دِن لوگوں نے کہا کہ پیر صاحب تقریر کریں گے، بعض لوگوں نے کہا کہ پیر صاحب بولتے نہیں ہیں، لیکن لوگوں نے اصرار کیا کہ تقریر سننی ہے، تو مولوی صاحب نے پیر صاحب سے کہا کہ آپ صرف ''قُل'' کہہ دینا، میں آگے سنبھال لوں گا، پیر صاحب تقریر کے لیے بیٹھے تو بجائے ''قُل'' کے ''پُل'' کہہ دیا، بس اِتنا کہا ہی تھا کہ مولوی صاحب کھڑے ہو گئے اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ ''ہمارے پیر صاب نے ایک بڑے عنوان کی طرف توجہ دِلائی ہے، یعنی پل صراط کی طرف،'' بچو! آج کل کچھ پیر ایسے ہی ہیں جو غریبوں کا کھانا کھاتے ہیں، جب کہ ہمارے اکابر نے صاف صاف باتیں سنائی ہیں، بچو! آدمی کو بہت زور دکھانے کے لیے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے، میں خود تقریر نہیں جانتا، خواہ مخواہ اپنی بڑائی کے لیے جھوٹ کیوں بولوں؟ کتنے طلبہ ہیں جو مجھ سے اچھی تقریر کر لیتے ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرتؒ سبق میں تشریف لائے تو مسند پر بیٹھتے ہی فرمایا: ''بچو! حدیث شریف کی قدر کرو، آج جو قدر کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے کام لے گا، بچو! رسول ﷺ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے، رسول ﷺ جو کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے لے کر کہتے ہیں، اس لیے بچو! اَدب کرو، اِکرام کرو، حدیث کا احترام سب سے زیادہ کرو، جب آدمی میں یہ سب چیزیں ہوں تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''میں نے کبھی کسی سے حسد نہیں کیا، ایک مرتبہ مجھے ایک پرچہ ملا، اس میں دو باتیں لکھی ہوئی تھیں، کہ جو شخص کسی پر حسد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے جنگ کرتا ہے، میں نے اسی وقت سے حسد چھوڑ دیا، میں اپنی مدح نہیں کرتا ہوں۔''

فرمایا: ''بچو! میں ہدایت کرتا ہوں کہ اگر اپنے علاقہ میں دین کی خدمت کے لیے ایک وقت بھوکا بھی رہنا پڑے تو رہو، ایک وقت کھا لو، اللہ تعالیٰ اس میں برکت دیتا ہے،

برکت بڑی عجیب چیز ہے، میں نے آپ لوگوں کو بتایا تھا کہ مولانا ضیاء الحق صاحب نے دعوت کی تھی، باجرہ کی ایک روٹی تھی اور تھوڑا سا سالن، میں اور ایک ساتھی تھے، میں نے اپنے جی میں کہا کہ پیٹ کیسے بھرے گا؟ بچو! اللہ تعالیٰ نے پیٹ بھر دیا۔''

''بچو! اللہ کے دین کے لیے خود کو تیار کرو، وہ زمانہ زیادہ دور نہیں ہے، کہ پیسوں کی بہتات ختم ہو جائے گی، پھر مدرسہ والے پریشان ہوں گے، اور جو اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہوں گے وہ رہیں گے، اور جو اَتھو نَتھو ہوں گے وہ بھاگ جائیں گے، بچو! ہمارے اکثر اساتذہ کے یہاں آخری ہفتہ میں فاقہ رہتا تھا۔''

فرمایا: ''مجھے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا ایک جملہ خوب یاد ہے کہ ''کھانا کھاوے تو کھاوے ورنہ جاوے۔'' ہاں، بچوں کا استثنا ہے۔'' (اس لیے کہ حضرت شیخ زکریا صاحبؒ کسی کو کھانے پر زیادہ اِصرار نہیں فرماتے تھے)۔از: محمد جابر عفی عنہٗ۔

فرمایا: ''ماں باپ بچے کو تہذیب سکھاتے ہیں تو بچے آگے بڑھتے ہیں اور تہذیب یافتہ ہوتے ہیں، ہمارے گھروں کی عورتیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکتی تھیں، ایک دفعہ میری نانی نے مجھ سے کوئی بات پوچھی، تو میں نے سر ہلا کر جواب دیا، نانی نے کہا: ''تجھے اِتنا بڑا سر ہلانا آتا ہے اور چھوٹی سی زبان نہیں ہلا سکتا؟'' ہاں، بچو! کبھی کسی مصلحت کی بنا پر اشارہ سے جواب دیا جا سکتا ہے۔''

فرمایا: ''بڑے بھی انسان ہیں، ان سے بھی غلطی ہوتی ہے؛ لیکن آدمی کا کمال یہ نہیں ہے کہ بڑوں کی غلطی پر شور مچائے۔''

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا: ''نبی ﷺ کو چھوڑ کر یار دوستوں میں لگنا اپنی عاقبت کو برباد کرنا ہے، حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ معصیت کا اِتنا اثر نہیں ہوتا جتنا بے اَدبی کا ہوتا ہے۔''

فرمایا: ’’ایک آدمی پہلے کیسا تھا؟ اور اب کیسا ہوگیا؟ بچو! پہلے میں بہت دُبلا سا تھا، ایک صاحب نے مولانا منظور احمد صاحب اور میری دعوت کی، تو انہوں نے مولانا منظور احمد صاحب سے کہا تھا کہ آپ کے ساتھ جو دُبلے پتلے، گورے اور لمبے ہیں ان کو بھی لے آنا، مولانا میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کی فلاں صاحب نے دعوت کی ہے، میں مولانا کے پیچھے پیچھے چلتا رہا، حضرت نے وہاں جا کر یہ کہا کہ یہ ہیں بھائی، جن کی آپ نے دعوت کی ہے، تو وہ ہنسنے لگے، ہاں بچو! پہلے میں بہت دُبلا تھا، اب بیماریوں کی وجہ سے بدن موٹا ہوگیا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ناظم صاحبؒ کے کمرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آرام فرما ہیں، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بھی اسی جگہ سویا ہوا ہوں، میرے ذہن میں یہ تعبیر آئی کہ مجھے حضرت عائشہؓ کے علوم حاصل ہوں گے۔‘‘

یہ بات اس وقت کی ہے جب حضرتؒ نے مدرسہ کی تنخواہ لینا چھوڑ دیا تھا، فرمایا: ’’جب میرے یہاں پیسے نہیں ہوتے تھے تو دو طالب علم سلیمان گجراتی اور عبدالقدوس بنگالی اپنا کھانا بیچ کر ان پیسوں سے میرے لیے سبزی پکاتے تھے، تین مہینے تک انہوں نے ایسا کیا تھا، ایسے بچے اچھے ہوتے ہیں، کیا میں ان کا احسان بھول جاؤں گا؟‘‘

فرمایا: ’’ہمارا ملک اگر تدبیر سے چلے اور عوام کو راضی رکھ کر چلایا جائے تو امریکہ کبھی آگے نہیں بڑھ سکتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! ہمارے کمرے کے باہر جو پنکھا لگا ہوا ہے، وہ ایک طالب علم سے اُدھار پیسے لے کر لگوایا تھا، بچو! جس نے اُدھار پیسے دیے اس نے احسان کیا ہے، بچو! میں جس سے اُدھار لیتا ہوں اس کا احسان مانتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’میں ایک مرتبہ بیمار تھا، سبق میں نہیں گیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ میرے پاس

تشریف لائے اور فرمایا کہ ''تو سبق میں کیوں نہیں آیا؟ سبق میں میرے پاس آ کر لیٹ جاتا،'' دوسرے دِن میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جب حضرت شیخ رحمہ اللہ تشریف لے آئیں تو مجھے اطلاع کر دینا، اس نے مجھے اطلاع کی، حضرت شیخ رحمہ اللہ تشریف لائے، میں چادر اوڑھ کے سبق میں آیا، حضرت شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس کو جگہ دو،'' تو بچوں نے جگہ دی، میں بیٹھ گیا، مولانا شجاع الدین نے کہا کہ تیرے آنے کے بعد حضرتؒ نے دوبارہ سبق پڑھایا۔''

فرمایا: ''بچو! نبی ﷺ کی سنت کو اپناؤ، علماءِ تاریخ نے لکھا ہے کہ جب کوئی حدیث کا مشغلہ اختیار کرتا ہے تو اس کے اخلاق بدلتے ہیں، اگر حدیث پڑھنے والے کے اَخلاق نہ بدلیں تو حدیث پڑھنے کا کیا فائدہ؟''

فرمایا: ''بچو! ایک وقت ایسا تھا کہ میں درخت پر چڑھا تو ٹہنی ٹوٹ گئی، پھر دوسری ٹہنی پکڑی تو وہ بھی ٹوٹ گئی، تو میں نیچے آ گیا، بچو! ایک یہ عمر تھی، اب یہ عمر ہے کہ چلنے کی بھی طاقت نہیں ہے، پھر ایک وقت آئے گا کہ آدمی کا بدن بھی نہیں اُٹھ پائے گا، چار آدمی اُٹھائیں گے، پھر قبر کے گڑھے میں رکھ دیا جائے گا، وہاں آدمی کو اعمال کام آئیں گے، بچو! اس دن کی تیاری کرو جہاں سب کو جانا ہے، مخبر صادق ﷺ نے صحیح خبریں بتائی ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے، اس لیے آخرت کی تیاری کرو، بچو! اگر تم نے تقوی کی زندگی اختیار کر لی تو تم کو آرام رہے گا، اگر تقوی کی زندگی اختیار نہیں کرو گے تو تم کو آرام نہیں ملے گا، بچو! لالچ سے بچو، لالچ بری بلا ہے، آدمی کھانے کی لالچ کی وجہ سے فسّاق کی قسم میں داخل ہو جاتا ہے، یعنی آدمی حلال وحرام کو نہیں دیکھتا۔''

فرمایا: ''مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے ایک دن فرمایا کہ ''بچے آگے بڑھ کے مجھے چھوڑ دیتے ہیں،'' میں نے اپنے دل میں کہا کہ ''میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا،'' واقعی میں نے

ان کو نہیں چھوڑا، ایک دِن مولاناؒ نے فرمایا کہ ”یہی ایک یونس ہے، جو ساتھ لگا ہوا ہے۔“

فرمایا: ”جب ہم تمہاری عمر کے تھے اور پرچہ لکھتے تھے تو تین بار بسم اللہ پڑھ کر لکھتے تھے، بچو! بسم اللہ میں برکت ہے، بسم اللہ سے بڑی برکت ہوتی ہے، ابھی میں کسی مسئلہ میں پھنسا ہوا تھا جو مل نہیں رہا تھا، مجھے اس مسئلہ کی ضرورت تھی، میں نے سوچا کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں، کہاں جاؤں گا؟ تو میں نے بسم اللہ پڑھی اور فوراً مل گیا، بچو! آدمی جب تکبر سے کتاب دیکھتا ہے تو فوراً عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، اور جب اس نیت سے دیکھتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں، بچو! تواضع سے فائدہ ہوتا ہے، جب آدمی خود کو کچھ نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور مدد کرتے ہیں۔“

فرمایا: ”مظلوم کی بددعا سے بچو، مظلوم کی بددعا بڑی خطرناک ہوتی ہے۔“

فرمایا: ”مفتی نظام الدین صاحبؒ کے گھر آم کا ایک درخت تھا، جو پھلتا نہیں تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے پاس جاتا تو کہتا کہ ”حضرت! آم کا درخت پھلتا نہیں ہے،“ شاہ صاحبؒ ایک مرتبہ ان کے گھر گئے تو فرمایا کہ ”کہاں ہے تیرا درخت؟“ بتلایا کہ یہ ہے، تو حضرتؒ نے ٹہنی پکڑی اور درخت سے فرمایا کہ ”تو پھلتا کیوں نہیں ہے؟“ پھر درخت اس کے بعد پھلنے لگا، بچو! یہ اثر اتباعِ نبی ﷺ ہے، یہ محمد ﷺ کی تابع داری کر رہے ہیں، اُن کی برکت اِن میں آ گئی، (یعنی حضور ﷺ کی برکت حضرت شاہ صاحبؒ میں آ گئی) بچو! حضرت محمد ﷺ کی تابع داری کر کے دیکھو۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ گجرات کے کسی گاؤں سے گزرے، جہاں کے سارے لوگ بدعتی تھے، حضرتؒ کے سفر کے بعد وہ تمام اہل سنت والجماعت بن گئے، بچو! حضرتؒ آخرت کمانے میں سراپا برکت ہو گئے تھے، مولوی احرار کا ایک جملہ ہے کہ ”جہاں سے حضرتؒ گزرے وہاں سے بدعت کا جنازہ نکل گیا۔“ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت مدنی رحمہ اللہ کے

پاس آیا اور کہنے لگا: ''میرا بیٹا بیمار ہے، پانی پر دَم کر دیجیے،'' حضرتؒ نے پانی پر چھُو، چھُو، چھُو کر کے دم کیا، وہ آدمی اس پانی کو لے کر جانے لگا تو تقدیر الٰہی غالب آئی اور اس نے اپنے جی میں کہا کہ صرف چھُو، چھُو کیا ہے، اور اس نے پانی پھینک دیا، تو پانی جس گھاس پر پڑا وہ ساری گھاس جل گئی، اس نے پھر سے آکر کہا کہ ''پانی پر دم کر دیجیے،'' حضرتؒ نے فرمایا: ''جا، جا، تیرا بیٹا مر گیا، لوگ تیرا انتظار کر رہے ہیں۔''

فرمایا کہ ''حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ جب پہلا سبق پڑھانے آئے تو میں رونے لگا تھا، مجھے رونا اس بات پر آیا تھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے پاس میں پڑھ پاؤں گا یا نہیں؟ اس لیے کہ مجھے ٹی. بی. کی بیماری تھی، اور وہ رونا اب تک مجھے یاد ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے گاؤں میں ایک بزرگ آئے، انہوں نے اپنے بیان میں بہترین طرز کے ساتھ ''زمّلونی'' والی حدیث پڑھی، میں اس وقت چھوٹا سا تھا، مسجد سے باہر نکلتے ہی میں نے ''زمّلونی، زمّلونی'' پڑھنا شروع کر دیا، لوگ تعجب کرتے تھے کہ چھوٹا سا لڑکا کیا پڑھ رہا ہے؟ بچو! اللہ تعالیٰ نے کرم فرما دیا کہ ''زمّلونی'' والی حدیث بار بار پڑھنے کی توفیق عطا فرما دی۔''

ایک مرتبہ سبق میں فرمایا کہ ''کالا کپڑا کیوں پہنتے ہو؟ سفید پہنو، سردی آئے تو کالا کپڑا پہنو، میں منع نہیں کرتا، اس لیے کہ عامۃً لوگ سردی میں اونی کپڑے پہنتے ہیں، جو اکثر کالے ہوتے ہیں۔''

فرمایا: ''بھوکا رہنا بہتر ہے اس سے کہ آدمی کسی کے کھانے کو دیکھے، ہمارے والد صاحبؒ جب ہمارے ناناؒ کے گھر جاتے تو کھانا نہ کھاتے، ہاں، اگر کوئی اِصرار کرتا تو کھا لیتے، پھوپھی کے یہاں جاتے تو کھا لیتے، بچو! نفس کو عادی بناؤ کہ تجھے کھانا نہیں دیں گے، اخلاق بدلنے سے بدلتے ہیں، اور اخلاق بدلنے سے نظام بنتے ہیں، جماعت میں جو مشائخ جاتے

ہیں وہ بھوکے بھی رہتے ہیں، بچو! مخلصین ایسے ہی کام کرتے ہیں، وہ لوگ دوسروں کو خود پر ترجیح دیتے ہیں، خود بھوکے رہ کر کام کرتے ہیں، آج کچھ لوگ جماعت کا کام اس لیے کرتے ہیں تا کہ کھانا اور چائے مل جائے، اور واہ واہ ہو، میں ایسے ہی لوگوں پر غصہ ہوتا ہوں، جب آدمی کھانے کے پیچھے پڑتا ہے تو پھر کوئی کام نہیں کر پاتا، جو آدمی فاقہ کرتا ہے وہی دین کی خدمت کر پاتا ہے، بچو! جان بوجھ کر فاقہ نہ کرنا چاہیے، یہ بہت مضر ہے، اگر پیسے پاس نہ ہوں تو فاقہ کر لینا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے روزی دی ہے تو کھاؤ، نہیں ہے تو دوسروں کے کھانے کے پیچھے نہ پڑو، بچو! اچھے کھانے کی حرص رکھنا کتے اور بلّی کی صفت ہے۔''

فرمایا: ''آدمی سب کچھ کر سکتا ہے، خود کو بدل سکتا ہے، طبیعت بدلی جا سکتی ہے، آدمی کتنا ہی نازک مزاج کیوں نہ ہو؟ وہ خود کو بدل سکتا ہے، صحابہ کرامؓ نے سب کچھ بدل ڈالا تھا، اپنی طبیعت کو بدل دیا، اپنی رہائش کو بدل دیا، کیا آپ خود کو بدل نہیں سکتے؟ ہاں، سب کچھ کر سکتے ہیں، لیکن جب آدمی میں انسانیت ہی نہ ہو تو کیا کرے؟ بچو! محض بڑی شان و شوکت حاصل ہو جانا خوبی کی بات نہیں۔''

فرمایا: ''حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ طلبہ کے ساتھ لکڑیاں چننے جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک طالب علم کھجور کے درخت پر چڑھ گیا، اس کے پاؤں میں کانٹا لگا، جس سے وہ چیخنے چلانے لگا، حضرت مولاناؒ دعا میں مشغول ہو گئے، فرمایا: ''اب تم کو دَرد نہیں ہوگا'' وہ کانٹا اب تک چبھا ہوا تھا؛ مگر دَرد نہیں ہو رہا تھا، ایک دِن وہ کبڈّی کھیل رہا تھا، ایک بچہ نے اس پر پاؤں رکھا تو اچانک وہ کانٹا نکل گیا، بچو! آخر کیا چیز تھی کہ اُستاذ بھی لکڑی چننے جاتے تھے اور چندہ کرنے جاتے تھے، آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ چندہ ذلت کی چیز ہے، ارے! وہ عزّت کی چیز ہے، چندہ کرنے میں کیا مزہ آتا ہے بچو! اگر چندہ دینے والا طعنہ دیتا ہے تو وہ اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتا ہے۔''

5

فرمایا: ''رات کو دال پرانی (باسی) تھی، میں نے کہا کہ اے اللہ! میں کیا کھاؤں؟ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ! کھانا بھیج دیجیے، تو ایک آدمی کھانا لے کر آیا، میں نے پوچھا کہ ''کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''روٹی اور اَروی''، بچو! اَروی میں کبھی شوق سے نہیں کھاتا تھا، لیکن اس دن اَروی اس قدر لذیذ لگی کہ میں نے زندگی میں ایسی اَروی نہیں کھائی تھی، پورا کھانا کھا گیا۔''

فرمایا: ''جب کوئی آدمی بدنظری کرتا ہے تو اس کے چہرے پر بدنظری کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، اس کا چہرہ کالا نظر آتا ہے، بلکہ اس کے بدن سے بھی بدبو آتی ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کو بدنظری کرنے والے کے بدن سے بدبو محسوس ہوتی تھی۔''

فرمایا: ''بچو! بڑھاپا عجیب چیز ہے، جو کچھ کرنا ہے ابھی سے کرلو۔''

فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن بندہ سے فرمائیں گے کہ تو نے یہ کیا کیا؟ بندہ اندر سے کانپ اُٹھے گا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تیری ستاری کی ہے، آج غفاری کرتا ہوں، اسی طرح کام چلے گا، بچو! کوئی ذرا جھک کے دیکھے تو سہی، اگر گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرلو۔''

فرمایا: ''جب میں گھر سے مدرسہ ضیاء العلوم جاتا تو روٹی اور گُڑ ساتھ لے جاتا، ایک مرتبہ گُڑ پھینک دیا، مجھے گُڑ اچھا نہیں لگتا، کبھی میں روٹی نمک سے کھا لیتا اور کبھی چٹنی سے کھا لیتا، جب انسان بچپن سے گزرتا ہے تو اس وقت اس میں کامل عقل نہیں ہوتی، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، پھر بھی عقل کامل نہیں ہے، سب سے کم درجہ کا کھانا میں لے جاتا تھا، ہمارے ساتھیوں میں کوئی اَنڈے کا سالن لاتا اور کوئی آلو کا سالن لاتا تھا۔''

فرمایا: ''حضرت ابراہیم بن اَدہمؒ کے درجات ان کی قربانیوں کی وجہ سے بڑھے، جب تک قربانی نہیں ہوگی ایک تنکا بھی نہیں ٹوٹے گا، بعض طلبہ جو محروم ہیں وہ اسی وجہ سے کہ

8

ان میں علم کا اَدب نہیں، ہر سال ہزاروں فارغ ہوتے ہیں، کہاں جاتے ہیں؟''

ایک مرتبہ سبق میں بہت ہی افسوس کرتے ہوئے فرمایا: ''بچو! میری عمر غارت ہو گئی، میں نے کچھ بھی نہیں کیا، میں تمہیں کہتا ہوں کہ دن میں تھوڑا قرآن پڑھو، آدھا پارہ پڑھو، مگر اچھی آواز سے، اس نیت سے پڑھو کہ میں اللہ تعالیٰ کو سنا رہا ہوں، میں تو صحیح کہتا ہوں کہ میری ساری عمر غارت ہوگئی، میں نے کچھ بھی نہیں کیا، کچھ نہیں۔''

فرمایا: ''سمندر بھی علمِ نبی ﷺ کی تشبیہ نہیں بن سکتا۔''

فرمایا: ''مجھے اپنی ساری حماقتیں یاد ہیں، میں تو بہت 'بدّ' ھو تھا، یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے پار لگا دیا، اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔''

فرمایا: ''بچو! پیسے مقدّر سے آتے ہیں، میں نے ستّر سال سے اس کا تجربہ کیا ہے۔''

فرمایا: ''ایک صاحب میرے پاس آکر کہنے لگے کہ ''میرا بچہ رات بھر روتا رہتا ہے،'' میں نے کہا: ''اس کی ماں سے کہیے کہ جب اپنے بچے کو دیکھے تو اس وقت ماشاء اللہ کہہ دیا کرے اور یہ دعا پڑھے:

'' أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ هَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ. ''

پھر اس نے ایک روز آکر کہا کہ ''اب بچہ پوری رات سوتا ہے،'' میں نے کہا: ''اس کی ماں کی نظر لگتی ہوگی۔''

فرمایا: ''بعض لوگ اس طرح کے مرید ہوتے ہیں کہ کھیتوں میں اگر زیادہ فصل ہو جائے تو کہتے ہیں کہ ''پیر اچھے ہیں!'' گجرات کے ایک صاحب حضرت شیخ رحمہ اللہ سے بیعت تھے، ان کے پاؤں میں درد تھا، حضرتؒ کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرتؒ کا ہاتھ ان کے پاؤں پر پڑا، اتفاق سے درد ختم ہو گیا، انہوں نے مجھے یہ قصہ سنایا، میں نے کہا: ''ہاں، بالکل تیرے شیخ اللہ میاں ہیں!''

فرمایا: ’’کتنے ہی اونچے خاندان والا کیوں نہ ہو؟ وہ بے اَدبی سے محروم ہوجاتا ہے، ایک طالب علم بڑے ذہین اور بڑے حسین تھے، اونچے خاندان والے تھے، ایک مرتبہ میں مولاناؒ کا کھانا لے کر آرہا تھا، میرے ہاتھ میں لوٹا بھی تھا، انہوں نے میرے ہاتھ سے لوٹا چھین لیا اور کہا کہ مجھے استنجا کے لیے جانا ہے، وہ لوٹا لے کر چلے گئے، میں مولاناؒ کے پاس گیا تو مولاناؒ نے کہا کہ ہاتھ دُھلاؤ، میں نے کہا کہ ’’فلاں نے لوٹا لے لیا ہے،‘‘ فرمایا: ’’اگر ہوتا تو میں ہاتھ دھو لیتا،‘‘ پھر مولاناؒ نے (زکریا نامی) ایک طالب علم سے فرمایا کہ ’’ہمارے لیے ایک لوٹا لے آؤ،‘‘ وہ ساڑھے گیارہ روپئے کا لوٹا لائے، بچو! لوٹا چھیننے والے صاحب بیمار ہوئے، تو سب ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر صحت مقصود ہے تو ان کی پڑھائی چھڑاؤ، بچو! وہ پڑھ نہیں پائے، ان کے والد صاحب نے یہ سن کر کہا کہ میرا ماتھا ٹھنڈا ہوگیا۔ کوئی آدمی خود کو مالدار سمجھ کر بےادبی کرتا ہے تو محروم ہوتا ہے، اگر کوئی آدمی خود کو چھوٹا سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے آگے بڑھاتے ہیں، مجھے تو لوگ بغیر پڑھے بھی یہ سمجھتے تھے کہ پڑھ کر آیا ہے، بچو! تواضع کرو، اللہ تعالیٰ کو بندوں کی تواضع پسند ہے، اللہ تعالیٰ بڑے ہیں اور بڑائی ان ہی کے لیے ہے۔‘‘

ایک مرتبہ سبق میں طلبہ سے فرمایا: ’’میں نے تم کو کتنا سمجھایا کہ اگر دس منٹ تاخیر ہو جائے تو ایک حدیث دیکھ لو، اس کا حاشیہ دیکھ لو، تمہیں کام آئے گا۔‘‘

فرمایا: ’’اگر کوئی ”بارك الله“ کہے تو نظر نہیں لگتی، طبرانی کی ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی ”ماشاء الله ، لا حول و لا قوة إلا بالله“ کہے تو نظر نہیں لگتی۔‘‘

فرمایا: ’’کشمیر میں جب شیخ ابو محمد ہمدانی آئے تو ایک پنڈت نے ان کا مقابلہ کیا اور کہا کہ ’’اس گائے کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس کی پیشانی پر نشان ہے،‘‘ حضرتؒ نے نگاہ ڈال کر دیکھا تو اس کی بات صحیح معلوم ہوئی، مگر حضرتؒ نے دو رکعات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کہا کہ

''یا اللہ! پھیر دے،'' تو اس کی دُم میں نشان ہو گیا، جب بچہ پیدا ہوا تو دُم میں نشان لگا ہوا تھا۔''

فرمایا:''اب سعودی سے پیسے حاصل کرنے کے لیے لوگ سلفی ہو رہے ہیں، یہ جو فتنہ ہو رہا ہے مجھے اچھا نہیں لگتا، میں کون ہوں؟ میں کچھ نہیں، میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتا ہوں۔''

فرمایا:''ضرور بالضرور چھٹی کے زمانے میں جماعت میں چلے جاؤ اور اخلاق سیکھ کے آؤ۔''

فرمایا:''میں اپنے سر کسی کا پیسہ رکھنا نہیں چاہتا، بچو! میرے ذمہ جس کا پیسہ ہو وہ لے لے، اللہ نہ کرے، اگر میرے پاس نہیں ہوں گے تو میں معافی مانگ لوں گا، میری عادت سال کے اخیر میں حساب چکتا کر دینے کی ہے، بچو! سال کے اخیر میں بڑی اُلجھن ہوتی ہے کہ کسی کا حق میرے ذمہ باقی نہ رہے، بچو! میں نے جس سے چائے وغیرہ منگوائی ہے وہ میرے پاس سے پیسے لے لینا، شرمانا مت، اگر مجھ سے شرم آتی ہے تو میرے پیسے جس کے پاس ہیں اس کے پاس سے لے لینا، میرے بعد کون ہے جو میرا قرض ادا کرے؟''میرے بعد کون ہے جو میرا قرض ادا کرے؟'' یہ جملہ جب میں نے مکہ میں کہا تھا تو ایک گجراتی نے کہا کہ ''میں ادا کروں گا،'' وہ تو کیا ادا کرتا، مگر اس نے سچائی سے کہا تھا، اس لیے میرے دل پر اثر پڑا، بچو! سچائی کا اثر پڑتا ہے، سچائی اختیار کرو، ایک دوسرے کا تعاون کرو، غریبوں کی مدد کرو، اپنے وطن جاؤ تو وہاں غریبوں کی دو چار روپئے سے مدد کرو، کوئی بھوکا ہو تو اسے کھانا کھلاؤ۔''

فرمایا:''بچو! جتنی ہو سکے صلہ رحمی کرو، جو بندہ صلہ رحمی کرتا ہے اُسے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جوڑتے ہیں، اور جو قطع رحمی کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے علیحدہ رکھتے ہیں، صلہ رحمی صرف یہ نہیں کہ پیسے دو، میٹھی بات کہو، سلام کرو، یہ بھی صلہ رحمی میں داخل ہے۔''

فرمایا: ''بدن مٹی کا ہے اور مٹی میں مل جائے گا، یا اللہ! میں نے کچھ بھی نہیں کیا، بچو! اب تو حرکت کی بھی طاقت نہیں رہی، معلوم نہیں کب روح نکل جائے؟ اب تو مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میری حیات کی روزی کم ہوگئی۔''

فرمایا: ''بڑوں پر تبصرہ کرنا اچھا نہیں۔''

فرمایا: ''حج میں جانے سے پہلے ہم نے دعا کی تھی کہ اے اللہ! ہمیں مواقف محمدیہ میں وقوف نصیب فرما، اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی، جب میں مکہ پہنچا تو وہاں پہنچا، ایک مرتبہ حج میں پیدل چلا، تو ناتجربہ کاری کی وجہ سے میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے، عرفہ سے چلا، مزدلفہ گیا، پھر مزدلفہ کی ایک مسجد میں رات کو ٹھہر گیا، صبح امام صاحب آئے تو انہوں نے نماز پڑھائی، نماز کے بعد صبح میں ساتھی ملے، انہوں نے پوچھا کہ رات کو کہاں تھے؟ میں نے کہا کہ مسجد میں تھا، انہوں نے کہا کہ مشعر حرام میں، یہ نام سن کر میں بڑا خوش ہوا، بچو! اگر میں ساتھیوں کے ساتھ رہتا تو مجھے وہاں جانا نصیب نہ ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ساتھیوں سے الگ کر دیا تھا۔''

فرمایا: ''بال رکھنا کوئی کمال نہیں، اس میں انسان کی کوئی خوبی نہیں، میں طالب علمی کے زمانے میں ہر ہفتہ بال مونڈواتا تھا، میں نے مدرّسی کے زمانے میں بال رکھے، اور بال کٹوانے کی نوبت نہیں آئی، بڑے بڑے بال ہوگئے، اور سردی کا زمانہ آ گیا، میرے پاس سر پر اوڑھنے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، تو میں سر کے بال کان پر رکھ دیتا تھا، تا کہ سردی نہ لگے، ایک مرتبہ ڈاکٹر فرہد آئے اور کہا کہ مولوی صاحب! بال کٹوا دو، میں نے کہا: ''ڈاکٹر صاحب! ان شاء اللہ، یہ بال منیٰ میں کٹوائے جائیں گے، میں نے چودہ سال تک بال رکھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حج کی توفیق دی، اس وقت میری خوشی کی انتہا نہ رہی، بچو! جو کرو سنت کی نیت سے کرو، اس میں مزہ ہی مزہ ہے، کوئی آدمی سنت سے ہٹ کے اچھا لگتا ہے؟ سنت کا اتباع کرو،

سنت سیکھ کر جاؤ گے تو سب دنیا پلٹ جائے گی، حضرات صحابہؓ میں کوئی ایسا نہیں تھا کہ سنت جان بوجھ کر چھوڑ دے۔''

فرمایا: ''کسی کو علم کی کثرت پر گھمنڈ کرنے کا حق حاصل نہیں، کہیں علم کی کثرت سے عنداللہ درجہ بڑھ جاتا ہے؟''

بچو! دن میں آدھا پارہ خوش آوازی سے پڑھ لیا کرو، اس طرح کہ اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں اور تم ان کو سنا رہے ہو، اور ان کے احکامات ان سے حاصل کر رہے ہو۔''

فرمایا: ''سب اپنی اپنی تقدیر سے کھاتے ہیں، میرے ساتھی جو میرے ساتھ پڑھتے تھے ان کے اہل وعیال ہیں، دکان ومکان ہیں، میں مدرسہ کی عمارت میں رہ رہا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ کا ہر ایک کے ساتھ ایک معاملہ ہوتا ہے، غور کرنے کی بات ہے کہ مالک نے ستّر پچھتر سال تک بغیر مکان کے پرورش کی ہے، جس کی دکان ہے وہ بھی مرے گا اور جس کے پاس نہیں ہے وہ بھی مرے گا، بس مرنے ہی کی فکر کرنی چاہیے، مرنے ہی کے لیے تیاری کرنی چاہیے۔''

فرمایا: ''اگر انسان کی تعلیم اسلامی ہوتی ہے تو گھر کا ماحول صحیح ہوتا ہے، ضرورت ہے کہ آپ لوگ گھر کے ماحول کو درست کریں، اسلامی تعلیم کو پھیلائیں اور تبلیغ کریں۔''

فرمایا: ''دیہات کے اکثر لوگ جہالت کی وجہ سے طلاق دے دیتے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ ہے، یہ معاملہ یوپی، بہار، بنگال، گجرات سب جگہ ایک جیسا ہے، جو کچھ فرق آیا ہے وہ لاعلمی کی وجہ سے آیا ہے۔''

فرمایا: ''آج لوگ اپنی بہنوں کو ان کی میراث کا حصہ نہیں دیتے، حضرت مفتی مظفر حسین صاحبؒ نے ایک صاحب سے فرمایا کہ تم بہن کو ان کا حق دے دو، انہوں نے کہا کہ وہ نہیں لیتیں، فرمایا: ''تم دے کر تو دیکھو، وہ ضرور لیں گی،'' اللہ تعالیٰ نے بہن کا جو حق مقرر فرمایا

ہے اس کے ادا کرنے میں برکت ہے، ایک صاحب نے اپنی بہن کو ان کا حصہ دیا، بہن روکر کہنے لگی کہ میں حصہ لے کر کہاں جاؤں گی؟ ان کے بھائی نے کہا کہ حصہ لے لو، اور گھر آجانا، بچو! حق کے ادا کرنے میں بڑی برکت دیکھی ہے۔''

فرمایا: ''میں تو کچھ نہیں جانتا تھا، میں مہا بدّھو تھا، اللہ تعالیٰ نے اس بدّھو کو تمہارے مقدّر میں لکھ دیا ہے۔''

فرمایا: ''جب گنجائش ہو تو اللہ تعالیٰ کی نعمت کی قدر کرو، اگر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے، حضرت مولانا صدیق احمد صاحبؒ ایک مرتبہ سفر سے فاقہ کے ساتھ لوٹے، خادم سے کہا کہ گھر جا کر کچھ لے آؤ، وہ گھر گیا اور دیکھا تو کچھ نہیں تھا، فرمایا: ''جاؤ، کہیں روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا ہو تو وہی لے آؤ،'' دیکھا تو وہ بھی نہیں تھا، فرمایا: ''پانی لاؤ،'' چنانچہ پانی کھانے کے برابر ہو گیا، بعد میں ان پر اللہ تعالیٰ کی خوب مدد آئی۔''

فرمایا: ''میں مدرّس تھا، ایک طالب علم سخت روٹی پکاتا تھا، میں اس کو پانی میں بھگو کر کھاتا تھا، تین چار دن گزرے تھے کہ میرے رب نے دوسرا لڑکا بھیجا جو بستی کا رہنے والا تھا، وہ نرم روٹی پکاتا تھا، بچو! صبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے مدد کی، تم بھی صبر کرو۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ میں پڑھوں اور پڑھاؤں، لوگ مجھ سے پوچھتے تھے کہ پڑھ کر کیا کرے گا؟ میں کہتا کہ پڑھاؤں گا، لیکن میں پڑھانے کا ترجمہ یہ سمجھتا تھا کہ مدرّس ہونے کے بعد آرام کروں گا، آرام سے کھاؤں گا اور بات چیت میں مشغول رہوں گا، جب پڑھانے بیٹھا تو پاؤں کا پسینہ سر پہ آ گا، بہت محنت کرنی پڑی۔''

فرمایا: ''بچو! ماں باپ تھوڑے برداشت کرتے ہیں اولاد کے دور ہونے کو، اسی لیے علام الغیوب نے فرمایا: ''وَ بِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَانًا.''......الخ نان ونفقہ میں اپنے ماں باپ کا خیال کرو، میں تم کو نصیحت کرتا ہوں، اپنے ماں باپ کی تھوڑی سی خدمت ضرور کرنی چاہیے،

خواہ دس بیس روپئے کے ذریعہ ہو، جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمہ ان کا حق رکھا ہے تو ہمیں احسان کرتے رہنا چاہیے، بچو! ہم کون ہیں؟ ہم تو تابع ہیں۔''

فرمایا: ''پرانے تبلیغی عجیب تھے، وہ اس طرح سمجھاتے تھے کہ کند ذہن شخص بھی سمجھ جاتا تھا۔''

فرمایا: ''اب تو کتنے لوگ ایسے ہیں جو مشکوک کاروبار کرتے ہیں، روزی کا راستہ اللہ تعالیٰ نے کھولا ہے، عوام تو کھانے پینے کے معاملہ میں بہت ہی غیر محتاط ہو گئے ہیں، یاد رکھو بچو! اگر کھانے پینے میں احتیاط نہیں ہوگی تو رحمت خداوندی نہیں آئے گی۔''

فرمایا: بچو! پہلے مجھے ٹیپ ریکارڈر سے قرآن سننے کا بہت شوق تھا، اب تم ہی بتاؤ کہ میں سورۂ یٰسین پڑھوں یا سنوں؟ اب میری عمر سننے کی نہیں ہے، بچو! اب کیا رہ گیا ہے؟ میں نے کچھ نہیں کیا، بہت غم ہوتا ہے، بچو! جو کچھ کرنا ہے ابھی کرلو، میں نے کچھ نہیں کیا، ساری عمر ضائع کردی، اب تو ایک ہی فکر ہے کہ مالک نے سوال کردیا تو کیا جواب دوں گا؟''

فرمایا: ''ہمارے یہاں مالک کے لڑکے کو کتیا نے کاٹ لیا، تو اس نے اپنی ماں سے کہا کہ مجھے کتیا نے کاٹا، وہ کتیا شرمندہ ہوئی کہ میں نے اپنے مالک کے لڑکے کو کاٹ لیا، جہاں سے میں صبح وشام کھانا کھاتی تھی، وہ گڑھے میں جاکر گر گئی، یہ ہوتے ہیں جانور، ان میں کس قدر نمک شناسی ہوتی ہے، یہ سچا قصہ ہے۔''

فرمایا: ''ایک مرتبہ ایک دیہاتی جمعہ کے دِن مسجد میں میرے پاس آکر بیٹھ گیا اور مجھے ایک روپیہ دینے لگا، میں نے کہا: ''مجھے نہیں چاہیے،'' اس نے کہا: ''لے لے،'' میں نے کہا: ''ان کو دے دے،'' یعنی ایک مدرّس کو جو پاس میں بیٹھے ہوئے تھے، اس دیہاتی نے کہا کہ ''نہیں، تجھے ہی دینا ہے،'' تو میں نے لے لیا، میں جیسے ہی اپنے حجرے میں آیا تو دھوبی آیا اور اس نے کہا کہ ''اجی! پیسے چاہیے،'' میں نے کہا: '' کتنے؟'' اس نے کہا: ''ایک روپیہ،'' اللہ

تعالیٰ نے میری ستاری فرمائی، اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کو بچاتا ہے۔"

فرمایا: "آج کل مصر میں ایک وبا پھیلی ہوئی ہے کہ اپنا نسب فرعون تک پہنچاتے ہیں، جدہ میں بہت دیکھا کہ فلاں بن فلاں بن فلاں فرعونی، یہ یہودیوں اور عیسائیوں کی منطق ہے، مسلمان اس سے غافل ہیں اور اپنے نبی ﷺ کی بات کو جانتے نہیں ہیں۔"

فرمایا: "بچو! وہ آدمی اچھا لگتا ہے جو نبی ﷺ کی سنت کی اتباع کا جذبہ رکھتا ہو اور جس کو نبی ﷺ کی سنت اچھی لگتی ہو، میں ہر کام بسم اللہ سے شروع کرتا ہوں، میں جب حدیث پڑھنے لگا تو ارادہ کیا کہ کبھی کوئی حدیث نہیں چھوٹے گی، غیر نبی چھوٹ جائے تو کوئی بات نہیں، لیکن محمد ﷺ چھوٹنے نہ پائیں۔"

طلبہ کو سبق میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "بچو! چار زانو بیٹھنا کوئی عیب نہیں ہے؛ لیکن حدیث کے اَدب کے خلاف ہے، طالب علم کو چار زانو نہ بیٹھنا چاہیے۔"

فرمایا: "بچو! دیانت سے پڑھاؤ گے تو طلبہ تم سے محبت کریں گے، تم پر بھروسہ کریں گے۔"

فرمایا: "بچو! درس میں کبھی بھی غیر اُستاذ کی طرف التفات نہیں کرتے، بچو! حدیث کا درس نبی ہی کا درس ہے، اُستاذ کی مثال اسپیکر کی سی ہے، اگر تم نے اسپیکر کی آواز نہیں سنی تو گویا تم نے نبی ﷺ کی بات نہیں سنی، بچو! حدیث شریف کا اَدب کرو، جس نے حدیث شریف کا اَدب کیا اس کو کچھ نہ کچھ ملا ہے، اور جس نے اَدب نہیں کیا اس کو کچھ نہیں ملا۔"

فرمایا: "ائمہ سے مسائل میں اختلاف تو کیا جا سکتا ہے، مگر ائمہ کی بے اَدبی نہ کی جائے، آج کل سلفی لوگ ائمہ کی بے ادبی بہت کرتے ہیں، یہ ہرگز درست نہیں کہ ائمہ کو برا بھلا کہا جائے۔"

فرمایا: "میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں، اگر تم اسے کرو گے تو آپس میں محبت پیدا

8

ہوگی، وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو، اس سے محبت پیدا ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''بچو! چھٹی کے ایام میں جماعت میں جانے کا اہتمام کرو، اعتدال کے ساتھ محنت کرو، اپنے علاقوں میں جا کر محنت کرو، جماعت سے عملی زندگی بنتی ہے۔''

فرمایا: ''مدرسہ میں رہتے ہوئے تین کام کرو: (۱) سبق کی پابندی، (۲) جماعت کے ساتھ نماز کی پابندی، (۳) حرام باتوں سے پرہیز، جس کی آسان شکل یہ ہے کہ بے ضرورت نہ بولو۔''

فرمایا: ''امتحان کا زمانہ تھا، رات دیر تک پڑھنے کی وجہ سے میری فجر کی نماز چھوٹ گئی، تو مدرسہ سے کھانا بند ہو گیا، ظہر کی نماز کے بعد کھانا جاری کروانے کے لیے حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے پاس گیا، تو حضرتؒ نے فرمایا: ''نماز کیوں چھوٹی تھی؟'' میں نے کہا: ''رات کو دیر تک پڑھ رہا تھا،'' تو حضرتؒ نے فرمایا: ''پڑھنا عمل کے لیے ہوتا ہے، اِتنی رات تک جاگنے سے کیا فائدہ؟''

فرمایا: ''میں بغیر طہارت کے سبق نہیں پڑھاتا ہوں، بغیر وضو یا تیمّم کے پڑھانے سے کیا فائدہ؟''

فرمایا: ''کسی کو حقیر مت سمجھو، کیا معلوم اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کیا مرتبہ ہے؟ اساتذہ تمہیں ٹوکتے ہیں تو تحقیر کی غرض سے نہیں؛ بلکہ اصلاح اور تربیت کی غرض سے، میں جو ڈانٹتا ہوں تو تربیت کے طور پر ہوتا ہے، یاد رکھو! میں تحقیر کی غرض سے کسی کو کبھی کچھ نہیں کہتا، معلوم نہیں کہ انجام کیا ہوتا ہے؟ پھر کیوں کسی کی تحقیر کروں؟''

فرمایا: ''جب بندہ نیکی کرتا ہے تو نیکی کی وجہ سے اس کا قلب نورانی ہو جاتا ہے، جس سے نماز میں مزہ آتا ہے، جب باطن میں نور پیدا ہوتا ہے تو ایمان میں نورانیت آجاتی ہے اور اعمال میں خشوع کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''میں ایک مرتبہ پاکستان اجتماع میں گیا تھا، وہاں بہت لمبا چوڑا پنڈال تھا، تہجد کے وقت دیکھا کہ کوئی سجدہ میں پڑا ہوا ہے، کوئی نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی دعا مانگ رہا ہے، مجھے تو ایسے ہی لوگ پسند ہیں جو تہجد پڑھتے ہیں، بچو! اللہ تعالیٰ کو راضی کرلو، اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرلو، مرنے کے بعد یہ تمام اعمال کا سلسلہ ختم ہوجائے گا، وہاں تو صرف بندگی ساتھ آئے گی۔''

فرمایا: ''بندہ کو کلمہ پڑھتے رہنا چاہیے اور توحید کا اِقرار کرتے رہنا چاہیے، بچو! میں بھی لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، تاکہ سب لوگ جنت میں جائیں، بچپن میں میرے دادا کے مرنے کا وقت قریب ہوا، تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ ''کلمہ پڑھو'' اسی طرح میں کئی لوگوں کے پاس جاتا، تاکہ وہ مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لیں اور جنت میں چلے جائیں۔''

فرمایا: ''نیکی کرتے رہوگے تو مرتے وقت اُمید رہے گی کہ مالک کرم فرمادے، یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ بندہ پوری زندگی گناہ کرے اور مرتے وقت تمنا کرے کہ جنت الفردوس مل جائے، بچو! ہر وقت یہی کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوجائے، حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ''جب آدمی سونے کا ارادہ کرے تو توبہ کرلے اور کلمۂ طیبہ پڑھے'' بچو! ابھی سے عہد کرلو کہ ہم گناہ سے توبہ کرتے ہیں، ابھی یہیں بیٹھے بیٹھے عہد کرلو، تاکہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش جائے۔''

فرمایا: ''دنیا مسجد میں نماز پڑھتی ہے اور میں حجرہ میں نماز پڑھتا ہوں، پتہ نہیں میں نے تکبر سے کونسا جملہ کہہ دیا جس کی وجہ سے یہ بھگتنا پڑا، اے اللہ! میں سب بچوں کے سامنے معافی مانگتا ہوں، معاف فرمادیجیے۔'' (حضرتؒ یہ دعا کرتے ہوئے رونے لگے، اور اس وقت حضرتؒ نے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھا تھا)۔ محمد جابر عفی عنہ۔

9

فرمایا: ’’ایک مرتبہ ایک لڑکا تھوڑے سے چاول دے گیا، جس کے کھانے کے دوران مجھے نظر لگ گئی، اس کی تکلیف مجھے دو ماہ تک رہی، حضرت شیخ رحمہ اللہ کو اس بات کا پتہ چلا، ایک لڑکا جو میرا کام کرتا تھا وہ حضرتؒ کے پاس گیا، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ تیرے اُستاذ بیمار ہیں، حضرتؒ تو حضرت ہی تھے، (اس بات پر حضرتؒ کی آواز بھر آئی) اس وقت حضرت شیخ زکریاؒ نے اپنی قوّت استعمال کی تھی، کیا کیا؟ مجھے پتہ نہیں چلا، مجھے قئ آنی شروع ہوگئی، دو لوٹے قئ نکلی، جو ایک دم سیاہ اور بہت بدبو والی تھی، پھر مجھے راحت ہوگئی۔‘‘

فرمایا: ’’ہم شہداءِ بدر کے مقام کو دیکھنے گئے تھے، ہم تھک چکے تھے، ایک پنجابی نے کہا: ’’وہ سُوّر، وہ پڑا ہے‘‘ میں نے پوچھا: ’’کون سُوّر؟‘‘ اس نے کہا: ’’ابوجہل‘‘ بچو! جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت رکھتا ہے اس سے سب دشمنی کرتے ہیں، اس کا حال یہی ہوتا ہے، بچو! ایسی شان کو جھاڑو مارو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تابع فرمان ہو جاؤ۔‘‘

۱۴۲۷ھ مطابق: ۲۰۰٦ء میں جب شہر سورت میں سیلاب آیا تھا، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا تھا: ’’بچو! اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرنا چاہیے، کسی کو طعنہ نہیں دینا چاہیے، سب کا غم ہونا چاہیے۔‘‘

نیز فرمایا: ’’جب معصیت عام ہو جاتی ہے تو رحمت الٰہی منہ موڑ لیتی ہے اور عذابِ الٰہی ظاہر ہوتا ہے، آدمی ایسی جگہ سے پیٹا جاتا ہے جہاں کا اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا، توبہ کرنی چاہیے، عذابِ عام کو روکنے کے دو راستے ہیں: ایک وجودِ نبی پاک ﷺ، دوسرا اجتماعی توبہ و استغفار، ان کے علاوہ کوئی راستہ نہیں، اب نبی ﷺ کا وجود تو نہیں، لہٰذا سوائے استغفار کے اور کوئی چارہ نہیں، ہم اپنی خطاؤں پر شرمندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف فرمادے اور ہدایت کو عام فرمادے۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے مدرسہ کی خصوصیت تھی کہ مہتمم یا صدر مدرّس کے بیٹے کو بھی اساتذہ پیٹ دیتے تھے، بچو! میرا تجربہ ہے کہ جو اپنے بیٹے کی وجہ سے اُستاذ کو ٹوکتا ہے، تو اس کا بیٹا پڑھتا نہیں ہے، اگر پڑھتا بھی ہے تو ترقی نہیں کر پاتا۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! روزانہ استغفار کرنا چاہیے، تم میں سے ہر ایک یہ طے کر لے کہ میں کوئی فضول اور لایعنی بات نہیں کروں گا، بچو! یہی تمہاری وہ عمر ہے جس میں کچھ کر سکتے ہو، اگر اس عمر میں کچھ کر لوگے تو وقت ضائع ہونے سے بچ جائے گا اور تم محاسبہ سے بچ جاؤ گے۔‘‘

۱۷/ رجب/ ۱۴۲۷ھ کو ختم بخاری شریف کے موقع پر طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ’’بچو! یہ پڑھنا پڑھانا اصلاحِ عقیدہ اور اصلاحِ عمل کے لیے ہوتا ہے، آخرت کی درستگی کے لیے ہوتا ہے، سلف صالحین کا قول ہے کہ ’’اگر کوئی بندہ آخرت کی درستگی کے لیے علم کا طالب ہو تو اس کے لیے احادیث کا علم ضروری ہے، احادیث کے علم سے یہ مراد نہیں ہے کہ صرف الفاظ پڑھ لیے جائیں؛ بلکہ عمل بھی ہونا چاہیے۔‘‘

فرمایا: ’’طالبین حدیث کے اعمال الگ ہوتے ہیں، وہ سنت کے مطابق چلتے ہیں، نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں، نماز مسجد میں ادا کرتے ہیں، سنت کے مطابق وضو کرتے ہیں، اوقاتِ نماز کی پابندی کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’کسی زمانہ میں طالب حدیث کا یہ حال تھا کہ وہ سنتوں پر عمل پیرا تھا،‘‘ پھر فرمایا: ’’آج کل دنیا طلبی کا دور آیا ہے، حدیث شریف بھی پڑھتے ہیں تو سند کے لیے اور بیرونِ ملک جانے کے لیے، یہی وجہ ہے کہ ننانوے فی صد (۹۹٪) سے زیادہ طلبہ ناکام ہوتے ہیں، تعجب ہے کہ طالب حدیث اور غیر طالب حدیث میں کوئی فرق ہی نہیں رہا، بچو! زندگی سنت کے مطابق بنانے کی کوشش کرو، ہمارا کھانا، پینا اور سونا سنت کے مطابق ہو، جب زندگی میں سنت آگئی تو سمجھو ہر چیز آگئی۔‘‘

9

فرمایا: ''حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ فرماتے تھے کہ ''آدمی اس دنیا میں اپنا تزکیہ کرلے، اگر یہاں نہیں ہوا تو قبر میں (بشکل عذاب) کیا جائے گا، اگر قبر میں بھی تزکیہ پورا نہیں ہوا تو جہنم میں ہوگا۔'' اس لیے سب سے آسان تزکیہ دنیا کا ہے، جتنا ہوسکے جلدی اپنے رب کو توبہ کے ذریعہ خوش کرلو، وہ تو بہت جلد راضی ہوجاتے ہیں۔''

فرمایا: ''میں نے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کے بارے میں پڑھا ہے کہ وہ اپنی موت سے چند روز پہلے فرماتے تھے کہ ''اے اللہ! تیری ملاقات کا شوق ہے۔'' یہ بہت بڑی بات ہے، (یہ ارشاد فرماتے ہوئے حضرتؒ پر گریہ طاری ہوگیا) بچو! مولاناؒ تھے بھی ایسے، کسی کو اَذیت نہیں پہنچاتے تھے۔''

فرمایا: ''جیسا آدمی ویسا خطاب، ہر ایک کو تھوڑا ڈانٹا جاتا ہے، تمہاری ڈانٹ تمہارا بیٹا، تمہارا شاگرد یا مرید برداشت کرتا ہے، ہر آدمی تھوڑا ہی برداشت کرے گا؟''

فرمایا: ''ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے تنہائی میں خود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے عمر! تو اللہ سے ڈر، ورنہ اللہ تجھے عذاب دے گا۔'' بچو! یہ سب اس لیے نہیں سناتا ہوں کہ صرف سن لیا جائے، یہ ہمارے بڑے ہیں، ان کی باتوں سے ہمارے احوال صحیح ہونے چاہییے، حدیث شریف پڑھنے والوں کے احوال بدل ہی جانے چاہییے۔''

فرمایا: ''وہ لوگ کتنے مبارک ہیں جو قرآن پڑھتے ہی رہتے ہیں، ہمارے ایک ساتھی تھے، وہ کہتے تھے کہ ہماری والدہ نے کہا کہ آج تو نے سوتے سوتے تین پارے پڑھ لیے تھے۔''

فرمایا: ''شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ ''سب سے زیادہ درود شریف ہماری درسگاہوں میں پڑھا جاتا ہے، اُستاذ بھی پڑھتا ہے اور شاگرد بھی۔''

فرمایا: ''اپنی اولاد کی تربیت کرو، یہ تمہارا فریضہ ہے، جتنا ہو سکے کرلو، اور جو کوتاہی ہو جائے اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لو، اپنے بچوں کا عقیدہ نہ بگاڑو۔''

فرمایا: ''حدیث شریف میں ہے کہ بہترین سالن سرکہ ہے، نزلہ کی وجہ سے میں اسے نہیں کھا پاتا ہوں، لیکن سنت کی اتباع میں کبھی کبھی کھالیتا ہوں۔''

فرمایا: ''بچو! حالات کتنے بدل چکے ہیں، عورت دِن میں نکلتی ہے تو کہیں چلی جاتی ہے، اگر رات میں نکلے گی تو کہاں جائے گی؟ حدیث میں ہے کہ عورت کو کہیں جانا ہے تو خوشبو لگا کر نہ جائے، اب عورتیں شادی وغیرہ کی کسی بھی تقریب میں زیور پہن کر خوشبو لگا کر جاتی ہیں۔''

فرمایا: ''عورتیں عجائباتِ اقوام ہیں، اگر ان پر دس کیلو زیور بھی لا دو تو وہ اُٹھالیں گی، عورتیں تین چیزیں: برتن، کپڑے اور زیور بہت پسند کرتی ہیں، بچو! انسان کو جس چیز سے رغبت ہوتی ہے اسے اس چیز کا بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔''

فرمایا: ''جب میرے والد صاحبؒ کی وفات ہوئی تو سب رونے لگے، میں نہیں رو رہا تھا، میں نے کہا: ''رونے سے کیا فائدہ؟ روتے کیوں ہو؟ تسبیح پڑھو'' تو سب ''لا الٰہ الا اللہ'' کی تسبیح پڑھنے لگے، عورتیں اور بچے سب پڑھنے لگے، سارے تسبیح میں مشغول ہو گئے، ہم نے آہستہ سے جنازہ اُٹھایا اور لے کر چلے گئے، بچو! رونے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن رونے سے مرحومین کو کیا ملے گا؟''

فرمایا: ''بندہ نہ اپنے علم پر گھمنڈ کرے، نہ اپنی یادداشت پر اور نہ اپنے پیسوں پر، یہ جو کچھ بھی ہے وہ مولائے کریم کا عطا کردہ ہے۔''

فرمایا: ''بندہ کچھ دیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو جائے تو ملک سلیمانی سے بہتر ہے، بچو! دنیا سے بندہ رُخصت ہو تو گناہوں سے تائب ہو کر، دُھل کر صاف ہو کر جائے، یہ بہتر ہے

اس سے کہ صرف مال جمع کر کے دنیا سے رُخصت ہو۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے دو رکعات ضرور پڑھتے رہو، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''دو رکعات ایسی پڑھو کہ تمہیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو، اگر ایسا وقت نہ ملے تو نماز اس خیال کے ساتھ پڑھو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔'' بچو! ذلت کی پیشانی جب عزت کی چوکھٹ پر رکھی جائے گی تو ضرور وہاں سے کرم ہوگا۔''

فرمایا: ''جسمانی راحت کے ساتھ علم حاصل نہیں ہوتا، تمہیں اگر علم چاہیے تو محنت کرنی پڑے گی۔''

۱۴۲۷ھ میں حضرتؒ نے فرمایا تھا کہ ''میری عمر کا یہ بہترواں (۷۲) سال ہے، اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ اگلے سال اور اس کے بعد والے سال بھی زندہ رہوں گا،- ان شاء اللہ- اللہ تعالیٰ سے عمر بڑھانے کی دعا کرتا ہوں، عمر کیوں بڑھانا چاہتا ہوں؟ تاکہ کچھ کفارہ ادا کر سکوں، گناہ کیے ہیں تو معافی مانگ لوں، کچھ نیکیاں کرلوں اور نمازیں قضا کرلوں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حروف لکھوائے ہیں انہیں صاف کرلوں، تاکہ کسی طالب علم کو فائدہ ہو جائے۔''

فرمایا: ''بچو! اگر تم اپنے شاگردوں کو کچھ دو گے اور پڑھاؤ گے تو وہ تم سے محبت کریں گے، کر کے تو دیکھو۔''

فرمایا: ''ہمارے حضرتؒ (حضرت شیخ زکریاؒ) جب سفر میں جاتے تھے تو کئی پارے پڑھ لیتے تھے، بتاؤ! تم میں کون ہے جو اس طرح پڑھتا ہو؟ ہمارے بڑے اپنے بڑوں کو دیکھ کر پڑھتے تھے، بچو! تم کہاں گر گئے؟ ذرا سوچئے اپنے بارے میں،'' پھر فرمایا: ''بچو! جماعت میں جاؤ اور عملی مشق کرو، تاکہ تمہیں کچھ پتہ چلے کہ دین کیا ہے؟''

فرمایا: ''مدینہ شریف سے مکہ شریف آ رہے تھے، ہم نئی سڑک پر چلے گئے تھے، نماز کا وقت ہو چکا تھا اور مسجد کہیں نظر نہیں آ رہی تھی، سڑک کے ایک کنارے پر گاڑی روکی،

میدان میں اُترے، سبھی باوضو تھے، سب نے نماز پڑھی، جیسے ہی ہم نے نماز کے لیے گاڑی روکی تو دس پندرہ اور گاڑیاں بھی آکر رُکیں، بس بچو! اس وقت سجدہ میں بہت مزہ آیا تھا، چھوٹی چھوٹی کنکریاں بچھی ہوئی تھیں، جی بہت خوش ہو رہا تھا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے یہاں گواہی دیں گی، بچو! جب پیشانی کے نیچے کنکریاں آتی تھیں تو ہم کو بڑا مزہ آتا تھا۔''

فرمایا: ''اگر تم بڑوں کی باتیں سن کر اپنے گھر والوں کو سکھاؤ گے تو ان میں تہذیب آئے گی۔''

فرمایا: ''جس شخص میں جو خوبی ہوتی ہے وہ کہی جاتی ہے، کسی کو خراب اور برا مت کہو، ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ہے۔''

فرمایا: ''بنگال کے ایک بزرگ تھے، ان پر تواضع بہت غالب تھی، یہ کنویں سے پانی نکال کر حوض میں ڈالتے تھے اور عورتیں اس حوض سے پانی بھرتی تھیں، وہ بزرگ کنویں سے پانی اس لیے نکالتے تھے تاکہ عورتوں کو کنویں سے پانی نکالنے میں تکلیف نہ ہو، بچو! وہ بزرگ تواضع کی وجہ سر جھکائے رہتے تھے اور مخلوق اُن پر (محبت سے) ٹوٹ پڑتی تھی، ہاں بچو! بندگی کرو، اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتے ہیں۔''

فرمایا: ''ہماری ''بوستاں'' جب شروع ہو رہی تھی تو جماعت میں اٹھارہ ساتھی تھے، ہر طالب علم چاہتا تھا کہ میں پڑھنا شروع کروں گا، ان میں ایک ''چپہّ شاہ'' بھی تھے، وہ کچھ بولتے نہیں تھے، جیسے ہی اُستاذ نے کہا: ''چلو پڑھو'' تو میں نے سب سے پہلے بسم اللہ کہہ کر پڑھنا شروع کر دیا، بچو! کوئی کتاب میری موجودگی میں کسی ساتھی نے شروع نہیں کی، مجھے شوق تھا، میں تو یہی سوچتا تھا کہ پڑھ ہی لوں، کیا پتہ کتنے دِن زندہ رہوں گا؟ کیوں کہ میں بہت بیمار رہتا تھا۔''

نوٹ: ''چپہّ شاہ'' حضرتؒ نے اپنے بارے میں فرمایا تھا۔ (محمد جابر عفی عنہ)

فرمایا:''جب سجدہ میں جاؤ تو خوب دل لگا کر دعا کرو، بچو! جو لوگ سجدہ نہیں کر پاتے ان سے پوچھئے۔''

فرمایا:''مولانا ضیاء الحق صاحب فیض آبادیؒ نے ڈنڈے کا نام ''مولانا بخش'' رکھا تھا، ہمیں مولاناؒ کے مارنے سے برا نہیں لگتا تھا، اس بافیض شخصیت کا مارنا سب کو اچھا لگتا تھا، ان ہی کی دعا اور برکت تھی کہ اس نااہل نے پڑھ لیا۔''

فرمایا:''کسی کو اپنا انجام معلوم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ'' کے ذریعہ راز کھلے گا، سب کا راز کھلے گا کہ کون کیا لایا ہے؟ وہاں شرقی یا غربی نہیں چلے گا، وہاں تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانی ہوگی تو چلے گا۔''

فرمایا:''قرآن پاک کثرت سے پڑھنا بڑی سعادت کی بات ہے، تلاوت کی برکت سے خاتمہ بالخیر نصیب ہوتا ہے، بچو! قرآن خوب پڑھو، خوب پڑھو۔''

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ لوگ کیا کرتے تھے؟ کھیتی کرتے تھے اور باغات سینچتے تھے، کیا ہو گئے؟ صحابہ ہو گئے، کیا بن گئے؟ صحابہٴ رسول ﷺ بن گئے، جنہوں نے حضرت نبی اکرم ﷺ کی اتباع کر لی اُن کا نام زندہ ہو گیا، آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں ان کا نام زندہ ہو گیا، اور جنہوں نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت کی ان کا نام بھی زندہ رہا، بچو! اگر زندہ رہنا ہے تو آپ ﷺ کی اطاعت کرو۔''

فرمایا:''بڑی تمنا تھی کہ حافظ ہوتے تو جوانی میں نماز میں سورۂ بقرہ وغیرہ پڑھتے، دل کی یہ تمنا دل ہی میں رہ گئی۔''

فرمایا:''میں بیمار تھا تو نماز نہیں پڑھتا تھا، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے طلبہ سے پوچھا کہ ''وہ نماز پڑھتا ہے؟'' اس دور کے طلبہ سچے تھے، ایسی باتوں میں رعایت نہیں

کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ ''نماز نہیں پڑھتا'' پھر جب میں صحت یاب ہوا تو مولاناؒ کے پاس جا کر مصافحہ کیا، تو فوراً فرمایا: ''تم نماز کیوں نہیں پڑھتے تھے؟'' میں نے کہا: ''قطرواں آوت،'' فرمایا: ''اسی حال میں پڑھ لیتے، پھر میں مسجد گیا اور ایک ساتھ کئی نمازیں قضا کر لیں، جس جگہ میں نے نمازیں قضا کی تھیں اب تک مجھے وہ جگہ برابر یاد ہے، اس وقت مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ خوش ہو رہے ہیں، زندگی میں مجھے ایسا احساس دو مرتبہ ہوا، دوسری مرتبہ اس وقت جب طلبہ نے میرے لیے روزہ رکھا تھا، تو اِفطار کے وقت میرے قلب میں ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔''

دورۂ حدیث شریف کے طلبہ حضرتؒ کے دارالحدیث میں تشریف لانے سے پہلے باتیں کر رہے تھے، حضرتؒ جیسے ہی تشریف لائے طلبہ خاموش ہو گئے، اس وقت آپؒ نے فرمایا: ''تم میرے آنے کی وجہ سے خاموش ہو جاتے ہو، توبہ کرو بچو! اللہ کے رسول ﷺ کے اَدب میں خاموش رہا کرو، تا کہ تمہیں کچھ مل سکے، استاذ کا ادب ضروری ہے، نبی ﷺ کا ادب واجب ہے۔''

فرمایا: ''صلوٰۃ'' کے معنیٰ ہیں رحمتِ خاصہ، بچو! بیڑا پار ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت کافی ہے، اور درود شریف پڑھنے کی وجہ سے تو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔'' پھر فرمایا: ''میں کہتا ہوں کہ حضور ﷺ کو ہماری محبت اور خدمتوں کا پتہ چلتا ہے، محبت کا ثبوت دیتے ہوئے درود شریف پڑھا کرو۔''

فرمایا: ''بچو! جب نماز پڑھو تو اللہ رب ذوالجلال کا تصور کرو کہ مالک کبریائی و عظمت کے سامنے کھڑے ہو رہے ہیں، تا کہ نماز میں جی لگے۔''

فرمایا: ''بچو! معصیت سے توبہ کرو، آدمی کتنا ہی کالا ہو؛ لیکن معصیت سے بچتا ہو تو اس کا چہرہ نورانی معلوم ہوتا ہے، اور اگر بظاہر کتنا ہی خوب صورت ہو؛ لیکن معصیت میں مبتلا

رہتا ہو تو اس کا چہرہ بدنما لگتا ہے۔"

۱۴۲۷ھ میں ڈین مارک کے ایک شخص نے ناموس رسالت مآب ﷺ کی توہین کی تھی، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا کہ "اس خبیث نے اِتنی بڑی جرأت آخر کیسے کی؟ بات یہ ہے کہ ہم ہی اپنے نبی ﷺ سے دور ہو گئے ہیں اور ان کے طریقے کو چھوڑ دیا ہے، جب تک لوگ آپ ﷺ کے طریقے پر چلتے تھے تب تک غیر کو ایسی ہمت نہیں ہوتی تھی، آپ لوگ لوٹئے اور اپنے نبی ﷺ کا اتباع کیجیے، وہ جو کہہ گئے کر ڈالو، وہ جو کر گئے کر ڈالو۔"

فرمایا: "ہمارے دادا جب غسل کرتے تو تین مرتبہ بدن دھویا کرتے تھے، میں چھوٹا تھا، تو دادا سے پوچھتا کہ بدن کو تین مرتبہ کیوں دھوتے ہو؟ میں بچہ تھا اس لیے زیادہ مرتبہ دھوتا تھا، بچو! میرے دادا تین مرتبہ بدن کیوں دھوتے تھے؟ اس لیے کہ وہ سنت ہے، دادا کو اس سنت کا علم کیسے ہوا؟ ہمارے یہاں ایک پیر صاحب آتے تھے وہ سنن وآداب سکھاتے تھے۔"

5

۱۴۲۷ھ میں جب جمعیت علماءِ ہند کا دہلی میں اِجلاس تھا، تو اس میں شرکت کے لیے کچھ طلبہ گئے تھے، جو سبق میں غیر حاضر تھے، اس وقت حضرتؒ نے دریافت فرمایا کہ "بچے کہاں گئے ہیں؟" طلبہ نے کہا کہ "دہلی جلسہ میں گئے ہیں،" تو فرمایا: "ان کو بشارت دے دو کہ کچھ نہیں آئے گا، بچو! میں مسلم شریف پڑھ رہا تھا، اطلاع ملی کہ فلاں بن فلاں آئے ہیں، میں نے کہا کہ میں حدیث شریف پڑھے بغیر کہیں نہیں جاؤں گا، خواہ کوئی بھی آجائے، اللہ تعالیٰ نے اس احترام کی برکت سے حدیث پاک پڑھنے اور پڑھانے کی توفیق عطا فرمادی۔"

فرمایا: "بچو! مجھ سے عبرت لو، مجھے اپنی جوانی پر افسوس ہوتا ہے کہ کوئی نیکی اور کام نہیں کیا۔"

فرمایا: "تمھیں کیا معلوم کہ بڑوں نے مدارس میں کیسے پڑھا ہے؟ ایک طالب علم کا کھانا آتا تھا، دوسرے طالب نے کہا کہ میں بچا ہوا کھانا کھالوں گا، تو تیسرے نے کہا کہ میں

دھوون پی لوں گا، یہ تیسرے نمبر کے طالب علم بہت بڑے عالم ہوئے، شاید یہ کانپور کا قصہ ہے، ہمارے بڑوں نے فاقہ کیے ہیں۔ کشمیر کے ایک عالم مولانا عبدالولی صاحبؒ کا قصہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب نے کسی کتّے کے سامنے روٹی ڈالی، تو مولاناؒ دوڑے اور وہ روٹی کھالی، روٹی ڈالنے والا یہ دیکھ کر ناراض ہوگیا، تو مولانا نے کہا کہ انسان بھوکے ہیں اور آپ کتّے کو کھانا ڈال رہے ہیں، ہمارے بڑوں نے اس طرح کی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔

فرمایا: ''مدینہ شریف میں ایک مولوی صاحب رہتے تھے، انہیں کئی دن سے فاقہ تھا، راستہ میں جا رہے تھے، ایک رِیال پڑا ہوا ملا تو اس سے روٹی خرید کر کھالی۔''

پھر حضرتؒ نے فرمایا کہ ''مکہ مکرمہ میں مجھے جتنا کھانا ہوتا ہے اتنا کھالیتا ہوں، بقیہ شریک دسترخوان کو کھلا دیتا ہوں، پھینکتا نہیں ہوں۔'' بچو! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر تم نے روٹی کا ایک ٹکڑا کھا کر دوسرا پھینک دیا، تو آخر اس سے تمہیں کیا ملا؟ ان لوگوں سے پوچھئے جنہیں دو لقمے بھی میسر نہیں، بچو! اللہ تعالیٰ کی نعمت کو پھینکنا نہیں چاہیے، ادب کرنا چاہیے اور بہت ڈرنا چاہیے، میں نے مطبخ کی روٹی کبھی نہیں پھینکی، بچو! ضروری بات ہے کہ روٹی کی قدر کرو، ٹکڑے نہ پھینکو۔''

پھر فرمایا: ''علاقہ قباء میں میری دعوت تھی، ایک بڑا رئیس آیا اور اس نے بچا ہوا کھانا کھالیا، وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہاں کے لوگ جھوٹا کھانا بھی کھالیتے ہیں۔''

فرمایا: ''حدیث شریف میں آیا ہے کہ کتّے کے منہ ڈالنے سے پانی ناپاک ہوجاتا ہے، عارفین کہتے ہیں کہ نفس کُتّا ہے، اگر نفس کے اخلاق صحیح نہ ہوں تو وہ جس برتن میں منہ ڈالے گا وہ ناپاک ہوجائے گا، بعض اہل اللہ کو یہ سب نظر بھی آتا ہے، وہ اہل کشف ہوتے ہیں۔''

فرمایا: ''کوئی شخص اپنی ذات سے بد بخت نہیں ہوتا، بچو! انسان کو جیسی صحبت ملتی ہے

ویسا ہی بن جاتا ہے، لہٰذا اچھی صحبت اختیار کرو، بزرگوں کے ملفوظات پڑھو، میں حضرت اقدس تھانویؒ کے ملفوظات پڑھتا تھا، جب رونا آتا تو کتاب چہرہ پر رکھ لیتا تھا، بڑوں کی کتابیں پڑھو گے تو تمہارا دل روئے گا، پڑھنا ہے تو اچھی باتیں پڑھو۔''

فرمایا: ''میں بچپن میں بہت ڈرتا تھا، میں ایک مرتبہ کھلیان میں گیا، میرے ساتھ اور بھی کئی بچے تھے، وہ اپنے گھر چلے گئے اور میں گھر بنانے میں مشغول تھا، رات ہوگئی، تو ڈرنے لگا، اگر والدہ صاحبہؒ ہوتیں تو فکر کرتیں کہ کہاں گیا؟ لیکن والدہ نہیں تھیں، کسی نے فکر نہیں کی، سب سوگئے، رحمان و رحیم ذات جس نے اپنا نام رب العالمین رکھا ہے اس نے مجھ پر نیند غالب کردی، میں سوگیا، وہاں سانپ اور شیر رہا کرتے تھے، لیکن کچھ نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی، صبح اُٹھ کر گھر چلا گیا، میں نے زندگی میں دوبارا ایسی غلطی کی۔''

فرمایا: ''غلطی کا جواب غلطی سے نہیں؛ بلکہ اچھائی سے دو، تاکہ اچھائی پھیلے اور عداوت نہ پھیلے۔''

فرمایا: ''مدارس کی کثرت نے طلبہ کو بڑھا دیا اور علم کو گھٹا دیا۔''

فرمایا: ''بچو! میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں ہر وقت اپنے برے اعمال کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہوں۔''

۱۴۲۷ھ میں ڈین مارک کے ایک شخص نے ناموسِ رسالت مآب ﷺ کی توہین کی تھی، جس کے خلاف سہارن پور میں ایک بہت بڑا جلسہ ہونے والا تھا، اس وقت حضرتؒ نے فرمایا کہ ''بچو! دعا کرو، جلسہ ہونے والا ہے، دعا بڑے مسائل کو حل کردیتی ہے، یہ مسئلہ حضور پاک ﷺ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ ہے؛ اس لیے بڑا سنگین ہے، اللہ تعالیٰ کے سامنے ماتھا رگڑو اور کہو کہ ''اے اللہ! یہ جو کچھ ہوا ہے ہماری غلطیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔''

فرمایا: ''قاعدہ ہے کہ حصولِ علم میں جب آدمی شوق کے ساتھ لگ جاتا ہے تو اس کو

علم سمجھ میں آتا ہے،اور بغیر شوق کے پڑھنے سے علم سمجھ میں نہیں آتا۔‘‘

فرمایا:’’ایک طالب علم- جسے کشف ہوتا تھا- میرے پاس آکر اپنے متعلق کہنے لگا کہ آج میں جب وضو کررہا تھا تو ہاتھ دھوتے وقت سیاہی ٹپک رہی تھی، دھونے کے بعد میرا ہاتھ شیشہ کی طرح چمکنے لگا، بچو! وہ طالب علم انتہائی کالا تھا، کالی رات جیسا، بچو! جب وضو کرو تو نیت کرو کہ گناہ جھڑ جائیں۔‘‘

فرمایا:’’جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے چہرے کی رونق اٹھالی جاتی ہے،اور جب بندہ دو رکعات نماز پڑھتا ہے تو اس کے چہرے پر رونق آجاتی ہے، میں ایک دِن غسل کررہا تھا، اس وقت دعا کررہا تھا کہ اے اللہ! میں جیسے اپنے ظاہر کو پاک کررہا ہوں ویسے ہی تو میرے باطن کو بھی پاک فرمادے، اتنا کہتے ہوئے میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے، غسل کر کے جب میں مسجد میں گیا تو ایک صوفی صاحب مجھے دیکھ کر میری پیشانی پر بوسہ دینے کی کوشش کرنے لگے، بچو! میں سمجھ گیا، وہ اس لیے ایسا کررہے تھے کہ میں ابھی اللہ تعالیٰ کے سامنے روکر آیا تھا، ان کو کشف ہوگیا تھا، بچو! تم توبہ کروگے تو چہرے سے ظلمت دور ہوگی۔‘‘

فرمایا:’’اللہ تعالیٰ کو جو صورت پسند ہے وہی اختیار کرو، نبی ﷺ کی صورت اختیار کرو۔‘‘

فرمایا:’’حضرت اورنگ زیبؒ قرآن لکھتے تھے، اس کی اُجرت لیتے تھے، اور اسی سے اپنے گھر کا گذارہ کرتے تھے، بچو! تم نے کبھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا ہے؟ میرا نفس اندر سے کہتا ہے کہ تو نے کبھی اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا ہے؟ بچو! جب بھی میں کھانا کھاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ وہ کھلا رہے ہیں، اور توبہ بھی کرتا ہوں، اس لیے کہ میں اس نعمت کا اہل نہیں ہوں۔‘‘

فرمایا:’’نماز پڑھنے سے گھر میں خیر آتی ہے، بچو! اپنے گھروں اور حجروں میں نماز

9

پڑھتے رہو، بچو! ذکر ذاکر کو نورانی بنا دیتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’بچپن میں ایک مرتبہ جب میں کھیت میں بیٹھا ہوا تھا، تو دل میں ایک بات آئی کہ سنّی کو ’’سنّی‘‘ کیوں کہتے ہیں؟ اور شیعہ کو ’’شیعہ‘‘ کیوں کہتے ہیں؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ سنّی کو ’’سنّی‘‘ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے بزرگوں سے باتیں سن سن کر یاد کرتے ہیں، اور شیعہ کو ’’شیعہ‘‘ اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سیاہ ہیں، ان کا مذہب اچھا نہیں ہے، جس جگہ بیٹھ کر میں یہ سب سوچ رہا تھا وہ مجھے اب تک یاد ہے۔‘‘

فرمایا: ’’اصل کفن تو نیکیوں کا ہے، جب بندہ نیکیوں کو ساتھ لے کر جاتا ہے تو نیکیاں وہاں کام دیتی ہیں، نیکیاں کیا ہیں؟ حقوق اللہ ادا کرو، بندوں کے ساتھ زیادتی نہ کرو، بچو! ہم نے نیکیاں نہیں کیں، توبہ کرتے ہیں، کسی کی خدمت نہیں کی، کسی کو پانی نہیں پلایا اور نہ ہی کھانا کھلایا، بچو! کچھ نہیں کیا، کچھ نہیں کیا، بچو! بندگی اختیار کرو، بندہ بن کر رہنے میں جتنا مزہ ہے وہ اور کسی چیز میں نہیں۔‘‘

فرمایا: ’’بچو! زیادہ نصیحت نہیں کرتا ہوں، بس دو باتوں کی نصیحت کرنا چاہتا ہوں: (۱) روزانہ تھوڑا قرآن پڑھو۔ (۲) اگر آپ کے پاس کچھ پیسے ہیں تو غریب کو دو۔ یہ ہے نصیحت، دو پیسے دینے سے دنیا کی بلا دور ہو جائے گی اور آخرت کی گرفت سے بچ جاؤ گے۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب کامل پوریؒ کا قصہ ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں جب پڑھنے کے لیے سہارن پور روانہ ہوا تو گاؤں کے تمام اساتذہ سے ملا، مگر ایک استاذ سے مل نہ سکا، مولاناؒ فرماتے ہیں کہ میں ذہین سمجھا جاتا تھا، لیکن جب سہارن پور پڑھنے کے لیے پہنچا تو کتاب سمجھ میں نہیں آ رہی تھی، تو جن اُستاذ کی ملاقات باقی رہ گئی تھی اُن کو میں نے خط لکھا کہ حضرت! آپ کی ملاقات باقی رہ گئی تو مجھے سبق سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، میں آپ کی ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا تھا، مگر آپ موجود نہیں تھے، حضرت! میں معافی چاہتا ہوں،

اُستاذ نے جواب میں لکھا کہ تم چھوٹے اُستاذ کو چھوٹا سمجھتے ہو، بچو! چھوٹے اُستاذ کو چھوٹا نہ سمجھو، کیا پتہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ان کا مرتبہ کیا ہو؟ بچو! انہوں نے ہی تو تم کو آگے بڑھایا ہے، لہٰذا ان کی قدر کرو۔''

فرمایا: ''بچو! تم مسلمان ہو اور انسان بھی ہو، مسلمان بندے کو چاہیے کہ وہ مسلمان کی بھی رعایت کرے اور انسان کی بھی، میں ایک مرتبہ گھر سے واپس آرہا تھا، راستہ میں ایک غیر مسلم اندھا شخص ملا، اس وقت میرے پاس پیسے نہیں تھے، میرے ساتھ بنگال کے ایک طالب علم تھے، میں نے ان سے آٹھ آنہ مانگا، تو انہوں نے کہا کہ وہ غیر مسلم ہے، اس کو کیوں دیتے ہو؟ میں نے کہا: ''اس کی دونوں آنکھیں نہیں ہیں اور میری دونوں ہیں، کیا میرے ذمہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا نہیں ہے؟''

فرمایا: ''یہاں (مظاہر علوم) کے اساتذہ دال روٹی کھاتے تھے، مدرسہ کی ایک خوراک (دو روٹی) میں میاں بیوی کھا لیتے تھے، اس طرح ان کا گذر ہوتا تھا، ہمارے ایک اُستاذ تھے، ان کا معمول تھا کہ اگر دِن میں ایک مرتبہ کھا لیا تو پھر دوسرے دِن کھاتے تھے، سالہا سال اس طرح کیا، بچو! یہ سب سوچ کر بڑا افسوس ہوتا ہے، ہمارے سب اساتذہ غریب تھے، سب کے یہاں فاقہ ہوتا تھا، ایک اُستاذ تھے، جنہوں نے تین دِن تک فاقہ کیا، جب باہر نکلے تو پاؤں لڑکھڑانے لگے، بچو! مظاہر علوم کی خصوصیت تھی کہ اساتذہ فاقہ کرتے تھے۔''

ایک مرتبہ سبق کے دوران حضرتؒ نے فرمایا: ''بچو! جب بھی نبی ﷺ کا نام مبارک لیا جائے تو جتنا ہو سکے درود شریف پڑھ لیا کرو۔''

فرمایا: ''اچھا اُستاذ وہ ہے جو تمہیں اَدب سکھائے اور اچھی تعلیم دے، ہمارے استاذ حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ مارتے تھے، لیکن طلبہ ان کی مار سے بہت خوش ہوتے تھے،

9

طلبہ تمنا کرتے تھے کہ مولاناؒ انہیں ماریں، جب حضرت مولاناؒ نے مار بند کردی تو میں نے ایک خط لکھا، جس میں تین باتیں لکھیں کہ ’’ آپ ہماری غلطی معاف فرما دیں، آئندہ سال پھر چھڑی اُٹھائیں، ورنہ ہماری تعلیم تباہ ہو جائے گی، اور شرحِ مأۃ اپنے یہاں رکھیں۔‘‘ جو طالب علم حضرت مولاناؒ کے پاس شرحِ مأۃ پڑھتا تھا اس کو عبارت پڑھنا آجاتا تھا، حضرت مولاناؒ صاف بولی بولتے تھے، سچ بولتے تھے، بتاؤ! کیا ایسے اُستاذ یاد نہیں آئیں گے؟ حضرت مولاناؒ ’’آمدنامہ‘‘ زبانی سنتے تھے، جب کبھی آپ کو شک ہوتا تو کتاب کھول کر سن لیتے تھے، ایک سانس میں کئی گردانیں سن لیتے تھے، جب ’’آمدنامہ‘‘ پوری ہوئی تو فرمایا کہ دو دِن بعد پوری کتاب زبانی سنی جائے گی، جب ہماری میزان شروع کی تو فرمایا: ’’ایک سانس میں چار مرتبہ ’’فعل، فعلا، فعلوا......الخ‘‘ پڑھو، پورے مدرسہ میں ایک شور بپا ہوگیا، ہر طرف گردان پڑھنے کی آواز آتی تھی، اسی طرح ہم لوگ چلتے چلتے صرفِ صغیر کرتے تھے، جو لفظ ذہن میں آتا اس کی صرفِ صغیر بنا ڈالتے! (جیسے لکڑی کو دیکھا تو اس کی گردان کرلی): ’’لَكَّـرَ، يُلَكِّرُ، تَـلْكِيرًا......الخ‘‘ بچو! جس نے بھی حضرت مولاناؒ کا ادب کیا اللہ تعالیٰ نے اسے کچھ نہ کچھ دیا، ہاں، جس نے حضرت مولاناؒ کے ساتھ بے وفائی کی وہ نقصان میں رہا۔

بچو! پہلے مائیں سکھاتی تھیں کہ اُستاذ کا حق ہے، مائیں کہتی تھیں کہ ارے! وہ تیرا اُستاذ ہے، آج تم نے یہ سب نہیں سیکھا، آج کل کے طلبہ سوچتے ہیں کہ اُستاذ پر ہمارا احسان ہے، بچو! اگر تم یہ سوچوگے تو تمہیں کچھ نہیں ملے گا، یہ سوچو کہ اُستاذ کا حق ہے، اُستاذ کا احسان ہے، میں اُستاذ کے ہاتھوں پیٹا گیا تو کیا ذلیل ہوگیا؟ نہیں؛ بلکہ اتنی ہی عزت ملی، مجھے مولاناؒ کبھی کبھی بیس بیس جوتے مارتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، اُن ہی کی وجہ سے میں نے پڑھ لیا۔

حضرت مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کو جب کسی طالب علم کو مارنا ہوتا تو فرماتے کہ قاری صاحب کے یہاں سے چھڑی لے آؤ، سارے بچے ان کی مار کے متمنی ہوتے، بچے یہ

چاہتے تھے کہ مولاناؒ ہمیں ماریں، اُستاذ کی مار سے کبھی ناراض نہ ہو بچو! جو طالب علم اُستاذ کی چھڑی برداشت کرتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ملتا ہے۔''

فرمایا: ''اساتذہ درس میں وہ باتیں بیان کر جاتے ہیں جو کتابوں میں نہیں ملتیں۔''

فرمایا: ''مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے فرمایا کہ ''میں تنخواہ منطق پڑھانے پر لیتا ہوں، یہ حضرت مولاناؒ کا خاص مزاج تھا، وہ دینیات مسجد میں پڑھاتے تھے، منطق کا سبق مسجد میں نہیں پڑھاتے تھے۔

فرمایا: ''مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے جب ہم بچوں کو ''گلستاں'' شروع کرائی تو فرمایا: ''جانتے ہو یہ کس فن کی کتاب ہے؟'' ہم نے کہا: ''نہیں، مولصاب'' فرمایا: ''فن تصوف کی کتاب ہے،'' بس اتنا کہا کہ ''فن تصوّف،'' ہم بچوں سے کوئی پوچھتا کہ کیا پڑھتے ہو؟ تو ہم کہتے کہ تصوّف پڑھ رہے ہیں، تصوّف کیا چیز ہے؟ ہم نہیں جانتے تھے، بچو! مولاناؒ میں خلوص بہت تھا۔''

فرمایا: ''بچو! میں تمہیں اَدب سکھاتا ہوں کہ کبھی بھی بڑوں کے سامنے بے ضرورت نہ بولو اور غیر مستند بات بھی مت کہو۔''

فرمایا: ''میں نے ایک صاحب سے کہا کہ ڈاڑھی رکھئے، روزی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے، اللہ تعالیٰ ہی سب کی پرورش کرتا ہے، روزی تمہیں ضرور ملے گی، ڈاڑھی رکھو یا نہ رکھو، نماز پڑھو یا نہ پڑھو، جب یہی بات ہے تو اللہ والے بن کر رہو، روزی تو اُسی کی کھا رہے ہو، تو پھر نافرمانی کر کے کیوں کھاتے ہو؟ فرماں برداری کر کے کھاؤ۔''

فرمایا: ''ہمارے اُستاذ حضرت مولانا صدیق صاحب کشمیریؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''تم اپنی دو روٹی میں سے آدھی روٹی فقراء کو دے دیا کرو۔'' بچو! روٹی بچتی تھی، ہم اسے بیچ کر قلم وغیرہ خرید لیا کرتے تھے، لیکن حضرت مولاناؒ کے فرمانے کے بعد دارالطلبہ کے مطبخ کے

9

سامنے جو فقراء بیٹھتے تھے ان کو آدھی روٹی دے دیا کرتے تھے، ڈیڑھ روٹی میں ہمارا پیٹ بھر جاتا تھا۔'' پھر فرمایا: ''حضرت مولانا صدیق صاحبؒ کو تین مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھ کر ایصالِ ثواب کرو۔'' (طلبہ نے تین مرتبہ ''قل ھواللہ'' پڑھی) پھر حضرتؒ نے فرمایا: ''حضرت مولاناؒ آج کتنے خوش ہوئے ہوں گے۔''

(قارئین سے درخواست ہے کہ ''قل ھواللہ'' تین مرتبہ پڑھ کر حضرتؒ کو ایصالِ ثواب فرمائیں۔ از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ''جب میں مدینہ شریف سے نکلتا ہوں تو بچوں کو کہتا ہوں کہ جب اونٹ نظر آئے تو مجھے دِکھانا، جب اونٹ نظر آتا ہے تو بچے گاڑی روک کر بتاتے ہیں کہ یہ اونٹ ہے، کیوں؟ کیا مجھے اونٹ دیکھنے کا شوق ہوتا ہے؟ نہیں ...... اس لیے کہ یہ نبی پاک ﷺ کے بلاد کا جانور ہے، اب تو بچو! اونٹ بہت کم ہوگئے ہیں۔''

فرمایا: ''اب تو مسلمانوں کا یہ حال ہوگیا ہے کہ جسے دیکھو اے.سی. (A.C.) چاہیے، اسبابِ راحت چاہیے، دین کی کوئی فکر نہیں۔''

فرمایا: ''بچو! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تہجد کی عادت ڈالو، یہ مبارک نماز کب نصیب ہوگی؟ جب بڑھاپا آجائے گا تو کچھ نہیں کرسکو گے، میں نے ساری زندگی کچھ نہیں کیا، آگے مالک کی مغفرت کے علاوہ کچھ نہیں، موت ہر ایک کو آنی ہے، تو تھوڑی تیاری کرلو، تاکہ بعد میں آرام پاسکو، بچو! نفلیں ضرور پڑھا کرو، تاکہ ذخیرہ ہو جائے، جب مر جائیں گے تو کام آئے گا۔'' (یہ ۱۴۲۷ھ کا ملفوظ ہے)۔

فرمایا: ''بیوی ایسی ہونی چاہیے کہ جو چیز شوہر کو ناپسند ہو وہ اُسے بھی ناپسند ہو، سینما اور ٹیلی فون سے بے حیائی عام ہوگئی اور خاوند کی نافرمانی بڑھ گئی۔''

فرمایا: ''مشکوک مال سے خود کی حفاظت کرو، روزی روٹی سو روپیوں میں نہیں رکھی

9

ہے، اگر تم ان مشکوک سو روپیوں کو نکال دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے روزی کا انتظام فرمائے گا، پالنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، کیا وہ تمہیں بھول جائیں گے؟ وہ تو کسی بھی راستے سے تمہیں کھلائیں گے، کیا تم نہیں جانتے کہ روزی اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں؟''

فرمایا: ''تبلیغ کا کام اگر اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیا جائے تو دین داری ہے، اور اگر واہ واہ اور ''ماشاءاللہ'' کہلوانے کے لیے کیا جائے تو دنیا داری ہے، بچو! چھٹیوں کے زمانہ میں جماعت میں جاؤ، میں بھی ایک بار ایک چلہ کے لیے تبلیغ میں گیا ہوں، اب تو میں عملی طور پر جماعت میں جا نہیں پاتا، بچو! مجھ میں طاقت نہیں ہے، میں پہلے سے بیمار رہتا ہوں، بچو! یہ کام عوام میں دین پھیلانے کا زبردست ذریعہ ہے، دیہاتوں میں جاؤ، انہیں نبی پاک ﷺ کی باتیں سناؤ، دیہاتوں میں کتنی جہالت اور غفلت ہے؟ وہاں محنت کرو، چار پانچ آدمیوں کو نمازی بنالو گے تو آخرت میں کام آئے گا۔''

۱۹/ رمضان المبارک/ ۱۴۳۸ھ کو ختم قرآن کے موقع پر حضرتؒ نے مولانا حنیف صاحب پالن پوری کو دعا کرانے کا حکم فرمایا، مولانا نے دعا کرائی، اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا:

''ہم انسان ہیں، ہمارے احتیاج کی وجہ سے دین و دنیا کے متعلق ہماری ہزاروں ضرورتیں ہیں، ہم ختم قرآن کے موقع پر جمع ہوتے ہیں، کیوں کہ قرآن کے ختم پر دعا قبول ہوتی ہے، لیکن دعا میں دنیا ہی کو مقصود نہ بناؤ، آخرت کو بناؤ، دنیا سو سال کی بھی ہو جائے تو بالآخر ختم ہو جائے گی، آئندہ کی جو زندگی ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوگی، تو جو ختم ہونے والی زندگی ہے اس کے لیے بقدرِ ضرورت مانگو، اور جو زندگی کبھی ختم نہیں ہونے والی ہے، اس کے لیے اسی کے شایانِ شان اہتمام کیا جائے، اکثر لوگ جمع ہوتے ہیں تو صرف اپنی دنیا کی ضرورتوں کے لیے، اس میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ ہم محتاج ہیں، لیکن آخرت کی ضرورت کو مقدم

رکھنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہمیں اتباعِ رسول ﷺ کی توفیق عطا فرمائے، بدعتوں اور گمراہیوں سے بچائے، آج کل قادیانی فرقہ بہت فتنہ پھیلا رہا ہے، یہ کافر لوگ ہیں، کسی کا کوئی بھی رِشتہ دار جو قادیانی ہو جائے تو وہ مرتد ہو گیا، کافر ہو گیا، اس کے ساتھ سلوک، ملنا جلنا اور رہنا جائز نہیں ہے، اس بات کا اہتمام کیا جائے، قادیانی بہت مکاری کرتے ہیں، مسلمانوں میں گھس کر چھپ کر انہیں گمراہ کرتے ہیں، ان سے بچنے کا اہتمام کیا جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔

آخری دعا:

۹/ رمضان المبارک/ ۱۴۳۸ھ کو دعا کرنے سے پہلے حضرتؒ نے فرمایا کہ ''ہم لوگ گناہ بہت کرتے ہیں، دعا کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ بندہ مخلص ہو، گناہوں سے تائب ہو، اسی لیے اِمام بخاریؒ نے ''کتاب الدعوات'' کی ابتدا میں ''باب الاستغفار والتوبۃ'' کو پہلے ذکر فرمایا ہے، ضرورت ہے کہ ہم پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کریں اور تمام مؤمنین کے لیے استغفار کریں، درود شریف پڑھیں، پھر دعا مانگیں۔''

اس کے بعد حضرتؒ نے خلافِ معمول ۱۷ منٹ دعا فرمائی، اس کے بعد حضرتؒ نے تقریباً ۷ شوال کو ۲ منٹ اجتماعی دعا فرمائی، جو آپؒ کی آخری دعا تھی، مذکورہ دعا ۹/ رمضان المبارک کی ہے:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، وَ الۡعَاقِبَةُ لِلۡمُتَّقِيۡنَ، وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ إِمَامِ النَّبِيِّيۡنَ وَ خَاتِمِ النَّبِيِّيۡنَ وَ قَائِدِ الۡغُرِّ الۡمُحَجَّلِيۡنَ، رَسُوۡلِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، وَ عَلٰى آلِهٖ وَ أَصۡحَابِهٖ وَ مَنۡ تَبِعَهُمۡ بِإِحۡسَانٍ إِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ.

رَبَّنَا ظَلَمۡنَا أَنۡفُسَنَا وَ إِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَ تَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ، رَبِّ

اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ أَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِنْ نَسِيْنَآ أَوْ أَخْطَأْنَا، رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا، رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ، وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَآ أَنْتَ مَوْلٰنَا، فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ.

اَللّٰهُمَّ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! اغْفِرْ لَنَا وَ لِوَالِدَيْنَا وَ لِآبَائِنَا وَ لِأُمَّهَاتِنَا وَ لِأَقَارِبِنَا وَ لِأَسَاتِذَتِنَا وَ لِتَلَامِذِنَا وَ لِمَنْ تَعَلَّقَ بِنَا وَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ، الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَ الْأَمْوَاتِ.

يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! أَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا فِيْ دِيْنِنَا وَ دُنْيَانَا، وَ أَصْلِحْ دُنْيَانَا الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشُنَا، وَ أَصْلِحْ لَنَا دِيْنَنَا الَّذِيْ فِيْهِ آخِرَتُنَا وَ مَعَادُنَا. يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ! اِرْحَمْنَا وَ جَمِيْعَ الْمُسْلِمِيْنَ فِيْ جَمِيْعِ بِقَاعِ الْعَالَمِ، وَ أَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا كُلَّهٗ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ.

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ أَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِنَا، وَ رَحْمَتُكَ أَرْجٰى عِنْدَنَا مِنْ أَعْمَالِنَا، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ! يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ! رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ، رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ.

اے اللہ! ہم سب کی مغفرت فرما، ہمارے گناہوں سے درگذر فرما، ہمیں گناہوں سے سچی پکی توبہ نصیب فرما، ایسی توبہ نصیب فرما کہ وہ ٹوٹنے نہ پائے، اے اللہ! ہمیں گناہوں سے پکی توبہ نصیب فرمادے، اے اللہ! ہمیں اپنی توبہ پر جمے رہنے کی توفیق دے۔

اے اللہ! یہ یہ حاضرین اس اُمید پر آئے ہیں کہ ان کی ضرورتیں پوری ہوں گی، بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا کی ضرورتوں کے لیے آئے اور آخرت کی ضرورتیں بھول گئے، مجھے اِن باتوں سے بڑی اُلجھن ہوتی ہے، بھائی! توبہ کرو، دنیا کیا ہے؟ آج نہیں تو کل چھوٹے گی، مرجائیں گے اور سب کچھ یہیں رہ جائے گا، جو کچھ مال و دولت، مکان و دُکان

اور کپڑے لتے ہیں سب یہیں چھوڑ کر چلے جائیں گے، آخرت میں صرف اعمال جائیں گے، وہی ساتھ رہیں گے، اسی کے اعتبار سے حساب ہوگا، ہم سب اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کا عزم کریں، آخرت کو اپنا مقصود بنائیں، اللہ تعالیٰ ہماری آخرت درست فرمائے، ہمیں سچا پکا مسلمان بنائے، اس وقت بے شمار بدعتیں پھیل گئی ہیں، لوگ دنیا کے پیچھے کتوں کی طرح دوڑ رہے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کو اس سے پاک فرما، اے اللہ! آخرت کی طرف توجہ نصیب فرما، اے اللہ! ہماری آخرت درست فرما، اے اللہ ہماری آخرت کے معاملہ کو درست فرما، اے اللہ ہمارے اعمال درست فرما دے، ان میں اخلاص کی جان ڈال دے، اے اللہ! ان میں تقدس ڈال دے، ہم میں ''إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ'' کی صفت پیدا فرما دے، اے اللہ! تقوی نصیب فرما دے، اے اللہ! تقوی عن الحرام عطا فرما دے، تقوی عن الکفر والشرک عطا فرما، تقوی عن البدعۃ عطا فرما، تقوی عن ترک الفرائض نصیب فرما، اے اللہ! تقوی عن ترک السنن نصیب فرما، تقوی عن ترک المستحبات عطا فرما، تقوی عن ترک المندوبات عطا فرما، اے اللہ! تقوی کا ہر درجہ ہمیں نصیب فرما، گناہوں سے ہم میں نفرت پیدا فرما دے، گناہوں سے بچنا ہمیں نصیب فرما، اپنے نبی ﷺ کا صحیح اتباع نصیب فرما، ظاہر و باطن میں ہر گناہ کو چھوڑنا نصیب فرما۔

اے اللہ! ہمیں ''وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ'' پر پورا عمل نصیب فرما، اے اللہ! ''اُدْخُلُوْا فِيْ السِّلْمِ كَافَّةً'' پر پورا عمل نصیب فرما، اسلام کی ہر چیز اختیار کرنے کی توفیق نصیب فرما، ہمیں صحیح دین پر چلنے کی توفیق دے، ادیانِ باطلہ کی طرف جانے سے ہماری حفاظت فرما، شہر کے مسلمانوں کی بھی حفاظت فرما، دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت فرما، اس بلاءِ عام کو دور فرما۔

اے اللہ! ہمیں بدعات سے بچنے کی توفیق نصیب فرما، طریق بدعت سے نکلنے کی

توفیق عطا فرما، طریق سنت پر آنے کی توفیق عطا فرما، طریق نبوّت اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما، ظاہر و باطن میں ہمارا مقصود سنت کو بنا دے، ہر چیز میں رسول اللہ ﷺ کو پیشوا بنانے کی توفیق نصیب فرما۔

اے اللہ! تو ہم سے اپنی طرف سے راضی ہو جا، ہم تیرے قابل نہیں، تیرے کرم کے بغیر ہمارا کام نہیں چل سکتا، اے اللہ! ہم پر رحم فرما، ہم پر رحم فرما دے، اے اللہ! مسلمانوں کی بے کسی دور فرما دے، اے اللہ! نہ مال ہے، نہ دولت ہے، نہ حکومت ہے، لیکن ہم صرف تیری ذاتِ والا صفات کو پکڑے ہوئے ہیں، تیری توحید کے قائل ہیں، تیرے نبی ﷺ کے دین کے قائل ہیں، تیرے نبی ﷺ کے دین کو اپنا سب کچھ بنائے ہوئے ہیں، اسی کو اختیار کرنے کا جذبہ ہے، اسی کو اختیار کرنے کا اَرمان ہے، اے اللہ! ہم پر فضل فرما، اے اللہ! ہماری حفاظت فرما، بلاؤں سے حفاظت فرما، دشمنوں کی طاقت کو ناکام فرما، ہمارے خلاف سوچنے کا جذبہ ان کے دلوں سے نکال دے، اے اللہ! اس وقت کے حکام کے دلوں کی اصلاح فرما، ان کے قلوب اسلام کے حق میں نرم فرما، ان کے دلوں کو اسلام کے لیے کشادہ فرما، دلوں پر ایمان کی عمومی بارش نازل فرما، ایمان کی ہوائیں چلا دے، ایمان کی فضا قائم فرما دے، اے اللہ! اسلام پر عمل کو جاری فرما دے، اسلام کو ہر طرح روشن فرما، اے اللہ! بے نمازیوں کو نماز کی توفیق دے، ڈاڑھی منڈوں کو ڈاڑھی منڈوانے سے توبہ کی توفیق دے، حرام کے مرتکبین کو حرام سے بچنے کی توفیق دے، شراب نوشی سے بچنے کی توفیق دے، دیگر منشیات سے بچنے کی توفیق دے، اے اللہ! جتنے برے اعمال مسلمانوں میں رائج ہیں ان تمام سے بچنے کی توفیق عطا فرما، ہدایت کو عام فرما دے، ہدایت کی ہر چیز کو عام فرما دے، سنت نبویہ کو زندہ فرما، نبی ﷺ جس چیز کو لے کر آئے اسے صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے، غیروں کو بھی سمجھنے کی توفیق دے، اے اللہ! تو ہی سب کو سمجھا دے کہ طریق نبوی میں نجات ہے، محمد ﷺ آخری نبی ہیں، تیرے آخری پیغام کو لے کر آئے ہیں، سب کو اسی کی طرف جانے کی توفیق دے، سب کو اس کے اختیار کرنے کی توفیق دے، سب کو اس پر جم جانے کی توفیق

دے، سب کو اس پر مر مٹنے کی توفیق دے، ہر طرف سے دین اسلام کی حفاظت فرما، اے اللہ! حاضرین کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا فرما، اسلام اور ایمان کے مفید ہونے کا یقین ان کے قلوب میں پیدا فرما، اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا، اپنی مرضیات پر چلا، ہماری ہر ضرورت کو غیب سے پورا فرما، تمام دنیا کے لوگوں کی ضرورتوں کو بھی پورا فرما، اے اللہ! جو تجھ سے اور تیرے نبی ﷺ سے عداوت نہیں رکھتے ان سب کے لیے ہدایت کو عام فرما، اور جو عداوت رکھتے ہیں ان کے دلوں کو بھی کشادہ فرما، ان کو سمجھ عطا فرما، اے اللہ! یہود و نصاریٰ اور دیگر اہل باطل کو توبہ کی توفیق نصیب فرما، ہر بات میں خیر کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما۔

اے اللہ! ہر ایک کا انجام ہدایت کے مطابق فرما، اے اللہ! سب کے انجام کو بہتر بنا، اے اللہ! ہم سب کے لیے خیر کی دعا مانگتے ہیں، سب کے لیے طریق جنت کی دعا مانگتے ہیں، ہم تجھ سے جنت حاصل ہو سکے ایسے اعمال اختیار کرنے کی دعا مانگتے ہیں، اے اللہ! تو ہم سے راضی ہو جا، ہمیں اپنی مرضیات پر چلا اور نامرضیات سے ہماری حفاظت فرما، مکروہات سے حفاظت فرما، ہمارے شہر کی فضا درست فرما، ہمارے ملک کی فضا درست فرما، اے اللہ! ملک کے احوال کو صحیح فرما، اے اللہ! تنگئ معاش کو ختم فرما، اے اللہ! سب کو ہدایت نصیب فرما، اے اللہ! کرم کا معاملہ فرما، کرم والے راستوں کو کشادہ فرما دے، اے اللہ! ہم پر اپنے فضل و کرم کو کھول دے، اے اللہ! ہمیں اپنا بنا لے، اے اللہ! ہمیں سو فی صد تیرا تابع بنا دے، نبی ﷺ کا متبع بنا دے، اے اللہ! جو لوگ اس وقت اپنے مال و اولاد، دکان و مکان اور روزگار وغیرہ کی مشکلات لے کر آئے ہیں ان تمام کی مشکلات دور فرما دے، اے اللہ! سب کی ضرورتیں پوری فرما، پریشانیاں ختم فرما، اے اللہ! ہماری اولاد کو اصلاح کے راستے پر چلا، مکان و دکان کی حفاظت فرما، اے اللہ مکان و دکان میں برکت عطا فرما، ہمیں شیطانی اعمال سے بچنے کی توفیق عطا فرما، حاضرین کی تمام جائز مرادیں پوری فرما، سب کو صحت عطا فرما، دینی اور دنیوی صحت دے، اے اللہ! روحانی اور جسمانی صحت دے، روح کی اصلاح فرما، اے اللہ! ہمارے اعمال کو صحیح فرما، ہمارے اعمال کی کوتاہیاں دور فرما، حاضرین کے عقائد صحیح فرما، بطلان اور اہل باطل سے بچنے کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! اپنا کرم فرما۔

اے اللہ! ہم ان سب باتوں کا سوال کرتے ہیں جن کا ہمیں سوال کرنا چاہیے اور جن باتوں کا تیرے نبی ﷺ نے سوال کیا ہے، اور ہم ان تمام باتوں سے تیری پناہ مانگتے ہیں جن سے ہمیں پناہ مانگنی چاہیے اور تیرے نبی ﷺ نے ان سے پناہ مانگی ہے، اے اللہ! ہمارا انجام بہتر فرما، اس ختم قرآن کو پڑھنے اور سننے والوں کے حق میں قبول فرما، جو غلطیاں ہوئی ہیں ان کو تو معاف فرما، ہمیں توبہ کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہم سے راضی ہو جا، قرآن فہمی کو عام فرما دے، اس کے الفاظ صحیح پڑھنے کی ہمیں توفیق دے، اس کے معانی صحیح سمجھنے کی توفیق عطا فرما، اس کے تقاضے پورا کرنے کی توفیق دے، اس پر سوفی صد عمل کی توفیق نصیب فرما، اس کی تعلیم کو عام فرما، تمام مسلمانوں کو اس کی طرف متوجہ فرما، اس کی تعلیم میں برکت عطا فرما، تعلیمی ضروریات کو پورا فرما، غیب سے اپنی مدد فرما، مدارس کی حفاظت فرما، مدارس کو ترقی نصیب فرما، ان کی ضروریات کو غیب سے پورا فرما، مکاتب کی حفاظت فرما، ان کی ضروریات غیب سے پوری فرما، مساجد کی حفاظت فرما، تمام اسلامی ممالک کی حفاظت فرما، ہمارے ملک کے باشندوں کی جائز ضرورتیں پوری فرما، پریشانیوں سے نجات دے، ہم سب کو سمجھ عطا فرما، حکام کو محکومین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی توفیق نصیب فرما، ہدایت کو عام فرما، ہدایت کے دروازے کھول دے، اے اللہ! ہدایت کی ہوائیں چلا دے، اس کی برسات کر دے، قلوب کو درست فرما دے، سب کو اپنے وقت پر خاتمہ بالخیر نصیب فرما، اے اللہ! ہم ان تمام امور کا سوال کرتے ہیں جن کا تیرے نبی ﷺ اور اولیاءِ امت نے سوال کیا ہے، اور ہم تیری پناہ میں آتے ہیں ایسے تمام امور سے جن سے تیرے نبی ﷺ نے اور اولیاءِ امت نے پناہ چاہی ہے۔

یہ محدثِ عصر علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ اور آپؒ کے اقوالِ زرّیں کی چند روشن جھلکیاں ہیں، ورنہ ان کے کمالات و اوصاف کے اِحاطہ سے قلم و بیان قاصر ہیں، حضرتؒ کی کامیاب زندگی کے اور بھی بہت سے گوشے پردۂ خفا میں ہیں، بشرطِ توفیق وصحت ان کو کسی اور موقع کے لیے چھوڑ کر رخصت ہوتا ہوں۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ.

ملفوظات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

بروایت حضرت مفتی ادریس صاحب موسالی دامت برکاتہم

(استاذِ حدیث: جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ’’حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ’’معصیت کا نقصان بعض مرتبہ کم ہوتا ہے اور بے اَدبی کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’قدیم تجربہ ہے کہ جب کوئی پریشانی آتی ہے اور بخاری شریف کا ختم کیا جاتا ہے، تو ۹۸ فی صد کامیابی ہوتی ہے، ورنہ تقدیر کے سامنے کسی کا کچھ نہیں چلتا، ’’وَ مَا تَشَآؤُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ‘‘.

صوفیہ فرماتے ہیں کہ ’’تقدیر کی آہنی دیواروں کو توبہ کے پھاوڑوں سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔‘‘ ختم بخاری شریف کا یہ تجربہ تقریباً ۷۰۰ سال کا ہے۔

عارف باللہ ابن ابی جمرہؒ نے نقل کیا ہے اور سادات سے نقل کیا ہے کہ اس سے بلایا دفع ہوتی ہیں اور اگر کشتی میں لے کر بیٹھ جائیں تو پار ہوتی ہے۔

تاج سبکیؒ نے نقل کیا ہے کہ تُرکیوں نے بلادِ اسلامیہ پر حملہ کیا؛ لیکن ختم بخاری سے کچھ نہیں ہوا، ابن دقیق العیدؒ سے کہا گیا تو کہا: ’’ما فعل البخاری؟‘‘ یہ تو تقدیر ہے۔‘‘

فرمایا: ’’حاتم سمرقندیؒ شہید علماءِ احناف میں سے ہیں، آپؒ وزیر تھے، بلوائیوں نے آپؒ کو شہید کیا تھا، آپؒ کو جب معلوم ہوا کہ دروازے پر شور ہو رہا ہے، تو غسل کیا،

خوشبو لگائی، کفن پہنا، نکلے اور شہید ہو گئے۔'' (سمعانی علی الانساب)

فرمایا: ''حنفیہ ابوبکر رازیؒ کے بہت زیادہ معتقد ہیں؛ مگر ذہبیؒ نے لکھا ہے کہ ''یہ شخص معتزلی تھا، قرینہ یہ بتایا کہ یہ رویتِ باری کا منکر تھا۔''

فرمایا: ''میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صریح مخالفت کو برداشت نہیں کرسکتا۔''

''آج میں نے اپنے نفس کو پکڑا، بائیں کروٹ پر لیٹا، تو کہا کہ ویسے ہی بہانہ بناتا ہے، نیند آئے یا نہ آئے، تو جانے اور تیرا کام جانے، پھر داہنی کروٹ پر لیٹ گیا، اللہ کے فضل سے نیند آ گئی۔''

فرمایا: ''ایک صاحب عالم تھے، بیس بائیس سال ہوئے وہ مرتد ہو گئے، اپنے آپ کو سید کہتے تھے، میں نے مولانا صدیق صاحبؒ سے پوچھا: ''حضرت! یہ کیا ہو گیا؟'' تو برجستہ فرمایا: ''کوئی بے اَدبی کردی ہوگی۔'' بے اَدبی بڑی خطرناک چیز ہے، اللہ کے یہاں گناہ تو معاف ہو جاتا ہے، یہ عالم چوبیس پرگنہ کے تھے، اَدب کیجیے، یہ سال پھر کہاں آئے گا؟

فرمایا: ''انگریزی پڑھی جائے؛ مگر مشنری اسکولوں میں نہیں، مشنری اسکولوں میں تقریباً حرام ہے، ہمارے اسکولوں میں اُسے پڑھایا جائے، پہلے زمانے میں اس لیے روکا گیا تھا کہ پورا زہر اس وقت تعلیم میں بھرا ہوا تھا، اب تو سب باتیں فاش ہو چکی ہیں، اب اس حیثیت سے نہیں پڑھی جاتی کہ وہ حاکم کی زبان ہے، یا داعی کی زبان ہے، حاکم کی زبان حکومت کی طرف بلاتی ہے، اب تو یہ جنرل اسٹور کی چیز ہے۔''

فرمایا: ''علم عجیب چیز ہے، نہ نری ذہانت سے آتا ہے، نہ نری محنت سے آتا ہے، یہ تو توفیق خداوندی سے آتا ہے۔''

فرمایا: ''جوانی میں تو میں حضرتؒ کی بات کاٹتا تھا، اب تو جی نہیں چاہتا، اب صراحۃً نہیں کاٹتا، مجبوراً کہیں کہیں کاٹ دیتا ہوں۔''

''اب تک مجھے یاد ہے کہ میں نے ''شاشی'' میں ایک غلطی کی تھی، مولانا ضیاء الحق صاحبؒ نے بے انتہاء مذاق اُڑایا تھا، غلطی کیوں ہوئی تھی؟ مجھے بغیر مطالعہ کے پڑھنے کی عادت تھی، بغیر مطالعہ کے پڑھتا تھا۔''

فرمایا: ''میلاد خوانی کو ہمارے اکابر منع کرتے تھے؛ مگر بعض جگہ یہی میلاد ضروری ہو جاتا ہے، یہی ایمان بچاتا ہے، میلاد کے قائل حافظ ابن حجر عسقلانی، محمد بن یوسف الشامی اور صاحب السیرۃ الشامیہ رحمہم اللہ جیسے اکابر تھے، ہمارے اکابر نے غلو کی وجہ سے منع کر دیا ہے۔''

فرمایا: ''میں اپنے بڑوں کے زمانہ میں بھی اپنی بات کہتا تھا، میں نے ناظم صاحبؒ سے بھی کہہ دیا تھا کہ ''میں قراءت خلف الامام کو پسند کرتا ہوں۔''

نوٹ: سرّی نمازوں میں حضرتؒ قراءت خلف الامام پسند فرماتے تھے۔ (از: محمد جابر عفی عنہ)

''بڑوں کی بڑائی کا اعتراف چاہیے اور ان کے سامنے جھک کر رہنا چاہیے، اپنے حق کو ان کے لیے معاف کر دینا چاہیے۔''

فرمایا: ''بہت سے اخلاق زجر سے بنتے ہیں، اس لیے سلف زجر کو پسند کرتے تھے، مامون کو اُن کے اُستاذ نے پیٹا، وزیر جعفر برمکی آیا، اُستاذ سمجھے کہ اب میری شکایت ہوگی، مامون آیا تو اُستاذ نے دَبی زبان میں پوچھا کہ ''کیا میری شکایت کی؟'' سبحان اللہ، مامون نے آبِ زر سے لکھنے کے قابل جواب دیا کہ ''کیا میں اِتنی سی بات پر آپ کی شکایت کروں؟ آپ دِن میں سو مرتبہ پٹائی کریں تو بھی میں اپنے باپ سے شکایت نہیں کروں گا۔'' یہ تھے اُس وقت کے شہزادے، جس بچہ کو استاذ نے پیٹا ہو پہلے زمانے کے لوگ سمجھتے تھے کہ اُستاذ کی اس پر توجہ ہے۔''

فرمایا: ''مفتی محمود صاحبؒ فرماتے تھے کہ ''جہاں حافظؒ ساکت ہو جاتے ہیں تو حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔'' میں نے کہا: ''میں تو پست نہیں ہوتا، کیوں کہ خطیبؒ نے لکھا

ہے:"العلم کالبحار."

فرمایا: ''حافظ ابن منذریؒ کے بیٹے کا انتقال ہوا، دارالحدیث الکاملیۃ میں جنازہ پڑھا گیا، حضرتؒ دروازے تک تشریف لائے اور فرمایا:"أستودعك اللّٰہ تعالیٰ."

فرمایا: ''درسِ حدیث میں حاضری حضور ﷺ کی مجلس میں حاضری ہے، اساتذہ تو لاؤڈ اسپیکر کی حیثیت رکھتے ہیں۔''

فرمایا: ''مجھے حدیث شریف پڑھاتے ہوئے ۳۲ سال ہو گئے، الحمد للہ، ثم الحمد للہ، لیکن ہمیشہ کہیں نہ کہیں مسئلہ ڈھونڈھتا رہتا ہوں، الاّ یہ کہ کسی جگہ ایک دم صریح بات ہو۔'' (یہ ملفوظ ۱۹۹۶ء کا ہے) از محمد جابر عفی عنہ۔

فرمایا: ''بعض لوگ بڑے غلط نیت کے ہوتے ہیں، اُن کے پاس جانے سے تکبر پیدا ہو جاتا ہے، بعض اساتذہ کے خدّام میں تو تواضع ہوتی ہے اور بعض اساتذہ کے خدّام میں کبر ہوتا ہے، ہم نے بچپن میں خود اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے، کوئی اپنی شکل سے اچھا نہیں لگتا، ہر ایک اپنے عمل سے اچھا لگتا ہے، محنت کیجیے، اساتذہ اچھے لڑکے کی بعض وقت رِعایت کر لیتے ہیں۔''

فرمایا: ''خواہ تمام دنیا میں اختلاف ہو جائے، لیکن حق و باطل کا معیار قرآن و حدیث ہے۔''

''مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ تصوّف کی باتیں قرآن و حدیث سے ثابت کرتے تھے، اَثر یہ پڑتا تھا کہ اطراف کے بدعتی غور سے سنتے تھے۔''

فرمایا: ''میں نے کبھی یہ دعا نہیں کی کہ میرے نمبر زید سے زیادہ آئیں، ہمیشہ یہ دعا کی کہ میرے نمبر کسی سے کم نہ آئیں۔''

فرمایا: ''جہاں سے نورِ نبوّت ہٹ جائے وہاں ضیق ہوگا، باطل وہاں جم جائے گا،

بات سمجھ لیجیے! آپ سے امت کی موت وحیات کا مسئلہ وابستہ ہے۔''

فرمایا:''ایک صاحب نے بتایا کہ ''میرے علاج کے لیے تازہ تاڑی پلائی جائے،'' میں نے منع کر دیا، اللہ نے فضل فرمایا اور وہ مرض جاتا رہا، اور ایک دَوا تھی، جس میں الکحل ملا ہوا تھا، میں نے دَوا کے طور پر پیا اور مجھے بیماریاں لگ گئیں۔''

فرمایا:''الدال نعم المال'' اسی کو کھاتا ہوں، ابراہیم بن ادہم خاک پھانکتے تھے، اُن کے عجیب قصے ہیں، اکل حلال کی تلاش میں وہ شام پہنچے، مزدوری ختم ہوگئی تھی، نصرانی کا باغ رہ گیا تھا، دو دینار پر معاملہ طے ہوا، دوسرا ساتھی تھا، رات میں مشورہ ہوا کہ کون پہلے سوئے؟ ساتھی نے کہا: ''میں پہلے سوؤں گا، آخر میں جاگوں گا،'' آپؒ پوری رات جاگے اور رات بھر میں پورا کھیت کاٹ ڈالا اور پولے باندھ دیے، صبح ساتھی کو اُٹھایا، نصرانی کو خبر دی، تو وہ حیرت میں پڑ گیا، کہا: ''چل کر دیکھو،'' اس نے دیکھا تو خوش ہوگیا، کتنا بہتر کاٹا ہوا تھا، اس نے دو کے بجائے چار دینار دینا چاہا، حضرتؒ نے منع کیا۔''

فرمایا:''ایک ہے معیارِ حق ہونا، ایک ہے تنقیص کرنا، دونوں میں منافات نہیں ہے، مودودیؒ نے یہیں غلطی کھائی۔''

فرمایا:''گروہ بندی کی وجہ سے مغرب کی سلطنتیں تباہ ہوئیں، اسلام پر زوال اسی اختلاف سے آیا ہے، حضور ﷺ نے وفات کے وقت کہا تھا: ''میں تم میں قرآن وسنت چھوڑ کر جارہا ہوں،'' یہ نہیں کہا تھا کہ ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کو چھوڑ کر جارہا ہوں، یہ سوچنے کی بات ہے کہ آدمی ابھی کیا کر رہا ہے؟ تعصب کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، آپسی لڑائیوں میں مبتلا نہ ہو جاؤ، ہم مبصر نہیں ہیں؛ مگر ہم نے یوپی کے جتنے سفر کیے ہیں عبرت کی نگاہ سے کیے ہیں، مسلمان کہاں تھا اور کہاں چلا گیا ہے؟''

فرمایا:''حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کے یہاں اخفا بہت تھا، ورنہ آپؒ کو

کشف بہت ہوتا تھا، پہلی مرتبہ جب میراج میں جانا ہوا تو مشورہ کے لیے گیا، فرمایا: ''ہوائی جہاز سے جاؤ'' میں نے تھوڑی دیر کے لیے سر جھکایا، میں نے سوچا کہ کوئی خطرہ ہے، تو میں نے سوچ لیا کہ میں تو لمبے عرصہ کے لیے جاؤں گا، یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضرتؒ نے فرمایا: ''لمبے عرصہ کے لیے پھر چلے جانا'' حضرتؒ کے اس جملہ کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میں دوبارہ جاؤں گا۔''

فرمایا: ''مجھے تم پر تعجب ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی باتیں اِتنے غور سے نہیں سنتے جتنے غور سے بزرگوں کے واقعات وعجائب سنتے ہو، میں قسم نہیں کھاتا؛ مگر قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم کو نبی ﷺ کی باتوں سے اِتنا تعلق نہیں جتنا عجائب سے ہے۔''

''اسی لیے پڑھاتا ہوں کہ شاید اسی بھیڑ میں اللہ تعالیٰ میرے منہ سے کوئی ایسا کلمۂ خیر نکال دے جو میرے لیے خیر کا باعث بن جائے۔''

''ایک واقعہ سناتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، ایک عالم جو خود کو سید کہتے تھے، مرتد ہو گئے، میں نے مولانا صدیق صاحبؒ سے پوچھا کہ ''یہ کیا ہوا؟'' آپؒ نے ایک منٹ کے لیے توقف کیا اور فرمایا کہ ''کوئی بے اَدبی کر لی تھی'' میں نے پھر پوچھا، پھر فرمایا: ''کوئی بے اَدبی کر لی تھی۔'' شیطان بے اَدب تھا تو نکال دیا گیا، حضرت آدم عاصی ہوئے؛ لیکن روئے تو قبول کر لیے گئے۔''

فرمایا: ''مولانا صدیق صاحبؒ کے یہاں مہمان کے لیے اچھا کھانا بناتے تھے، بچے وغیرہ سب چٹنی روٹی پر قناعت کر لیتے تھے، یہ مثال لاکھوں بلکہ کروڑوں میں ملے گی۔''

فرمایا: ''یہ فن (حدیث) بڑی عزت والا ہے، لوگوں نے تن، من اور دھن کی بازیاں لگائیں، تب انہیں کچھ ملا ہے، میں بد دعا کرنے سے بہت پرہیز کرتا ہوں، ہاں، خبر دیتا ہوں کہ جو لاپرواہی کرے گا وہ محروم رہے گا، بڑے اونچے اونچے خاندان والے اسی زعم

میں ڈوب جاتے ہیں، تواضع والے اوپر آتے ہیں، یاد رکھو کہ تواضع سے علم آتا ہے، جو اکڑ جاتا ہے تو وہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو، کہیں نہ کہیں جا کر کٹ جاتا ہے، بشری غلطی سب جگہ معاف ہے، توبہ کرنے سے اس بے اعتنائی کا ضرر کبھی معاف نہیں ہوگا، یہ ساری زندگی کا لازمہ ہے۔‘‘

فرمایا: ’’حضرت ناظم صاحبؒ کے زمانے میں تشدد تھا، آوارہ لڑکے کو نکال دیتے تھے، فوری اخراج قاعدۂ کلیہ تھا، ایرے غیرے نتھو خیرے کو میں پسند نہیں کرتا، ایسے ہزاروں کی تعداد میرے درس میں ہو اس سے مجھے کوئی اَثر نہیں پڑتا، کوئی کہیں کا ہو، مجھے ایسوں کی کوئی قدر نہیں، ہاں، میرے اُستاذ کا لڑکا ہو تو میں برداشت کر لیتا ہوں، اس سے تعلق ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میرے والد مجھے پڑھانا نہیں چاہتے تھے، اور حالات بھی ایسے نہیں تھے، یہ تو مولانا ضیاء صاحبؒ کا احسان ہے کہ وہ نبھاتے رہے اور جو کتاب ان کے یہاں بیس دِن میں پوری ہوتی تھی میری وجہ سے تین مہینے میں پوری ہوئی، اس لیے کہ میں زیادہ تر بیمار رہتا تھا، ایک دِن سبق پڑھا، پھر بیمار رہا، مولانا ضیاء صاحبؒ کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے، ویسے مجھ پر تمام بڑوں کا احسان ہے۔‘‘

’’سردی کی رات میں اُٹھتا، میری ماں نہیں تھیں، آٹا گوندھتا، گھر کے لوگوں کے لیے کھانا بناتا، محض اس لیے کہ والدؒ پڑھنے سے منع نہ کریں، ایک مرتبہ سب کام کرنے کے بعد کہا: ’’بھینس چرواہے کے پاس پہنچا دو‘‘ بارش ہوئی، اس لیے دیر ہوگئی، گھومتے گھومتے گیارہ بج گئے، چھٹی ہوگئی تھی، میں جی بھر کے رویا، دوسرے روز اُستاذ نے ڈانٹا، والدؒ کیوں تشدد کرتے تھے؟ بھائی! غریب تھے، کونسا والد نہیں چاہے گا کہ میرا بچہ پڑھے لکھے؟ مگر ہر ایک کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’یاری اور دوستی اس لیے کی جاتی ہے کہ سبق میں تعاون ہو، اس لیے نہیں کی جاتی کہ سبق خراب ہو اور آوارگی ہو۔‘‘

فرمایا: ’’ٹیلی ویژن کی بلا سے پرہیز کیجیے، اس میں ایسی بداخلاقیاں ہیں کہ ان کا علاج سمجھ میں نہیں آتا، سوائے اس کے کہ اس کا مکمل طور پر بائیکاٹ کیا جائے۔‘‘

فرمایا: ’’میں تمہیں پیسے کمانے سے منع نہیں کرتا، مقصود بنانے سے منع کرتا ہوں، کل چلے جاؤ گے تو کچھ کام نہیں آئے گا، اس کو ایسا بنالو کہ بعد میں کام آسکے۔‘‘

فرمایا: ’’جس شخص میں اتباعِ سنت کا جذبہ جس قدر کم ہو اس میں اسی قدر ایمان کی کمی ہے، بڑے خطرے کی بات ہے، سچے اور جھوٹے کا پتہ عمل کے وقت چلتا ہے، یوں تو دعوے کر لینا بہت آسان ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میں حضرتؒ کے پاس ہوتا تھا اور قراءت خلف الامام کرتا تھا، کیا حضرتؒ کو پتہ نہیں چلتا تھا؟ وہ جانتے تھے کہ کیوں کرتا ہوں؟ وہ سمجھتے تھے کہ کوئی چیز ہوگی، تب ہی کرتا ہے، ورنہ ایسی حرکت نہ کرتا، بیماری میں عیادت کرنے گیا، سب گئے تھے، میں بھی گیا، پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا، فوراً آنکھ کھول دی، سمجھ گئے کہ کوئی اصل ہوگی، حدیث میں ہے، اس لیے کیا۔‘‘

نوٹ: سرّی نمازوں میں حضرتؒ قراءت خلف الامام پسند فرماتے تھے۔ حضرتؒ سے مراد یہاں حضرت شیخ زکریاؒ ہیں۔ (از: محمد جابر عفی عنہٗ)

فرمایا: ’’میں درسگاہ میں کسی کی دوستی کا قائل نہیں تھا، یہاں کیسی دوستی؟ یہاں تو نبی ﷺ سے دوستی ہوگی، میری بھی دوستی تھی؛ مگر درسگاہ سے باہر۔‘‘

فرمایا: ’’نبی ﷺ سے محبت تعظیم کی محبت ہوتی ہے، نِری جذباتی محبت نہیں ہوتی، جیسے بیوی سے ہوتی ہے، بھول چوک معاف ہے، اساتذہ بھی معاف کر دیتے ہیں، غیر شعوری حرکات پر اور بچگانہ حرکات پر اللہ اور رسول ﷺ بھی مؤاخذہ نہیں فرماتے، لیکن شعور کی حالت میں لااُبالی کے طور پر کچھ کیا تو سزا پاؤ گے۔‘‘

فرمایا: ’’جو طلبہ درس میں سوتے ہیں وہ اپنا ماتم کر لیں، یہ من جانب اللہ سزا ہے،

اس کا بعد میں کوئی علاج نہیں۔''

فرمایا: ''بچپن میں والدؒ پڑھانا نہیں چاہتے تھے، ہمارے ایک دور کے رِشتہ دار تھے، وہ آئے تھے اور عصر بعد والدؒ سے کھڑے کھڑے بات کر رہے تھے، کہا: ''ماحول تو بنایا جاتا ہے،'' (یعنی انہوں نے والد صاحبؒ کی ذہن سازی کی اور مجھے پڑھانے کا قائل کرلیا) والد صاحبؒ جیسے آدمی جو کسی کی چلنے نہیں دیتے تھے بالکل خاموش ہوگئے۔''

''مولانا منوّر صاحبؒ جب فارغ ہوکر گئے تو انہیں بڑے پاپڑ بیلنے پڑے، سخت بدعت کا ماحول تھا، لیکن انہوں نے ماحول تیار کیا۔''

فرمایا: ''جو لوگ اپنے مدرسے کی آبرو سے اور اپنے اساتذہ کی عزت سے کھیلتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے، بہت جلد سزا پاتے ہیں۔''

''آپ لوگ کس تماشہ میں رہتے ہیں؟ سوچتے ہیں کہ جیسے چاہیں گے پڑھ لیں گے، کیا ہوگا؟ ہرگز نہیں۔''

فرمایا: ''جس شخص کو حدیث میں مزہ نہ آئے سمجھ لو کہ اُسے محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں ہے۔''

فرمایا: ''لباسِ نبی ﷺ کیا ہے؟ لباسِ نبی ﷺ یہ ہے کہ جس سے انہوں نے منع کیا ہے اس سے رُکا جائے، اسبالِ ازار سے منع کیا ہے، اسبال نہ کرے، کہیں اگر کوٹ پتلون کا عمومی رِواج ہو تو وہاں حرج نہیں، جیسے ترکی ٹھنڈا ملک ہے، مگر یہاں اگر کوئی کوٹ پتلون پہنے تو ممنوع ہوگا، ہاں بھئی! عزت و ذلت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، لباس سے کچھ نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کسی کو بخش دے تو اس کی مرضی کی بات ہے۔''

فرمایا: ''اب سے ۳۱ سال پہلے کی بات ہے، میرے ایک دوست صاحب الہام ہیں، میں لیٹا ہوا تھا، وہ لیٹے اور یوں پیچھے ہاتھ ڈالے، تو بخاری شریف پر ہاتھ پڑا، کہنے لگے

کہ ’’کیا یہ بخاری شریف ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’ہاں، لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا؟‘‘ کہا: ’’اس سے بخاری شریف کے انوار نکل رہے ہیں۔‘‘ (یہ ملفوظ ۱۹۹۶ء کا ہے)۔

فرمایا: ’’صوفیہ کا مقولہ ہے: ’’مَا حُرِمَ مَنْ حُرِمَ إِلَّا مِنْ إِضَاعَةِ الْأَدَبِ‘‘.

فرمایا: ’’عیسائیوں کی نقل سے پرہیز کیجیے، اوہام کی طرف توجہ نہ کیجیے، نبی ﷺ کی سیرت وسنت کو اپنایئے، یہ سمجھتے ہو کہ توبہ کرلیں گے تو ہو جائے گا، کبھی نہیں، کبھی نہیں، ایک آدمی اپنا گھر گرادے، پھر مسجد میں جا کر رونے لگے کہ یا اللہ! غلطی ہوگئی، معاف کردے، تو کیا گھر بن جائے گا؟ نہیں، وہ تو گرا پڑا رہے گا، جب تک کہ دوبارہ نہ بنالے، تو کیا آپ پھر سے دس سال لگادیں گے؟ ناممکن ہے، جیسے آئے ہو ویسے ہی جاؤ گے۔‘‘

فرمایا: ’’میں شک کی وجہ سے کئی کئی بار نمازیں پڑھتا تھا، جب دیکھو نہا رہا ہوں، ایک صاحب کہہ رہے تھے کہ حج میں جاؤ گے تو سب اَوہام دور ہو جائیں گے، لیکن وہ تو وہاں بھی دور نہیں ہوا۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے زمانے کے طلبہ میں کتنا استغنا اور کتنی شرم تھی، حضرت نوّر اللہ مرقدہٗ بعض طلبہ کو کہہ دیتے تھے کہ چائے یہاں پی لیا کریں، لیکن نہیں جاتے تھے، کیوں؟ فخر تھا؟ نہیں، بلکہ شرم آتی تھی۔‘‘

’’مولانا علی میاں صاحبؒ جوان تھے، وقت آیا، کچھ پاس نہ تھا، صرف گھڑی تھی، بیچنے کے لیے گئے، پھر سوچا کہ جوان ہوں، کوئی سوچے گا کہ گھڑی کہاں سے لائے ہیں؟ شرم آئی اور آپؒ واپس چلے آئے۔‘‘

فرمایا: ’’آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خدمت کرے اور وہاں سے کچھ عطا نہ ہو، یہ نہیں ہوسکتا، یہ سب اُس آوارگی کا نتیجہ ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔‘‘

فرمایا: ’’سوریا‘‘ یہ عیسائی نام ہے، اسلامی نام ہے: ’’شام‘‘ اب تو علماء بھی ’’سوریا‘‘

10

کہنے لگے، تورات وانجیل میں ''سوریا'' آیا ہے۔ مسلمان اپنی چھوٹی چھوٹی باتیں چھوڑنے لگا ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے ناظم صاحب مولانا اسعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ پہلے ہم مسلمان ہیں، پھر سب کچھ ہیں، ہندوستانی بھی۔''

فرمایا: ''جو مدرسہ کی دال کی عزت کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے فاقہ سے تو ضرور بچالے گا۔''

فرمایا: ''تبلیغ یہ اللہ تعالیٰ کی مقبول تحریک ہے، اب تو اس میں بھی بعض جگہ اَغراض پرستی آ گئی ہے۔''

فرمایا: ''اس کو سند کہتے ہیں، اس کا سننا بھی ثواب ہے، نبی ﷺ سے محبت کام دیتی ہے، محبت سپردگی کا نام ہے، کبھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے، وہ محبت کے منافی نہیں، وہ وقتی ہوتی ہے۔''

(کسی نے سوال کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دِن میں اُتارا گیا یا رات میں؟ رات پہلے پیدا ہوئی یا دِن؟) اس پر خفا ہوتے ہوئے فرمایا کہ ''کیا اس سے تمہارے کسی عقیدے کا تعلق ہے؟ یا یہ کوئی علمی گتھی ہے؟''

''ابن صلاحؒ نے مسئلہ لکھنا شروع کیا، ایک دم اس کی تفصیل چھوڑ دی، علماء نے لکھا ہے کہ فضول بحث سے پرہیز کرنا چاہیے، مسالک کے اختلاف ہم صرف ترجمہ سمجھانے کے لیے بیان کرتے ہیں، ورنہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، محض تم لوگوں کی تسہیل اور فہمائش کے لیے بیان کیا جاتا ہے، حدیث سے تمہیں کوئی تعلق نہیں، ہاں، زید وعمرو نے کوئی بات کہہ دی تو تمہیں تسلّی ہو جائے گی، یہ اسی جمودی تقلید کا نتیجہ ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔''

فرمایا: ''اپنے بڑوں کے سامنے اپنا علم ظاہر نہیں کیا جاتا، جن صاحب نے یہ بات پوچھی میں ان سے پوچھتا ہوں کہ نماز کی سنتیں کتنی ہیں؟ جو کام کی باتیں ہیں وہ یاد نہیں کرنی

ہیں، اُستاذ سے ہمیشہ معقول بات پوچھی جاتی ہے، اور مقصد استعلام ہوتا ہے، کہ ہمیں علم حاصل ہو۔''

''علم کا ادب کرو، اُستاذ کا اَدب کرو، معقول باتیں پوچھو، معقول باتیں سیکھو۔''

فرمایا: ''شکل وصورت سے کوئی کسی کو پسند نہیں کرتا، کبھی اُستاذِ مرحوم کو ہم نہیں بھولے، اس کا نام شاگردی ہے، ابھی تو میری بات کڑوی لگتی ہے، ان شاء اللہ یہاں سے نکل کر قدر ہوگی، افسوس ہوتا ہے کہ تم ضائع ہوگئے؛ بلکہ تم نے خود کو ضائع کردیا۔''

فرمایا: ''رِزق کو مقصود بناؤ گے تب بھی ملے گا اور نہیں بناؤ گے تب بھی ملے گا؛ لیکن اگر دین کو مقصود نہیں بنایا تو کچھ حاصل نہیں ہوگا، بعض ایسے ہیں کہ ڈگری ہونے کے باوجود نانِ شبینہ میسر نہیں ہے۔''

فرمایا: ''ہمارا یہ مدرسہ کبھی اپنی اَقدار میں مشہور تھا؛ مگر اب کچھ نہیں، اِخلاص پیدا کرو، اخلاص کا پتہ تزاحم کے وقت چلتا ہے، ویسے تو میں بھی دعویٰ کردوں، حضرت تھانویؒ باوجودیکہ نازک طبیعت پائی تھی جب حق بات سامنے آتی تو فوراً رجوع کرلیتے تھے۔''

فرمایا: ''اسلام سے محبت پیدا کرو، اپنا محاسبہ کرو، باطل متحد ہوگیا اور حق منتشر ہوگیا، جب دارالعلوم کا قضیہ شروع ہوا، تو بعض لوگ قاری طیب صاحبؒ کو کہیں لے جارہے تھے، کسی مقدمہ کی بات تھی، کسی نے کہا کہ ''حضرت! آپ کو یہ کہنا ہے،'' حضرت قاری صاحبؒ کسی اسٹیشن پر اُتر کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ ''میں غلط بات کہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔'' سب سے اچھی جگہیں مدارس تھیں، لیکن اب مدارس کا بھی کیا حال ہوگیا ہے؟ دوسری جگہوں کے احوال بھی آپ جانتے ہیں۔''

فرمایا: ''ایک صاحب نے کہا کہ قرآن پڑھتے ہیں تو وہ اثر نہیں ہوتا اور بزرگوں کے واقعات پڑھتے ہیں تو اثر ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ؟ پہلے تو میں نے کہا کہ ''یہ آدمی کا کلام

ہے، مناسبت ہوتی ہے تو آدمی توجہ کرتا ہے،'' پھر میں نے کہا کہ'' بزرگوں کے واقعات تم توجہ سے پڑھتے ہو اور قرآن توجہ سے نہیں پڑھتے ، ورنہ ہمارے حضرتؒ کو دیکھا کہ آپؒ تلاوت کرتے جاتے اور روتے جاتے تھے۔''

فرمایا:'' آپ لوگوں کو خیال ہی نہیں کہ چپل کونسا پہلے پہننا ہے؟ کونسا پہلے نکالنا ہے؟ خیال ہی نہیں، الحمدللہ، جب سے مجھے معلوم ہوا اس وقت سے آج تک اس کے خلاف نہیں کیا، اگر کبھی بھول ہوگئی تو فوراً تدارک کرلیا ہے، آپ لوگ تو دنیا کے لیے پڑھتے ہو۔''

فرمایا:'' مجھے پڑھانے میں چند آدمیوں کا بڑا دخل ہے، ابن تیمیہؒ، ابن حجرؒ، علامہ ذہبیؒ اور ابن ہمامؒ یہ سب میرے اساتذہ ہیں، امام شافعیؒ سے مجھے بہت فائدہ ہوا، جب بھی میں نے '' کتاب الام'' خریدی امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا، ایک مرتبہ خریدی، تو دیکھا کہ میں امامؒ کے مزار پر کھڑا ہوں اور خوش بو آرہی ہے۔ ایک مرتبہ لکھنؤ سے ٹرین میں آرہا تھا، خواب میں امامؒ کو دیکھا کہ آپؒ ہنس رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، میں نے پوچھا: '' حضرت! آپ کی اولاد میں سے کوئی ہیں؟'' فرمایا:'' بیٹی کے سلسلہ سے ہیں، آنکھ کھلی تو سوچا کہ کوئی بات ضرور ہے، یہاں آیا تو '' کتاب الام'' آچکی تھی۔''

فرمایا:'' مولانا بنوریؒ نے '' کافیہ'' وغیرہ جیسی مغلق کتب پر کہا کہ'' ان لوگوں نے کاغذ کم خرچ کیا اور دِماغ کو زیادہ خرچ کروایا،'' اگر مولاناؒ زندہ ہوتے تو میں انہیں یہ جملہ کہتا کہ'' ایسی بات نہیں، متون اس لیے نہیں لکھے گئے کہ اُن کی تشریح میں دِماغ پاشی کی جائے، یہ تو حفظ کے لیے لکھے گئے ہیں۔''

فرمایا:'' بے سبب کسی پر برس پڑنا یہ نفسانیت کی دلیل ہے، مسئلہ پر کلام چل رہا تھا، متانت سے گفتگو ہو رہی تھی، دلائل کے درمیان کسی کی کوئی بات آگئی اور جوش آیا اور کہا، تو کیا یہ لوگ مغرور سمجھے جائیں گے؟ نہیں، تم لوگ نہیں، تم اصحابِ ہوا ہو۔''

09

فرمایا: ’’میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ آپؓ بہت دُبلے پتلے اور چھوٹے قد کے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’چاند شاہ صاحبؒ ہمارے علاقہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں، جدھر سے آپؒ گزر گئے وہاں سے بدعت کا خاتمہ ہو گیا۔‘‘

فرمایا: ’’مجھے شرم آتی ہے کہ میں کوئی ایسا بورڈ لگاؤں کہ فلاں فلاں وقت پر نہ آئیں، لیکن لوگ ہیں کہ سمجھتے ہی نہیں، بے وقت آجاتے ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’میں ایک مرتبہ مسلسل بارش میں بھیگا ہوا مدرسہ پہنچا، مدرسہ پانچ میل دوری پر تھا، پہنچنے پر حضرت اُستاذؒ نے کہا کہ ’’جاؤ! حجرے میں جا کر لنگی بدل لو، ایسا شفیق اُستاذ اور خیر خواہ کم دیکھا۔‘‘

فرمایا: ’’بلاضرورت توریہ سے بچو، غلطی ہو جانا یہ تو بشریت ہے؛ مگر غلطی پر ہنسنا یہ بے باکی ہے۔‘‘

فرمایا: ’’تم لوگ میری ایک بات مان لو، تین دِن تک کوشش کرو کہ سبق کا ایک ایک حرف غور سے سنیں، دیکھو! میرا دعویٰ ہے کہ اصلاح ہو جائے گی، دل اور طبیعت بھی لگ جائے گی۔‘‘

فرمایا: ’’میں نے سنا کہ حضرت رائے پوریؒ کا جوتا بہت نفیس ہوتا تھا، مجھے کیا ہو گیا کہ ہمارے بزرگوں نے جو پہنا وہ میں نہ پہنوں؟ میرے یہاں زیادہ تکلف نہیں ہے، ہاں، لباس شریعت کے خلاف نہ ہونا چاہیے، نبی علیہ وسلم نے پگڑی باندھنے کا نہ التزام کیا، نہ اہتمام کیا، ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ ’’پگڑی باندھنا سنت ہے،‘‘ میں نے کہا: ’’بھائی! ثابت ہے؛ مگر اس کا التزام اور اہتمام سمجھ میں نہیں آتا۔‘‘

فرمایا: ’’میں عادۃً خود کو ٹیک لگا کر بیٹھنے سے بچاتا ہوں، مجھے شرم آتی ہے، مگر کیا

کروں؟ بیمار رہوں۔''

فرمایا: ''ہمارے یہاں ایک حاجی صاحبؒ تھے، جن کا نام حاجی ایوب صاحبؒ تھا، ان کی ہنسی ایک فرلانگ تک سنائی دیتی تھی۔''

فرمایا: ''میں اپنی وجہ سے حضور ﷺ کے کسی امتی کو معذّب ہونے دوں، میں اس بات کو پسند نہیں کرتا۔''

فرمایا: ''مولانا ضیاء الحق صاحبؒ کے یہاں بڑے بڑے لوگ رہتے تھے، یونس پر عنایت ہوگئی، تو وہ پڑھ گیا، ورنہ کوئی اُمید تھی پڑھنے کی؟ کوئی اسباب تھے؟''

فرمایا: ''حضرت مفتی محمود صاحبؒ سے سرسیّدؒ کے بارے میں کسی نے پوچھا، تو مفتی صاحبؒ نے فرمایا: ''ہر شخص سے اپنی قبر میں اپنے متعلق سوال ہوگا، کیا کسی کی باتیں لے کر کسی کے پیچھے پڑے رہتے ہو؟ کیا معلوم کہ اس کے ساتھ کیا ہوا؟ اپنی فکر کیوں نہیں کرتے؟''

فرمایا: ''کوئی فخر کی بات نہیں کہ اگر میں یہ کہوں کہ صفات کے بارے میں مجھ پر انکشاف ہوا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی تھی کہ حقیقت واضح ہو، اللہ کا شکر ہے، میں کھل کر کہتا ہوں، خواہ کسی کو کچھ بھی لگے۔''

''نبی ﷺ کے سرچشمہ سے جتنی دوری ہوگی اتنا ہی انسان کے اندر سے جذبۂ دینی آہستہ آہستہ ختم ہوتا جائے گا، کیوں کہ وہ تو نبی ﷺ کی برکت ہوتی ہے۔ وکیع بن جرّاحؒ فرماتے ہیں: '' أهل الهواء يكتبون ما لهم، دون ما عليهم، و أهل الأثر يكتبون ما لهم و ما عليهم. '' (رواه الدارقطنی)

فرمایا: ''غیب تو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، میری طبیعت ایسی ہے کہ آواز پر سے میں سمجھ جاتا ہوں کہ اس پر کس کا اثر ہے؟ نیتیں صحیح کیجیے، ورنہ خالی ہاتھ رہوگے، بہت ممکن ہے کہ بہت جلد وقت آجائے، آپ دیکھ لیں، میں کسی سے ذاتی بغض نہیں رکھتا۔''

فرمایا: ''جب کوئی حنفی آتا ہے تو میں ایک ہاتھ سے مصافحہ کرتا ہوں، اور کوئی اہل حدیث آتا ہے تو دو ہاتھ سے کرتا ہوں، اہل حدیث میں سے ایک شخص آئے، میں نے ان سے دو ہاتھ سے مصافحہ کیا، انہوں نے ایک ہاتھ سے کیا، فوراً میں نے یہ اَثر پڑھا: ''صافح حماد بن زيد ابن مبارك بكلتي يديه.'' تو فوراً انہوں نے دوسرا ہاتھ لگایا اور کہا: ''هذه فائدة استفدناها منكم.'' یہ ہیں عرب، ان میں صدق بہت ہے، ہندوستان والوں کی طرح نہیں۔''

فرمایا: ''ہمارے ناظم صاحبؒ وفات سے چند دِن قبل بیٹھے ہوئے تھے، میں اور مفتی مظفر صاحبؒ تھے، فرمایا: ''کیا ایسا کہنا جائز ہے کہ ''میں نے کوئی گناہ نہیں کیا'' ہم نے کہا: ''یہ تو جائز نہیں'' فرمایا: ''میں نے کوئی کبیرہ گناہ نہیں کیا'' پھر حضرتؒ رونے لگے اور فرمایا: ''کسی سے کہنا نہیں'' ہم نے کہا: ''یہ بات اِخفا کی نہیں، ہم تو کہیں گے'' تو آپؒ خاموش ہوگئے۔''

''ایک ذرا سا جھٹکا آیا، سب باہر نکل گئے اور باتیں کرنے لگے، ہونا یہ چاہیے کہ کلمہ پڑھتے، خیر پر خاتمہ کی دعا مانگتے، کیا پتہ کس سانس پر موت آجائے؟''

''بچو! تم نے کیا اختلافِ ائمہ پڑھ لیا؟ اس اختلاف سے بڑا ضرر ہوگیا، امت اپنے نبی ﷺ سے کتنی دور ہوگئی، ائمہ کی رائے محترم ہے؛ مگر اختلاف میں اس قدر غلو مذموم ہے، نبی ﷺ کا اتباع کرو، ان کو واسطہ تو بنا سکتے ہو۔''

فرمایا: ''اپنی تعریف نہیں کرتا، ایک عالم آئے تھے، ان کا رُجحان تفسیر کی طرف تھا، کہنے لگے: ''آپ کے پاس آنے سے میرا رُخ حدیث کی طرف ہونے لگا۔''

فرمایا: ''ابن تیمیہؒ سے میری اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے، ان کے بحرِ علم میں کھو جاتا ہوں، جن چیزوں کو صوفیہ احوال کہتے ہیں ابن تیمیہؒ اپنی کتابوں میں انہیں اجزاءِ ایمان کہتے

ہیں، ان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔‘‘

فرمایا:’’یہاں اچھے کپڑے پہن کر کیا کرنا ہے؟ وہیں تک پہنو جہاں تک آخرت کا ضرر نہ ہو۔‘‘

فرمایا:’’اعیادِ غیر مسلمین میں شرکت خطرناک ہے، بعض شرکت کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ اس سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔‘‘

’’بچو! حسد سے بچو، اللہ تعالیٰ نے بچپن سے میری حفاظت کی، میں بچہ تھا، ایک وَرق پڑا تھا، جس میں فارسی زبان میں دو باتیں لکھی تھیں: ایک یہ کہ جو آدمی حسد کرتا ہے وہ گویا تقدیر سے جنگ کرتا ہے۔‘‘

فرمایا:’’مولوی اطہر نے نقل کیا کہ دار الطلبہ میں کسی اُستاذ نے کسی طالب علم کی شکایت کی، اس طالب نے آ کر استاذ کو پکڑا اور کہا:’’آپ نے میری غیبت کیوں کی؟‘‘ اُستاذ نے کہا:’’کب؟‘‘ کہا:’’فلاں وقت، جب آپ نے کہا تھا تو میں نے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر آواز سنی تھی۔‘‘ دیکھئے! ایسے طلبہ بھی ہوا کرتے ہیں۔‘‘

فرمایا:’’مال کی لالچ نہ کرنا، ورنہ ایمان جاتا رہتا ہے، دیکھو! ایک صاحب شرحِ وقایہ تک پڑھے ہوئے تھے، کسی قادیانی نے انہیں پیسوں کا لالچ دیا تو وہ قادیانی بن گئے، یہ قصے آج پیش آ رہے ہیں۔‘‘

فرمایا:’’مولاناؒ نے میری وجہ سے قانون توڑ دیا،’’شرحِ مائۃ‘‘ کا وقت متعین تھا، وہاں تک ختم ہونی چاہیے؛ مگر ختم نہ کی، میں بیمار ہوتا تو سبق موقوف کر دیتے، جب تک میں گھر سے نہ آتا سبق شروع نہ فرماتے، انتظار تو مولانا عبد الحلیم صاحبؒ بھی کرتے تھے۔‘‘

فرمایا:’’ہم مدرّس بنے تو اس وقت ہمارے پاس کہاں تکیہ تھا؟ ہمارے بجنور کے ایک ساتھی نے پانچ مرتبہ روئی بھیجی، تو میں نے تکیے بنوائے۔‘‘

’’بچو! اپنے اخلاق کی اصلاح کرو، اپنے جذبات کو دباؤ، جس میں ترفع کا مادّہ ہوتا ہے وہی فتنہ انگیزی کرتا ہے، آپ ﷺ بایں علوِ مرتبت عبد تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اس وصف کو خصوصیت سے ذکر فرمایا: ”سُبْحَانَ الَّذِيَ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ......الخ“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”آكل كما يأكل العبد.“ اگر یہ سب باتیں پیدا نہ کیں، تو آئندہ کی زندگی میں تلخیوں کا سامنا ہوگا۔‘‘

فرمایا: ’’حسد سے دنیا تو خراب ہوگی، آخرت بھی برباد ہوگی، کیوں کہ حسد گناہ ہے، حسد میں بغض، تجسّس، ایذا رسانی کا چکر اور کتنی برائیاں جمع ہو جاتی ہیں۔‘‘

فرمایا: ’’دیکھو! یونس کا نام کہاں کہاں زندہ ہے؟ ہر ہر صفحہ پر ہے، یہ کیا ہے؟ یہ ابن شہابؒ کی خدمت ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میرا مزاج خدمت کا تھا؛ لیکن یہاں نہ کرسکا، کیوں کہ یہاں آتے ہی مجھے ٹی. بی. ہوگئی تھی، مجھے افسوس ہے کہ میں یہاں اپنے بڑوں کی خدمت نہ کرسکا۔‘‘

فرمایا: ’’ہماری عمر آٹھ سال کی رہی ہوگی، اس وقت ہم امام المیلاد ہوتے تھے، میں تمام چھوٹی کمپنی کو جمع کر کے میلاد پڑھتا تھا، اب میں منع کرتا ہوں، ہمارے حضرت گنگوہیؒ منع کرتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ ’’علم کی برکت یہ ہے کہ صاحب علم کی طرف اس کی نسبت کی جائے۔‘‘

”أنا سيّال، جوّال، أجول مع البرهان، و أسيل بالدليل.“

فرمایا: ’’اپنے قلوب کو صاف رکھو، اس سے بڑا فائدہ ہوتا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ بڑوں کا ادب کرنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے۔‘‘

فرمایا: ’’میرے یہاں قنوت کا مسئلہ مرجوح ہے، ہاں، رفع یدین راجح ہے، اس

میں مجھے اشکال نہیں ہے۔''

فرمایا:''ایک مرتبہ میں ایک آدمی سے ناراض تھا اور زیادہ ہی ناراض تھا، حضرتؒ بھی اسے ناپسند کرتے تھے، ایک بات آئی، حضرتؒ نے مجھ سے پوچھا، تو میں نے اس کی حمایت کی، حضرتؒ دیکھتے رہ گئے، ہاں، کیوں کہ حق بات تھی، میں کیا کرتا؟ میں نے سچ کہا، ہاں، مجھ میں تعصب نہیں ہے۔''

فرمایا:''کسی کا خط پڑھ لینا، کسی کا ڈبّہ کھول کر دیکھ لینا، یہ کیا چیز ہے؟ کیا سمجھتے ہو کہ یہ آسان ہے؟ اوپر سب کچھ لکھا جاتا ہے، جس پر پکڑ ہوگی۔''

فرمایا:''مجھے دعویٰ نہیں کہ میں خلوص رکھتا ہوں، ہاں، خلوص کی کوشش ضرور کرتا ہوں۔''

فرمایا:''حضرت مقدادؓ موٹے تھے، جنگ میں شرکت نہیں کر سکتے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمہیں معذور رکھا ہے۔''

فرمایا:''مجھے تو خطرہ ہے کہ جنہوں نے بے ادبیاں کی ہیں اور غیر حاضریاں کی ہیں وہ بچیں گے نہیں، خواہ ایک لاکھ بزرگ مل کر دعا کریں، وہ بچیں گے نہیں۔''

فرمایا:''کیا میں اپنے بزرگوں سے اعراض کروں گا؟ نہیں، میں تو اختلافِ رائے کرتا ہوں۔''

فرمایا:''ایک مرتبہ میں نے دو گھنٹے میں ''ہدایہ'' کے ۵۴ صفحے دیکھ ڈالے، ایک جگہ رُکا، حاشیہ دیکھ لیا، وہی امتحان میں آ گیا، مجھے تو مزے آ گئے۔''

فرمایا:''جب تک اپنے قصد سے نفس کی اصلاح نہ کی جائے وہاں تک اصلاح نہیں ہوگی، خود کو اپنے نفس کے بارے میں متہم نہ سمجھا جائے وہاں تک کچھ نہیں ہوگا۔''

فرمایا:''میں کافروں کے لیے محض ان کے کافر ہونے کی وجہ سے بددعا نہیں کرتا۔''

فرمایا:''میں نے امتحان کی راتوں میں کبھی کبھی چائے پی ہے، ورنہ مہینوں تک

چائے نہیں پی ہے۔ سبق مسلسل ہوتا تھا تو بھوک سے چکر آتے تھے، ساتھی کو کہتا تو وہ کھانا کھلا دیتا تھا۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے والدؒ تربیت فرماتے تھے، ایک مرتبہ کہا: ’’پلیٹ اُٹھاؤ،‘‘ میں نے اُٹھائی، کہا کہ ’’کھنگالو،‘‘ میں نے کہا: ’’پلیٹ صاف ہے،‘‘ کہا: ’’پھر بھی کھنگالو،‘‘ بس اُس دِن سے آج تک میں نے کبھی بغیر کھنگالے پلیٹ استعمال نہیں کی۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے اُستاذ سید صدیق حسن صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: ’’الوّ!‘‘ ہم ہنستے تھے، حضرتؒ مذاق کے لیے ہی کہتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ’’فتح الباری، قسطلانی، کرمانی‘‘ دیکھ کر خان صاحب بنتا رہتا ہوں، ارے احمقو! میری تو زندگی اس بحر ناپیدا کنار میں غوّاصی کرتے کرتے گزر گئی، ایک لفظ کی تحقیق میں کئی صفحات دیکھ جاتا ہوں۔‘‘

فرمایا: ’’ہمارے حجرے میں بہت سے طلبہ رہتے تھے، بعض تو ایک دم قلاّش ہوتے تھے؛ مگر کسی کے کھانے کے وقت کبھی حاضر نہیں رہتے تھے، ایک گھنٹہ پہلے غائب ہوجاتے تھے۔‘‘

فرمایا: ’’شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک مرید کو لکھا کہ ’’تمہاری بیوی آئی کہ نہیں؟ عورتوں کو مارا نہیں کرتے، ان کی تو عادت ہوتی ہے اِدھر لگائی، اُدھر بجھائی!۔‘‘

فرمایا: ’’امام سیبویہؒ تو اتنے بڑے تھے کہ محبّ الدین ابن ہشامؒ کو پوچھا گیا کہ ’’کیا تمہارے والد سیبویہ سے بڑے ہیں؟‘‘ کہا کہ ’’میرے والد کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سیبویہ کی کتاب کو سمجھ لیں۔‘‘ حالاں کہ ابن ہشامؒ وقت کے بہت بڑے شخص تھے۔‘‘

فرمایا: ’’ایک مرتبہ میں نے نس بندی کے زمانے میں یہ خواب دیکھا کہ آپ ﷺ

سیاہ اور خراب شکل میں کوٹ پینٹ پہنے ہوئے نس بندی کی ترغیب دے رہے ہیں، میں نے مولوی اطہر سے پوچھا، تو انہوں نے کہا کہ ''یا تو کوئی اولادِ نبی میں سے یا کوئی عالم نس بندی کی ترغیب دے رہا ہے۔'' مجھ پر اس بات سے ایک دروازہ کھلا کہ اولاد یہ باپ کا وجودِ ثانی ہے اور عالم یہ نبی کا وجودِ ثانی ہوتا ہے، اور واقعی اُس زمانے میں بعض لوگ تھے جو اس ناجائز کام کی ترغیب دیتے تھے۔''

فرمایا: ''جو جس قدر علم نبوّت سے تعلق رکھتا ہے اسی قدر اس میں صفائی اور انجلاء آجاتا ہے۔''

فرمایا: ''میں عقیدۃً سوفی صد سلفی ہوں اور عملاً حدیث کا پابند ہوں۔''

فرمایا: ''ابواسحاق شیرازیؒ کو بھی وہم ہوتا تھا، موت کے بعد ان کو کسی نے خواب میں خوش اور شفاف لباس میں دیکھا، تو پوچھا: ''یہ لباس کیسا؟'' کہا: ''یہ نظافت کا لباس ہے۔''

فرمایا: ''اپنی بات اس لیے ظاہر کرتا ہوں کہ حقیقت کا پتہ لگے، جب میں کوئی فضول بات کر لیتا ہوں تو میرے دل میں اُلجھن سی پیدا ہو جاتی ہے۔''

فرمایا: ''ایک شافعی عالم سے میری ملاقات ہوئی، میں نے کہا: ''دیکھئے! آپ مسائل شافعیہ پڑھاتے ہیں؛ لیکن مسئلۂ شافعی سمجھ کر نہ پڑھائیں، (حدیث سمجھ کر پڑھائیں، مرتب) ان کو پہلے سمجھ میں نہیں آیا، پھر میں نے وضاحت کی تو بہت شکریہ ادا کیا۔''

فرمایا: ''جو شخص اُستاذوں کی بات کو اہتمام سے سنتا ہے اور لکھتا ہے اُسے ضرور کچھ نہ کچھ یاد ہو جاتا ہے۔''

فرمایا: ''حقیقت یہ ہے کہ مصطفیٰ کمال تو مسلمان تھا ہی نہیں۔''

فرمایا: ''میں نے ایک مرتبہ بھی اپنے گھر میں نہیں کہا کہ میرا اوّل نمبر آیا ہے، سوائے حساب کے ہر فن میں اوّل آتا تھا، علم تو کسی اور چیز کا نام ہے۔''

فرمایا: ''ہم لوگ بخاری شریف پڑھ رہے تھے، حضرتؒ (حضرت شیخ زکریاؒ) نے بال رکھنے پر ٹوکتے ہوئے کچھ فرمایا، میں نے پوچھا: ''حضرت! میرے لیے؟'' فرمایا: ''تیرے لیے بالکل جائز نہیں ہے۔'' بچو! جو لوگ بھی زینت کے لیے بال رکھتے ہیں بالکل جائز نہیں ہے، ایسے لوگ گنہگار ہوں گے۔''

فرمایا: ''نیت سے بہت کچھ ہوتا ہے، استنجا جاتے وقت نیت کیجیے کہ طبیعت فارغ ہوگی تو نماز میں لگوں گا، نیت بڑی عجیب چیز ہے، جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو دی ہے، اگر مسلمان عمل کرے تو بہت کچھ مل سکتا ہے۔''

فرمایا: ''ہمارے اطراف میں ایک عالم تھے، بتاتے تھے کہ لوگوں کا ان کی طرف رجوع تھا، مدرسہ میں پڑھاتے تھے، ساتھ والوں کو ان کے ساتھ پرخاش ہوئی، وہ عالم جب گھر آئے تو پرچہ آیا کہ آپ نہ آئیں، وہ کہتے تھے کہ میری ہمت ٹوٹ گئی، تین دِن تک بستر سے نہ اُٹھ پایا، اللہ تعالیٰ نے ہمت دی تو مکتب میں لگے، آہستہ آہستہ وہ مکاتب بن گئے اور اَب مدرسہ بن گیا، اب تو وہاں گل گلزار ہے۔''

فرمایا: ''میں چھوٹا آدمی ہوں، چھوٹے کا گوشت کھاتا ہوں، گائے کا نہیں کھاتا، اور دیسی آدمی ہوں، اس لیے دیسی انڈا کھاتا ہوں، بدیسی ہمیں اچھا نہیں لگتا۔''

فرمایا: ''حقیقۃً طالب علم وہی ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز پر ہو۔''

فرمایا: ''حضرت عمرؓ کے زمانے میں کسی نے کہا: ''ما أمي بزانية'' لوگوں میں چرچا ہوا، بعض نے کہا کہ تعریف کی، بعض نے کہا کہ مذمت کی، حضرت عمرؓ کو پتہ چلا تو سزا دی، دیکھو! اگر یہ شخص کہتا کہ ''أمي عفيفة'' تو کون چرچا کرتا؟ دونوں کا نتیجہ ایک ہے، مگر ایک اِدھر سے چلا، ایک اُدھر سے چلا، راستہ بدل گیا تو حکم بدل گیا۔''

فرمایا: ''مولاناؒ نے فرمایا کہ جن مجازین کی نسبت صحیح نہیں ہوتی وہ کلامِ رسول کی

عزت نہیں کرتے۔‘‘

فرمایا:’’حضرت ناظم صاحبؒ نے میرا نام ’’میاں محقق‘‘ رکھا تھا، میں کسی کی سنتا ہی نہیں تھا، حافظؒ کہتے ہیں، لیکن میں سنتا ہی نہیں، دیکھتا اُسی کو ہوں، مگر دیکھتا ہوں کہ یہ کہاں سے لیتے ہیں؟ تاکہ میں بھی وہاں سے دیکھوں۔‘‘

فرمایا:’’ایک عامی شخص شہر سہارن پور کا میرے پاس آیا، اس نے کچھ بات کہہ دی، مجھے غصہ آیا، میں نے کہا کہ ’’بھائی! اپنے ایمان کی حفاظت کرنی چاہیے،‘‘ اتنا کہہ کر میں تو کتاب میں لگ گیا، پھر کسی وجہ سے اوپر دیکھا تو وہ رو رہا تھا اور بہت رو رہا تھا، مجھے قدر ہوئی تو میں نے اُسے سمجھایا۔‘‘

فرمایا:’’مولانا رائے پوریؒ کی ایک سوانح ’’حیاتِ طیبہ‘‘ ہے، اس میں مولانا حسین صاحب پاکستانی کے قادیانی بن جانے کا واقعہ ہے، وہ قادیانی بن گئے تھے، حضرت رائے پوریؒ کے ایک مرید تھے، جب وہ ان کو دیکھتے تو ہمیشہ ہدایت کی دعا کرتے، وہ طرح طرح کے خواب دیکھتے تھے۔‘‘

فرمایا:’’جمادیٰ الاولیٰ، جمادیٰ الثانیہ‘‘ کہا جائے گا، ’’جمادیٰ الاخریٰ‘‘ غلط ہے۔‘‘

فرمایا:’’حسن ظن خوف کے منافی نہیں، اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھو، امید کرو۔‘‘

ملفوظات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

بروایت حضرت مفتی زبیر احمد صاحب ڈونگری دامت برکاتہم

(استاذِ حدیث وفقہ: جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)

فرمایا: ''بچو! جو کرو اللہ کو راضی کرنے کی نیت سے کرو، دُنیا میں جب کسی سے ضرورت وابستہ ہوتی ہے تو آدمی اس کو خوش رکھنے کی فکر کرتا ہے، تاکہ اس کا کام رُک نہ جائے۔''

ایک مرتبہ درود خوانی کے درمیان فرمایا: ''ذوق سے پڑھو، اللہ کا حکم اور نبی ﷺ کا حق سمجھ کر پڑھو، یہ کیا بات ہے کہ اس طرح پڑھ رہے ہو جیسے کوئی مزدور ہے، جسے صرف اپنی مزدوری سے مطلب ہے۔''

فرمایا: ''بعض لوگ ''اللہ، اللہ'' بڑائی کے لیے کرتے ہیں، ایک صاحب آئے، بیعت ہوئے، چار دِن گزرے اور کہنے لگے کہ ''قطب بننے کا خیال ہے،'' فرمایا: ''قطب کیا؟ غوث بھی نہیں بن پاؤ گے،'' آدمی ''اللہ، اللہ'' اس لیے کرے کہ اس سے عبدیت پیدا ہو، اپنی حقارت (ذہن میں) آئے، جو آدمی فرعون بننے کے لیے ذکر کرتا ہے وہ وہیں رہتا ہے، اس کے بعد حضرتؒ (حضرت شیخ زکریاؒ) نے فرمایا: ''اس طرح کے آدمی کے متعلق میرے دل پر قفل لگ جاتا ہے، آدمی کو اپنی مدح کا طالب نہیں رہنا چاہیے۔''

فرمایا: ''بہت سے لوگ بیعت ہوئے اور فوراً اِجازت لے کر روانہ ہو گئے، کیوں کہ ان کا قلب جوہری ہوتا ہے، فوراً پکڑ لیتا ہے، بہت سے لوگ چالیس چالیس سال تک ذکر کرتے ہیں؛ لیکن فائدہ نہیں ہوتا، اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو لکڑیاں ہوں، ایک خشک

اور ایک ہری، خشک تو فوراً آگ پکڑ لیتی ہے، اور ہری میں صرف دھواں دھواں رہ جاتا ہے۔''

''ایک بنگال کے صاحب آئے اور کہنے لگے کہ ''میرا قلب ذکر کے لیے جاری ہو گیا،'' میں نے کہا: ''یہ خیالِ ذکر ہے، حقیقتِ ذکر اور چیز ہے، ہاں، ایک آدمی اِخلاص سے ''اللہ، اللہ'' کہتا ہے تو یہ فائدہ سے خالی نہیں ہوتا، ذکر کی پابندی بڑائی کے لیے نہ ہو، کہ میں شیخ بن جاؤں، لوگ میری دست بوسی کریں، بڑا تو آدمی اللہ کے بنانے سے بنتا ہے۔''

ایک صاحب کو پگڑی باندھے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ''پگڑی باندھنا برائے سنت جائز ہے، برائے زینت وآرائش مکروہ ہے، آج کل اکثر طلبہ زینت کے واسطے باندھتے ہیں، دو رکعات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خوش کرنے کے لیے پڑھنا ہزار مرتبہ پگڑی باندھنے سے بہتر ہے، پگڑی آپ ﷺ کی سنت غیر مطلوبہ (زائدہ) ہے، سنت ہدیٰ نہیں ہے، دو رکعات پڑھنا سنت ہدیٰ ہے۔''

فرمایا: ''ایک ہی آیت کا تکرار بغیر حال کے خواہش ہے، اس سے ترقی نہیں ہوگی، آدمی وہیں رہے گا، صاحب حال اپنے حال کے تابع ہوتا ہے، حال قلب کا ایک اثر ہے، جس کو وہی شخص جانتا ہے جس پر حال طاری ہوتا ہے، ہر آیت کا ایک نور ہے، اگر ایک ہی آیت کا تکرار مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ ایک ہی آیت نازل فرما دیتا۔''

فرمایا: ''مخدوم کے ساتھ وفا کا تقاضہ یہ ہے کہ جب اچھی خدمت کرنے والا آجائے تو دوسرا خادم خوش ہو، اس لیے کہ اس کی خدمت سے مخدوم کو راحت پہنچ رہی ہے، نہ کہ وہ حسد کرے، حضرت گنگوہیؒ کے وہاں جب دورہ ہونے لگا تو لوگ وہاں جانے لگے، حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ''میں اپنے اُستاذ حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کے پاس رہوں گا، جب تک کہ وہ یہ نہ کہہ دیں کہ میرا علم ختم ہو گیا۔'' یہ ہے وفاداری، پھر دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے کیسی برکت دی۔''

فرمایا: ''بعض لوگ خدمت کرتے ہیں تاکہ دعا مل جائے، راحت رَسانی مقصود

نہیں ہوتی، یہ نیت فاسدہ ہے۔‘‘

ایک مرتبہ تراویح کے بعد فرمایا: ’’انسان کی نیت کا اَثر اس کی آواز میں بھی ظاہر ہوتا ہے، کعب بن اشرف کی بیوی نے گھر کے اندر سے دروازے پر دستک دینے والے کی آواز کو محسوس کرلیا کہ کسی خون کے پیاسے کی آواز معلوم ہورہی ہے، بہت دور کیوں جائیں؟ ہمارے قریب کا واقعہ ہے، رات کے وقت ایک ٹھاکر کو پیشاب کی ضرورت ہوئی، وہ باہر جانا چاہتا تھا، تو اس کی بیوی نے کہا: ’’آپ باہر نہ جائیں، مجھے خطرہ محسوس ہورہا ہے،‘‘ واقعی باہر دشمن تاک میں کھڑے تھے۔ تو ایک سانس کے ذریعہ آدمی کی نیت کا احساس ہوجاتا ہے، تو کیا نیت کا اَثر آدمی کے الفاظ میں ظاہر نہ ہوگا؟ اسی لیے حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ کی والدہؒ نے اپنی بیٹیوں سے کہا کہ بلند آواز سے نہ بولیں، کہ کوئی تمہاری آواز سن لے، اس لیے کہ آواز سے بھی انسان کے حسن و جمال کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ ایک شخص کل پڑھ رہا تھا، اچھا معلوم ہورہا تھا، وہی آج پڑھتا ہے تو وہ لطف محسوس نہیں ہوتا، آدمی اگر تائب ہوجاتا ہے تو فوراً وہ لطف لوٹ آتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک نوجوان بیس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہا، پھر اس کو یہ خیال آیا کہ ابھی سے کیا یہ زندگی اختیار کرنی؟ کچھ دنیا کے مزے لوٹ لینے چاہیے، پھر اللہ کی طرف رجوع کرلیں گے، چنانچہ اس نے بیس سال اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزاری، اس کے بعد خیال آیا کہ اب اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، لیکن شاید میری توبہ قبول نہ ہو، ابھی یہ خیال ہی گزر رہا تھا کہ غیب سے آواز آئی کہ ’’أَطَعْتَنَا قَرَّبْنَاكَ، عَصَيْتَنَا أَمْهَلْنَاكَ، فَإِنْ رَجَعْتَ إِلَيْنَا تَقَبَّلْنَاكَ.‘‘ لیکن توبہ کی اُمید پر معصیت نہیں کرنی چاہیے، کیا پتہ زندگی باقی رہے یا نہ رہے؟ اگلا سانس نصیب ہوگا یا نہیں؟

فرمایا: ’’اللہ سے دوستی کرو، وہی ایک دوستی باقی رہنے والی ہے، باقی سب دوستی ختم ہونے والی ہے۔‘‘

فہرست خلفاء ومجازین

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس شیخ محمد یونس صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ

صوبۂ اُتر پردیش

(۱) حضرت مولانا طاہر صاحب (شیخ الحدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور)

(۲) حضرت مولانا ریاض صاحب (استاذِ حدیث مدرسہ فیض ہدایت رحیمی، رائے پور)

(۳) حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب (مہتمم جامعہ ہتھورا، باندہ)

(۴) حضرت مفتی عبید اللہ اسعدی صاحب (شیخ الحدیث جامعہ ہتھورا، باندہ)

(۵) حضرت مولانا سفیان صاحب اعظمی (شیخ الحدیث جامعہ عربیہ مطلع العلوم، اعظم گڑھ)

(۶) حضرت مولانا فاروق صاحب (مہتمم دار العلوم زکریا، دیوبند)

(۷) حضرت مولانا منہاج صاحب (بانی ومہتمم مدرسہ فیض العلوم دھرما پور، پرتاپ گڑھ)

(۸) حضرت مولانا ابو البقاء صاحب (بانی ومہتمم مدرسہ عربیہ شیخ یونس، رفیع پور، جون پور)

(۹) حضرت مولانا انعام صاحب (اُستاذ مانک مؤ، سہارن پور)

(۱۰) حضرت قاری ایوب صاحب (اُستاذ تجوید القرآن، سہارن پور)

(۱۱) حضرت مفتی صالح صاحب (اُستاذ مظاہر العلوم، سہارن پور)

(۱۲) حضرت قاری انیس صاحب (اُستاذ مظاہر العلوم، سہارن پور)

(۱۳) حضرت مولانا ثوبان صاحب (ابن مولانا سلمان صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارن پور)

(۱۴) حضرت مولانا فیروز صاحب (اُستاذ جامعہ اسلامیہ علوم القرآن، اعظم گڑھ)

(۱۵) حضرت مولانا الیاس صاحب (مہتمم مدرسۃ البنات، روڑکی)

(۱۶) حضرت مولانا مصطفیٰ آدم صاحب (فیروز آباد)

(۱۷) حضرت مولانا حسین احمد صاحب پانڈولی (اُستاذ مدرسہ ناشر العلوم، سہارن پور)

(۱۸) حضرت مولانا شمعون صاحب (اُستاذ فیض ہدایت رحیمی)
(۱۹) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (مہتمم دارالعلوم حسینیہ، ٹپری، ضلع کانگڑا)

صوبۂ گجرات

(۲۰) حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی (رئیس الجامعہ فلاحِ دارین ترکیسر)
(۲۱) حضرت مولانا یوسف صاحب ٹنکاروی (شیخ الحدیث دارالعلوم فلاحِ دارین ترکیسر)
(۲۲) حضرت مولانا غلام صاحب وستانوی (بانی و مہتمم جامعہ اِشاعت العلوم اکل کوا)
(۲۳) حضرت مولانا محمد حنیف صاحب لوہاروی (شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)
(۲۴) حضرت مولانا رشید احمد صاحب ابن مولانا کفایت اللہ صاحب (مہتمم و اُستاذِ حدیث مدرسہ خلیلیہ ماہی)
(۲۵) حضرت مولانا حنیف صاحب امر پوری (مدرسہ خلیلیہ، ماہی)
(۲۶) حضرت مولانا ایوب صاحب پانولی (ناظم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)
(۲۷) حضرت مولانا نورالدین صاحب (حال مقیم بمبئی)
(۲۸) حضرت مولانا ابراہیم صاحب مظاہری (مہتمم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ)
(۲۹) حضرت مولانا عبدالباقی صاحب امر پوری (اُستاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)
(۳۰) حضرت مولانا جابر صاحب رسول پوری (اُستاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)
(۳۱) حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب بھیلونی (اُستاذ مدرسہ خلیلیہ، ماہی)
(۳۲) حضرت مولانا سید محمد علی صاحب (اُستاذ مدرسہ دعوۃ الحق، پالن پور)
(۳۳) حضرت مولانا اسماعیل صاحب (ابن مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی، مقیم کاپودرا)
(۳۴) حضرت مولانا محمد زکریا صاحب اُدھنوی (اُستاذِ مدرسہ تحفیظ القرآن، نانی نرولی)
(۳۵) حضرت مولانا غلام رسول خاموش صاحبؒ (سابق کارگزار مہتمم دارالعلوم دیوبند وسابق مہتمم دارالعلوم چھاپی)
(۳۶) حضرت حافظ احمد صاحب پیرامنیؒ (عرف باجی، انکلیشور)
(۳۷) حضرت مفتی عبداللہ صاحب رویدروی (بانی جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ)

صوبۂ بنگال

(۳۸) حضرت مولانا عابد صاحب (بانی و مہتمم مدرسہ بیر بھومی، بنگال)
(۳۹) حضرت مولانا شفیق الاسلام صاحب (مہتمم مدرسہ یونسیہ دارالیتامیٰ)
(۴۰) حضرت مفتی صدیق اللہ صاحب پرگنوی (استاذ حدیث و مہتمم دارالعلوم چنچی، مدینہ نگر)

(۴۱) حضرت مولانا جسیم الدین صاحبؒ (سابق صدر مدرّس جامعہ زکریا، جوگی گورا)
(۴۲) حضرت مولانا مجیب اللہ صاحب (استاذ مدرسہ مفتاح العلوم تیگھریا)

صوبۂ بہار

(۴۳) حضرت مفتی کوثر علی صاحب (اُستاذِ حدیث مظاہر علوم وقف، سہارن پور)

انگلینڈ

(۴۴) حضرت اقدس مولانا یوسف صاحب متالا (شیخ الحدیث وبانی دارالعلوم بری، لندن)
(۴۵) حضرت مفتی شبیر صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم جامعۃ العلم والہدیٰ)
(۴۶) حضرت قاری زبیر صاحب (اُستاذ دارالعلوم جامعۃ العلم والہدیٰ)
(۴۷) حضرت مفتی عبدالصمد صاحب (مہتمم دارالعلوم جامعۃ العلم والہدیٰ، بلیک برن)
(۴۸) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا (اُستاذ دارالعلوم بری، لندن)
(۴۹) حضرت حافظ علی صاحب (اُستاذ دارالعلوم بری، لندن)
(۵۰) حضرت مولانا مختار اسعد صاحب سہارن پوری (مقیم حال: برطانیہ)
(۵۱) حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب (خسر مولانا یوسف صاحب متالا)
(۵۲) حضرت مولانا ایوب صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم فلاحِ دارین، ترکیسر و مدیر مجلس دعوۃ الحق، لسٹر، لندن)
(۵۳) حضرت مولانا عمر جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق اُستاذ دارالعلوم بری، لندن)
(۵۴) حضرت مولانا فضل حق وادی صاحب (مہتمم جامعۃ الکوثر للبنات)
(۵۵) حضرت حاجی فقیر دا جی صاحب (یوکے)
(۵۶) حضرت مولانا نوشاد عزیز صاحب (دارالعلوم بری، لندن)
(۵۷) حضرت مولانا رشید بن ہاشم پٹیل صاحب (اُستاذِ تفسیر دارالعلوم بری، لندن)
(۵۸) حضرت مولانا موسیٰ پٹیل صاحب (بلیک برن، یوکے)

افریقہ

(۵۹) حضرت مولانا عبدالرشید صاحب (ابن مولانا عبدالرحیم صاحب متالاؒ)
(۶۰) حضرت مولانا محمد گورا صالح جی صاحب (دربن، ساؤتھ افریقہ)
(۶۱) حضرت مولانا ہارون عباس عمر صاحب (دربن، ساؤتھ افریقہ)

(۶۲) حاجی اسماعیل صالح جی صاحب (دربن، ساؤتھ افریقہ)
(۶۳) حضرت مولانا اسماعیل گردی صاحب (وائٹ ریور، ساؤتھ افریقہ)
(۶۴) حضرت مفتی عبدالخالق صاحب بھولا (جہانس برگ، ساؤتھ افریقہ)
(۶۵) حاجی محمد ابراہیم عمر صاحب (لوساکا، زامبیا)

مدینہ منوّرہ

(۶۶) حضرت مولانا یونس صاحب رندیرا (حال مقیم: مدینہ منوّرہ)

مکہ مکرمہ

(۶۷) حضرت شیخ اسماعیل صاحب سورتی

دُبئی

(۶۸) حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب اعظم گڑھی (حال مقیم: دُبئی)

ریونین، فرانس

(۶۹) حضرت مولانا یوسف صاحب (ریونین)
(۷۰) حضرت مولانا سعید اِنگار صاحب

سوریا

(۷۱) فضیلۃ الشیخ المحدث فرید بن علی باجی التیونسی (سوریا)

بنگلہ دیش

(۷۲) حضرت مولانا محبوب الرحمٰن صاحب (مہتمم مدرسہ عمر بن خطاب و مدرسہ عثمانیہ، جاسور)
(۷۳) حضرت مفتی محمود الحسن صاحب (اُستاذِ حدیث، چاٹگام)

نوٹ: یاد رہے کہ مذکور فہرست احقر کی معلومات کے مطابق ہے۔

مرثیہ بروفات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد یونس صاحب جون پوریؒ

نتیجۂ فکر: محمد اعجاز، شمس پوری، سہارن پوری (متعلم دارالعلوم دیوبند)

اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم
کیسے سہیں گے تمہارے بنا سب اَلم یہ ہم

ساقی! تو کیا گیا ہے کہ میخانہ بھی گیا
شمع یہ کیا بجھی ہے کہ پروانہ بھی گیا
اَشکوں سے اپنی آنکھ بھگوئے ہوئے ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

محفل میں آج تیری یہ مستانے ہیں تیرے
محفل میں آج خالی یہ پیمانے ہیں تیرے
دیوانے بن کے بیٹھے ہیں سب منتظر ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے شیخ! انجمن کی ضیا بھی تم ہی سے تھی
اور یہاں کی خوشگوار فضا بھی تم ہی سے تھی
اُجڑا ہوا چمن ہے، اُداس بلبلیں ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

عرب و عجم میں تمہاری نہ کوئی مثال تھی
تمہاری تمام صفات بڑی باکمال تھیں
اب ہاتھ مل رہے ہیں سبھی تمہیں کھو کے ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

ہندو بیرونِ ہند میں تمہارا مقام تھا
ہر ایک دل میں تمہارا بڑا احترام تھا
ہر شخص رو رہا ہے، کہاں آگئے ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے شیخ! تم سا کوئی محقق نہیں رہا
تم سا یہاں پہ کوئی مدقق نہیں رہا
کس سے پڑھیں گے تم سا درسِ حدیث ہم؟
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے شیخ! شان تمہاری محدثانہ تھی
لیکن حیات تمہاری فقیرانہ ہی رہی
تم سا فقیر، زاہد کیسے وہ پائیں گے ہم؟
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

تم سا شفیق کوئی محدث کہاں ملے؟
ملنے کو یوں تو ہم کو ہزاروں یہاں ملے
جو بات تم میں تھی کہیں نہ پاسکیں گے ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اِن مجلسوں میں ہمیں وہ اب کون ڈانٹے گا؟
شفقت کا تم سا جام یہاں کون بانٹے گا؟
مصلح تھے ہمارے، بڑے چاہنے والے تم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمھیں ڈھونڈتے ہیں ہم

درسِ حدیث تمہارا بڑا ہی نرالہ تھا
ہر شخص کی زباں پہ تمہارا حوالہ تھا
ثانیٔ ابن حجرؒ و شیخ عرب و عجم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمھیں ڈھونڈتے ہیں ہم

مثل عروس جمعہ کو ہاشم سجاتا تھا
عشاق کا ہجوم زیارت کو آتا تھا
جمعہ بھی مثل عید تھا، محروم اب ہیں ہم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمھیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اے رمضان کی وہ سب رونقیں گئیں
تسکین روح کی اب وہ سبھی دولتیں گئیں
سامانِ خانقاہ بھی گیا، بزم بھی ختم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمھیں ڈھونڈتے ہیں ہم

گجرات تمہارا دیکھئے! غم سے نڈھال ہے
اہل کھروڈ سب کے سب بس بے حال ہیں
سب کہہ رہے ہیں اپنا سہارا تھے شیخ تم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمھیں ڈھونڈتے ہیں ہم

عرب و عجم کا تم پہ عجب اتفاق تھا
دونوں کو تم سے فیض کا بھی اشتیاق تھا
کچھ آرزو تمام ہوئی، کچھ ہوئی عدم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم

اعجاز! اب تو کس کو تراویح پڑھائے گا؟
شیخ یونسؒ سا کوئی مربی نہ پائے گا
ہر ایک خامی تیری بتاتے تھے دَم بہ دَم
اے شیخ! تم کہاں ہو؟ تمہیں ڈھونڈتے ہیں ہم